برِصغیر میں

اہلِ حدیث کی سرگزشت

www.KitaboSunnat.com

تنظیم ◦ تبلیغ ◦ تدریس

مرتّب

مولانا محمد اسحٰق بھٹی

المکتبۃ السلفیۃ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قال اللہ تعالیٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۱۲ / ۳۶

اور جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو ان کے پیچھے نشان رہے، ہم لکھتے ہیں۔

برصغیر میں
اہلِ حدیث کی سرگزشت

تنظیم ○ تبلیغ ○ تدریس

www.kitabosunnat.com

مرتب
مولانا محمد اسحٰق بھٹی

المکتبۃ السلفیۃ
شیش محل روڈ لاہور

23560

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اول

ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ / فروری ۲۰۱۲ء

علوم سلف کی اشاعت میں مستعد

اہتمام ــــــــــ احمد شاکر

ناشر ــــــــــ المکتبۃ السلفیۃ لاہور

مطبع ــــــــــ شاکرین لاہور

4 شیش محل روڈ، لاہور 54000 فون 37230271, 37237184

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نگاہِ اوّلیں	حافظ احمد شاکر	۶
حرفے چند	محمد اسحاق بھٹی	۹
پہلا باب	متحدہ ہند میں اہل حدیث کی تنظیم اور اس کے جلسے	۱۳
دوسرا باب	تقسیم ملک سے قبل دہلی کے دینی مدارس	۲۳
تیسرا باب	مشرقی پنجاب کے دینی مدارس	۳۱
چوتھا باب	مشرقی پنجاب کے شہید علمائے کرام	۵۴
پانچواں باب	کتب خانوں کا ضیاع	۶۱
چھٹا باب	مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قیام	۶۶
ساتواں باب	دارالعلوم کے مقامِ قیام کا مسئلہ	۷۵
آٹھواں باب	عربی، دینی مدارس کے درجۂ ابتدائی کے لیے نصاب تعلیم	۸۹
	نصاب تعلیم کا اجمالی خاکہ	۹۸
نواں باب	جامعہ سلفیہ کا افتتاح۔ مولانا غزنوی اور مولانا سلفی کی تقریریں	۱۰۵
دسواں باب	مولانا عبدالواحد	۱۲۱
گیارھواں باب	مولانا عبیداللہ احرار	۱۳۸
بارھواں باب	سنگ بنیاد رکھنے والے حضرات	۱۵۱
تیرھواں باب	میاں فضل حق	۱۵۸
چودھواں باب	ابتدائی دور کے مدرسینِ عالی مقام	۱۶۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پندرھواں باب	شیوخ الحدیث	۱۶۸
سولھواں باب	ناظمینِ تعلیمات	۱۸۰
سترھواں باب	جامعہ سلفیہ کے اصحابِ اہتمام	۱۸۵
اٹھارھواں باب	اور اب چند تجاویز	۱۹۳
انیسواں باب	آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سالانہ جلسوں کے صدور	۱۹۷
بیسواں باب	پاکستان کی مرکزی جمعیت کی کانفرنسیں اور ان کے صدور	۲۱۰
اکیسواں باب	پروفیسر ساجد میر	۲۲۵
بائیسواں باب	پروفیسر عبدالقیوم	۲۲۹
تیئیسواں باب	مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی	۲۳۵
چوبیسواں باب	مولانا محمد اسماعیل سلفی	۲۴۰
پچیسواں باب	سید ابوبکر غزنوی	۲۴۴
چھبیسواں باب	مولانا محمد اسحاق رحمانی گوہڑوی	۲۴۹
ستائیسواں باب	میاں فضل حق	۲۵۴
اٹھائیسواں باب	میاں محمد جمیل ایم۔اے	۲۵۷
انتیسواں باب	مولانا عبدالعزیز حنیف	۲۶۱
تیسواں باب	ڈاکٹر حافظ عبدالکریم	۲۶۵
اکتیسواں باب	میاں عبدالستار	۲۷۱
بتیسواں باب	پاکستان کے چند تدریسی ادارے	۲۸۳
تینتیسواں باب	ہندوستان کے چند مدارس	۳۲۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزرا کہ پروفیسر عبدالقیوم مرحوم کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد گرامی منشی فضل دین رحمہما اللہ کی تحریک سے لاہور کی جماعت اہل حدیث کی پہلی تنظیم ''احباب اہل حدیث'' کے نام سے مسجد مبارک اہل حدیث میں قائم ہوئی تھی۔ لاہور کی مسجد مبارک اہل حدیث کے بانی بھی یہی دو بزرگ تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ۲۴۔ جولائی ۱۹۴۸ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قیام جب عمل میں آیا تو اس کے پہلے ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم مرحوم و مغفور کو منتخب کیا گیا جو اس وقت گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے استاذ بھی تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف اور معروف محقق بھی۔

انہوں نے ۸۔ ستمبر ۱۹۸۹ء کو وفات پائی۔ ہم نے سمجھا کہ اس کتاب ''برصغیر میں اہل حدیث کی سرگزشت'' کا انتساب

پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ

کی طرف ہی کرنا چاہیے کہ .... حق بہ حقدار رسید

محمد اسحاق بھٹی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نگاہِ اوّلیں

الحمد لله حمد الشاكرين والصلوٰة والسلام على سيد الصابرين محمد وعلى آله واصحابه المطهرين . اما بعد!

حریت فکر جو قرآن وحدیث کے دائرے میں ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ جس ملک، جس قوم اور جس فرد کو نصیب ہو جائے اسے خود کو خوش نصیب سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فضل فرمایا اور اس کو بے پایاں نعمت سے نوازا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ مسلک اہل حدیث بھی ایسی ہی حریت فکر کا حامل ہے جو قرآن وحدیث کے دلائل اور عمل صحابہ کے شواہد سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسلک کے حاملین کو وہی راہ سجھاتا اور دکھاتا ہے جو قرآن وسنت کی روشنی سے منور ہوتی ہے۔ چوں کہ

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ . [التوبة:١٢٢] ارشاد الٰہی ہے۔

اور لا جماعة الا بامارة ـ [سنن دارمی:٢٥٧] حدیث نبوی ہے، جس سے اہل اسلام کی تنظیم وتنسیق مترشح ہے، اس لیے برصغیر کے علمائے اہل حدیث کو جوں ہی موقع ملا انھوں نے اپنے احباب کو جمع کر کے باہمی تعارف پیدا کیا اور رابطہ بڑھایا۔ ایک تنظیمی ڈھانچا تشکیل دے کر ہم مسلک افراد سے ربط وضبط بڑھانے اور آپس میں رابطے کے تسلسل کا اہتمام کیا۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے لے کر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان تک اسی انسانی مدنیت، دینی ذمہ داری، معاشرتی ضرورت اور حریت فکر کے مظاہر ہیں۔

آثار ......یعنی اپنے اسلاف کی خدمات ...... سے دلچسپی رکھنا، ان کو محفوظ کرنا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگلی نسلوں تک پہنچانا اصحابِ علم کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ لیکن بقول جگر ؎

اللہ اگر توفیق نہ دے انساں کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی، عرفانِ محبت عام نہیں

ماضی کو یاد رکھنا اور اس کا ذکر کرتے رہنا اسلاف کی محبت کا وہ فیض ہے جس کے عام کرنے سے فکر نکھرتی، نسلیں سنورتیں اور جماعتیں تشکیل پاتی ہیں۔ فیضان محبت کو عام کرنے کے اس بے پایاں جذبے سے ہمارے مخدوم ومحترم مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ بہرہ ور ہیں۔ اگرچہ ان کی دیگر علمی وتحقیقی خدمات بھی بفضلہٖ تعالیٰ بہت اہم اور وقیع ہیں لیکن برصغیر میں علم فقہ سے لے کر برصغیر میں اہل حدیث کی سرگزشت تک یہ سب اسی فیضان محبت کے عام کرنے ہی کی مختلف شکلیں ہیں تاکہ نئی نسل جان سکے کہ ہم کیا تھے! کیا ہیں! کیا بن رہے ہیں اور کس طرف جارہے ہیں؟ اور ہمارے بزرگ کیا تھے؟ اور ان کی خدمات کیا تھیں؟

اس کتاب کی جمع وترتیب میں محترم مولانا نے کس قدر محنت کی، مشقت برداشت کی اور توانائی خرچ کی ہے اس کا عام قاری تصور بھی نہیں کرسکتا۔ سیکڑوں رسائل وجرائد کو تلاش کیا، جمع کیا، کھنگالا۔ ترتیب دیا اور پھر بار بار پروف ریڈنگ کی۔

قدیم اہل علم کو تو خوب اندازہ ہوجائے گا لیکن ٹی۔ وی، سی۔ ڈی اور کمپیوٹر پر علم حاصل کرنے والی نسل اس کا اندازہ نہیں کرسکتی کہ انھوں نے اس پر کس قدر محنت فرمائی۔ مولانا نے یہ کاوش صرف جماعت کی موجودہ قیادت اور نسل نو کی فکری رہنمائی کے لیے کی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو اس کارِ خیر کی جزا بھی دے اور ان کے لیے زادِ آخرت بھی بنائے۔

یہ موضوع خشک اور بہ ظاہر بے ثمر سا معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کو غیر پیداواری بھی کہا جاسکتا ہے لیکن مولانا نے شب وروز کی محنت شاقہ اور تصحیح ونظر ثانی کی ان تھک محنت فرما کر جماعت اہل حدیث پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المکتبۃ السلفیہ کے مؤسس مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اپنے عوامی مزاج کی وجہ سے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسوں میں بھی شرکت کرتے رہے۔ پھر قیام پاکستان کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تشکیل میں ان کی گراں قدر خدمات کا تذکرہ الاعتصام کی اشاعت خصوصی میں تفصیلاً کیا جا چکا ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تزئین یعنی تزئین گلستاں میں ان کا خون بھی شامل تھا اور المکتبۃ السلفیۃ کی تاسیس کا مقصد علمائے سلف کی خدمات کو محفوظ رکھنا اور آگے پہنچانا بھی تھا۔ اس لیے ہم نے محترم مولانا بھٹی حفظہ اللہ سے یہ کتاب شائع کرنے کی خواہش کا ذکر کیا۔ ہم مولانا کے شکرگزار ہیں کہ انھوں نے یہ سعادت حاصل کرنے کا ہمیں موقع دیا۔

دعا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ المکتبۃ السلفیۃ کی خدمات قبول فرمائے اور اس کو اسی راستے پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کے بانی رحمہ اللہ نے طے کیا تھا۔

الراجی الی رحمة ربه الغافر .

احمد شاکر غفرلہ ولوالدیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرفِ چند

کچھ مدت سے میں سوچ رہا تھا کہ برصغیر کی جماعت اہل حدیث کی تدریسی اور تنظیمی سرگزشت ضبطِ تحریر میں لائی جائے تاکہ ہماری موجودہ نسل کو اپنے اسلاف کی اس سلسلے کی سرگرمیوں اور ان کے کارناموں کا پتا چلے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس سوچ نے عملی شکل اختیار کی اور کام کسی حد تک تکمیل کو پہنچ گیا اور کتابی صورت میں مرتب ہو گیا۔

اس کتاب میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے قیام (۱۹۰۶ء) سے لے کر پاکستان کی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے قیام (۱۹۴۸ء) تک کے تمام پہلوؤں کو موقع کی مناسبت سے کہیں اختصار اور کہیں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ پھر ۱۹۴۸ء سے لے کر اب تک کی پوری جماعتی تاریخ جو پاکستان سے تعلق رکھتی ہے، معرضِ کتابت میں آ گئی ہے۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سالانہ جلسوں کی صدارت کرنے والے حضرات کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے اور جلسوں کی کل تعداد بھی بتا دی گئی ہے۔ متحدہ ہندوستان میں اس کے کل چوبیس جلسے ہوئے۔ پہلا سالانہ جلسہ فروری ۱۹۱۲ء کو دہلی میں ہوا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ آخری جلسہ بھی (مارچ ۱۹۴۴ء) کو دہلی ہی میں ہوا۔ اس کے بعد اس نام سے اس کا کوئی سالانہ جلسہ منعقد نہیں ہوا۔ جنوری ۱۹۵۷ء میں اس کا نام ''مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند'' رکھا گیا اور اب اس کی علمی اور تصنیفی تگ و تاز کا سلسلہ اسی نام سے چل رہا ہے اور ہندوستان کے حالات کے مطابق بہت اچھی طرح چل رہا ہے۔ وہاں کی جماعت کے اہل علم نے عربی، اردو، ہندی، انگریزی سب زبانوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حسب حال ذریعۂ اظہار قرار دے رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے وہ تحریری طور پر کتاب وسنت کی اشاعت کررہے ہیں۔ اس پر وہ لوگ انتہائی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان (اور پاکستان) کے امراء اور اس کے اب تک کے سالانہ جلسوں کی تفصیل بھی اس کتاب میں آ گئی ہے اور امرائے جمعیت کے ضروری کوائف حیات بھی بیان کردیے گئے ہیں۔ مرکزی جمعیت کے نظمائے اعلیٰ کا تعارف بھی کردیا گیا ہے۔ دیگر دینی اور سیاسی جماعتوں کی طرح انتظامی اختلاف یا کسی اور وجہ سے پاکستان کی جماعت اہل حدیث میں بھی گروپ پیدا ہوئے جو اپنے اپنے دائرے میں قابل قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں، لیکن میں نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے اپنی گزارشات کو صرف مرکزی جمعیت تک محدود رکھا ہے۔ تاہم میں ان سب کا احترام اور ان کی خدمات کا اعتراف کرتا ہوں۔ سب کتاب وسنت کی نشر واشاعت میں سرگرم ہیں۔ تحریر وتدریس کی صورت میں بھی اور خطابت وتقریر کی شکل میں بھی......!

میں نے اس کتاب میں مرکزی جمعیت کے صرف امراء اور نظمائے اعلیٰ کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے ناظم انتخابات میاں عبدالستار پر تفصیل سے لکھا ہے۔ میاں صاحب مرکزی جمعیت کی بہت پرانی نشانی ہیں اور مولانا سید داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے مخلص ترین قدیم رفقائے کار میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ مرکزی جمعیت کے ابتدائی دور کے لائق تکریم حضرات میں سے صرف مولانا معین الدین لکھوی کا وجود گرامی نظر آتا ہے، لیکن وہ اتنے کمزور ہوچکے ہیں کہ چلنا پھرنا ان کے لیے مشکل ہوگیا ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ وہ مرکزی جمعیت کی تمام کمیٹیوں اور سب کمیٹیوں کے رکن تھے۔ لیکن اب ان کا تعلق صرف اپنی چارپائی سے ہے۔

میں چوں کہ پرانا آدمی ہوں اس لیے پرانے لوگوں کی باتیں کرکے خوش ہوتا ہوں۔ مجھے جدیدیت کے بجائے قدامت سے زیادہ پیار ہے اور میری تحریروں کا زیادہ تر محور قدامت ہی ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعتی تنظیم کے بعد جو بات اس کتاب میں خاصی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے، وہ برصغیر کی جماعت اہل حدیث کے مدارس اور تدریسی اداروں سے متعلق ہے۔ دہلی کے ان اہل حدیث مدارس کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے نتیجے میں انگریزی حکومت نے بہ طور انتقام برباد کیے۔ دہلی اور مشرقی پنجاب کے ان مدارس کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے جو اس سے نوے (۹۰) سال بعد ۱۹۴۷ء کے خوں ریز فسادات میں سکھوں اور ہندوؤں نے تباہ کیے۔ مشرقی پنجاب کے بارہ اضلاع میں جو تقسیم کے نتیجے میں ہندوستان کو ملے، میری یادداشت کے مطابق ان کے مختلف مقامات میں اہل حدیث کے تیس مدرسے تھے جو ختم ہو گئے۔ تیرہ جلیل القدر علمائے اہل حدیث شہید کر دیے گئے۔ اس کی تفصیل کتاب میں مذکور ہے۔

پھر قیام پاکستان کے بعد جو مدارس جاری کیے گئے، ان میں سے جو مدارس میرے ذہن میں آئے، ان کا تذکرہ کر دیا ہے۔ سب سے مفصل تذکرہ جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کا ہے۔ مدارس کے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے، اپنی ذاتی معلومات اور یادداشتوں کی روشنی میں لکھا ہے۔ بعض مدارس کے ارباب اہتمام کو میں نے خطوط لکھے لیکن کسی نے جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے سوچا جب کوئی شخص خط کا جواب ہی نہیں دیتا تو مجھے خطوط پر وقت ضائع کرنے اور اپنی گرہ سے پیسے خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ میرے خط کے جواب میں حافظ ریاض احمد عاقب (مدرس مرکز ابن القاسم الاسلامیہ) نے ملتان کے مدارس کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔ نہایت افسوس ہے بعض بلکہ ہمارے اکثر علمائے کرام کو خط کا جواب دینے کی بھی عادت نہیں ہے۔ جو شخص مجھ پر کسی قسم کا احسان کرتا اور مجھ سے تعاون کرتا ہے، وہ مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ میں اس کے احسان یا تعاون کا بدلہ دے سکوں یا نہ دے سکوں، لیکن اسے بھولتا نہیں۔

بہر حال تینتیس (۳۳) ابواب پر مشتمل اس کتاب کے ایک مستقل باب میں پاکستان کے موجودہ دور کے ان مدارس کا ذکر کیا گیا ہے جن کے متعلق میں تھوڑی بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلومات رکھتا ہوں، اور آخری باب میں ہندوستان کے مدارس اہل حدیث کا ذکر ہے۔ ہندوستانی مدارس کے تذکرے میں وہاں کے ممتاز عالم و مصنف مولانا عزیز الرحمٰن سلفی کی تصنیف ''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخری دو ابواب کے مطالعہ سے قارئین کو پتا چلے گا کہ ہندوستان کی جماعت اہل حدیث تدریسی خدمات میں پاکستان سے بہت آگے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصنیفی خدمات میں بھی وہاں کی جماعت ہم سے بازی لے گئی ہے۔ اس کے اہل قلم عربی، اردو، ہندی، انگریزی ہر زبان میں لکھتے ہیں۔ میں ان سے عرض کروں گا کہ کاموں کے ہجوم سے کبھی انھیں فرصت ملے تو ہمارے لیے بھی دعا فرمائیں۔

بہرکیف میں نے اپنی دانست میں برصغیر کی جماعت اہل حدیث کے تنظیمی معاملات کی صراحت بھی کردی ہے اور اس کے مدارس کی تاریخ بھی حوالۂ قرطاس کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کوشش میں، میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں، اس کا فیصلہ خوانندگانِ محترم ہی کریں گے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو توفیق دی، میں نے کردیا۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلیّ العظیم .

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث پر عمل کرنے اور اسلافِ کرام کے نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاربّ العالمین

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی، ساندہ، لاہور

۱۶۔ فروری ۲۰۱۰ء

یکم ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

متحدہ ہند میں اہل حدیث کی تنظیم اور اس کے جلسے

تقسیم ملک سے قبل کا ہندوستان گیارہ صوبوں پر مشتمل تھا اور اس میں چالیس کروڑ انسان آباد تھے۔ تقریباً بیس کروڑ ہندو، دس کروڑ مسلمان، سات کروڑ اچھوت، پچاسی لاکھ کے قریب سکھ اور دو کروڑ پارسی اور عیسائی وغیرہ۔

مسلمانوں کی زیادہ تعداد صوبہ سرحد، موجودہ بلوچستان (اس وقت یہ صوبہ نہیں تھا) سندھ، پنجاب، بنگال اور آسام میں تھی۔ بہار، یوپی، دہلی، گجرات اور بمبئی وغیرہ میں اگرچہ مسلمان کم تعداد میں تھے، تاہم مجموعی اعتبار سے اپنا خاص اثر رکھتے تھے، اور بعض مقامات پر اکثریت میں تھے۔ سی پی، کرناٹک اور مدراس وغیرہ کے علاقوں میں اس سے بھی کم تعداد میں تھے، لیکن وہاں بھی ان کی آواز کو اہمیت حاصل تھی اور ان کے کاروبار کے حلقے دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

دس کروڑ مسلمانوں میں خالص مسلک اہل حدیث کے حاملین کی صحیح تعداد کا اندازہ لگانا تو مشکل ہے، تاہم آثار بتاتے ہیں کہ ایک کروڑ کے لگ بھگ ضرور ہوں گے۔ ''آثار'' کا مطلب ہے ان کے مدارس، مساجد، مطابع، اخبارات اور علما کے حلقہ ہائے وعظ و تبلیغ جنھیں شمار میں لانا ممکن نہیں۔ جن صوبوں (یعنی سرحد، بلوچستان اور سندھ) میں مسلمان بہت بڑی اکثریت میں تھے، ان میں اہل حدیث کی تعداد کم تھی۔ دہلی، پنجاب اور یوپی کے متعدد اضلاع میں اہل حدیث کثیر تعداد میں آباد تھے اور ان علاقوں کے بہت سے مقامات میں ان کے تدریسی اور تبلیغی مراکز قائم تھے۔ بنگال کے بھی اکثر بلاد و قصبات اور دیہات میں اس مسلک کے حاملین خاصی تعداد میں اقامت گزیں تھے اور ان کے اثرات کی حدود بڑی وسیع تھیں۔ ان کے چھوٹے بڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دارالعلوم بھی اس نواح میں قائم تھے۔ نیپال کا علاقہ بھی برصغیر کا حصہ ہے، وہاں بھی اہل حدیث موجود تھے۔ اب تو ماشاء اللہ ان کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام

یہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ قبل کی بات ہے کہ ۲۲، ۲۳ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ہندوستان کے صوبہ بہار کے شہر آرہ میں وہاں کے مدرسہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا، جس میں ہندوستان کی جماعت اہل حدیث کے بہت سے علمائے کرام اور مقررینِ عالی مقام نے شرکت کی۔ اسی جلسے کے موقعے پر ملک کے مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے اہل حدیث حضرات کو تنظیم کی سِلک میں منسلک کرنے کے لیے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام عمل میں آیا۔ یہ جماعت اہل حدیث کی ایک موثر تنظیم تھی، جس میں متحدہ ہندوستان کے وہ تمام اہل حدیث اکابر شامل تھے جو علم و عمل اور تقویٰ و صالحیت کے اعتبار سے نہایت اونچے مقام پر فائز تھے اور ان کی آواز کو ہر حلقے میں پذیرائی حاصل تھی۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی شہرت دیار ہند سے نکل کر دیارِ عرب تک پہنچی اور اس سے تعلق رکھنے والے ہر عالم کو ہر طبقۂ فکر میں اعزاز کا مستحق گردانا گیا۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اولیں صدر حضرت مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کو بنایا گیا تھا، جو اپنے خداداد فضل و کمال کی بنا پر استاذ الاساتذہ کے بلند مرتبے پر فائز تھے۔ انھوں نے ۲۱۔ صفر ۱۳۳۷ھ (۲۲۔ نومبر ۱۹۱۸ء) کو اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کا سفر کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

ناظم اعلیٰ حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کو منتخب کیا گیا تھا، جن کے تصنیفی، صحافتی، مناظراتی اور فکری و عملی کمالات کی فہرست بڑی وسیع ہے۔ انھوں نے ہر محاذ پر اسلام کا دفاع کیا اور ہر اسلوب اور ہر رنگ میں مخالفین کو شکست دی۔ اس عظیم المرتبت شخصیت نے ۱۵۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔ غفرہ اللہ تعالیٰ

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کو ملک میں متعارف کرانے اور مختلف مقامات میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی تنظیمیں قائم کرنے کے لیے ایک وفد ترتیب دیا گیا تھا جو تین جلیل القدر شخصیتوں پر مشتمل تھا۔ ان میں ایک بزرگ حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی تھے، جن کی فضیلت علمی اور فہم و فراست کو ہر ذی علم نے خراج تحسین ادا کیا۔ اس مردِ جلیل نے جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ (اپریل ۱۹۱۹ء) کو جنت کی راہ لی۔

اس وفدِ ذی قدر کے دوسرے رکن حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی تھے، جو مفسر قرآن، عظیم مصنف اور بلند آہنگ خطیب تھے۔ ان کا سانحہ ارتحال ۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ (۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء) کو پیش آیا۔

اس تنظیمی وفد کے تیسرے رکن آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے، جن کا تذکرہ ابھی گزشتہ سطور میں ہوا۔

کانفرنس کے سالانہ جلسے

تقسیم ملک سے قبل مختلف شہروں میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سالانہ جلسوں کے انعقاد کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ متحدہ ہندوستان کے مندرجہ ذیل مقامات میں اس کے چوبیس سالانہ جلسے منعقد ہوئے۔ عیسوی اور قمری تواریخ و سنین اور صدور کے اسمائے گرامی کے ساتھ اس کی تفصیل اس طرح ہے:

① ...... دہلی: ۶، ۵ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ   ۲۴، ۲۵ فروری ۱۹۱۲ء

حاجی شمس الدین   صدر

② ...... امرتسر: ۵، ۶، ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ   ۱۴، ۱۵، ۱۶ مارچ ۱۹۱۳ء

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی   صدر

③ ...... پشاور: ۲۹، ۳۰ ربیع الثانی یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ۔ ۲۷، ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۱۴ء

ارباب عبدالرؤف خاں رئیس پشاور   صدر

④ ...... علی گڑھ: ۲۶، ۲۷، ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ   ۱۳، ۱۴، ۱۵/ مارچ ۱۹۱۵ء

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی   صدر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑤...... بنارس: ۲۰، ۲۱، ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ ۲۵، ۲۶، ۲۷ فروری ۱۹۱۶ء

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صدر

⑥...... کلکتہ: ۱۴، ۱۵، ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ ۹، ۱۰، ۱۱ مارچ ۱۹۱۷ء

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صدر

⑦...... مدراس: ۲۱، ۲۲، ۲۳ رجب ۱۳۳۶ھ ۳، ۴، ۵ مئی ۱۹۱۸ء

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری صدر

⑧...... کان پور: ۹، ۱۰، ۱۱ رجب ۱۳۳۷ھ ۱۱، ۱۲، ۱۳/ اپریل ۱۹۱۹ء

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صدر

⑨...... ملتان: ۱۸، ۱۹، ۲۰ رجب ۱۳۳۸ھ ۹، ۱۰، ۱۱/ اپریل ۱۹۲۰ء

مولانا عبدالرحمٰن ممبر کونسل ریاست بہاول پور صدر

⑩...... دہلی: ۱۹، ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ ۹، ۱۰ دسمبر ۱۹۲۲ء

مولانا سید ابوالحسن نبیرہ حضرت میاں صاحب صدر

⑪...... گوجراں والا: ۷، ۸، ۹ شعبان ۱۳۴۲ھ ۱۴، ۱۵، ۱۶/ مارچ ۱۹۲۴ء

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صدر

⑫...... لہریا سرائے (دربھنگہ): ۲۴، ۲۵، ۲۶ شعبان ۱۳۴۳ھ ۲۰، ۲۱، ۲۲ مارچ ۱۹۲۵ء

مولانا سید ابوالحسن نبیرہ حضرت میاں صاحب صدر

⑬...... چھپرہ: ۱۹، ۲۰، ۲۱ شعبان ۱۳۴۴ھ ۵، ۶، ۷ مئی ۱۹۲۶ء

اس جلسے کا کوئی صدر نہیں تھا۔ مختلف اجلاسوں کے مختلف صدر تھے۔

⑭...... مئو ناتھ بھنجن: ۸، ۹، ۱۰ شعبان ۱۳۴۵ھ ۱۱، ۱۲، ۱۳/ فروری ۱۹۲۷ء

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری صدر

⑮...... آگرہ: ۷، ۸، ۹ شوال ۱۳۴۶ھ ۳۰، ۳۱ مارچ و یکم اپریل ۱۹۲۸ء

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری صدر

⑯...... ملتان: ۱۲، ۱۳، ۱۴ شوال ۱۳۴۷ھ ۲۴، ۲۵، ۲۶ مارچ ۱۹۲۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صدر

⑰...... پٹنہ: ۲۴، ۲۵، ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۵۰ھ ۶، ۷، ۸ نومبر ۱۹۳۱ء

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی صدر

⑱...... چھپرہ: ۱۹، ۲۰، ۲۱ شعبان ۱۳۵۲ھ ۸، ۹، ۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء

مولانا ثناء اللہ امرتسری صدر

⑲...... دہلی: ۱۷، ۱۸، ۱۹ شعبان ۱۳۵۴ھ ۱۵، ۱۶، ۱۷ نومبر ۱۹۳۵ء

اس جلسے کے مختلف اجلاسوں کے مختلف صدر تھے۔

⑳...... شکراوہ: ۱۱، ۱۲، ۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۲۲، ۲۳، ۲۴ مئی ۱۹۳۷ء

مولانا محمد جوناگڑھی دہلوی صدر

㉑...... فتح گڑھ چوڑیاں (ضلع گورداس پور): ۱۶، ۱۷، ۱۸ صفر ۱۳۵۷ھ، ۷، ۸، ۹ اپریل ۱۹۳۹ء مولانا عبدالقادر قصوری۔ صدر۔

㉒...... آرہ: ۲۸، ۲۹، ۳۰ شوال ۱۳۵۹ھ ۲۹، ۳۰ نومبر کیم دسمبر ۱۹۴۰ء

مولانا ثناء اللہ امرتسری صدر

㉓...... مئوائمہ: ۲۶، ۲۷، ۲۸ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ ۲، ۳، ۴/ اپریل ۱۹۴۳ء

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی صدر

㉔...... دہلی: ۱۲، ۱۳، ۱۴/ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ ۷، ۸، ۹ مارچ ۱۹۴۴ء

مولانا ثناء اللہ امرتسری صدر

متحدہ ہندوستان میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے چوبیس جلسے منعقد ہوئے۔ دہلی کا یہ جلسہ متحدہ ہندوستان میں کانفرنس کا آخری جلسہ تھا۔ مجھے صرف ایک جلسے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، وہ ہے اکیسواں سالانہ جلسہ جو فتح گڑھ چوڑیاں (ضلع گورداس پور، مشرقی پنجاب) میں ۷، ۸، ۹/ اپریل ۱۹۳۹ء کو بہ صدارت مولانا عبدالقادر قصوری منعقد ہوا تھا۔ اس جلسے میں مذاہب کانفرنس بھی ہوئی تھی، جس کا عنوان تھا "میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے۔" یہ کانفرنس مولانا ثناء اللہ امرتسری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرحوم و مغفور کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی۔ اس مذاہب کانفرنس کی مجھے صرف اتنی بات یاد ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد حنیف ندوی نے تقریر کی تھی اور ایک مقرر آریہ سماج کے تھے، جنھوں نے پیلی دھوتی باندھ رکھی تھی۔ کسی اور مذہب کے مقرر کا پتا نہیں۔ اس زمانے میں مذہبی کانفرنسوں کے انعقاد کا رواج تھا۔ میں اس قسم کی بعض کانفرنسوں میں شریک ہوا ہوں۔ فتح گڑھ چوڑیاں کی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے وقت میری عمر تیرہ چودہ سال کی تھی۔

کانفرنس کے جلسے متعدد اصحاب کمال کی صدارت میں منعقد ہوئے، جن میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا قاضی محمد سلیمان منصوری پوری اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

تقسیم ملک کے ساڑھے نو سال بعد آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس مورخہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ جنوری ۱۹۵۷ء (منعقدہ پھاٹک حبش خاں دہلی) میں اس کا نام بدل کر اسے ''مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ پھر ہندوستان کے مختلف مقامات میں اس کے سالانہ جلسے منعقد ہونے لگے۔ اس کی اٹھائیسویں سالانہ کانفرنس ۲۱، ۲۲، ۲۳ محرم ۱۴۲۵ھ (۱۳، ۱۴، ۱۵ مارچ ۲۰۰۴ء) کو پاکوڑ (جھارکھنڈ) میں منعقد ہوئی، جس کی تفصیلات موقر ماہنامہ ''محدث'' (بنارس) کی خصوصی اشاعت (اپریل تا جون ۲۰۰۴ء) میں بیان کی گئی تھیں۔ کانفرنسیں اس سے پہلے بھی ہوئیں اور بعد میں بھی ہوئیں، لیکن اس کا ذکر میں نے خاص طور سے اس لیے کیا ہے کہ اس میں متعدد حضرات نے مقالے پڑھے تھے جو ماہنامہ ''محدث'' میں شائع ہوئے۔ مقالے خالص علمی اور حالات حاضرہ کے مسائل پر مشتمل تھے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں، برصغیر کی جماعت اہل حدیث کے جلسوں کی تاریخ میں مقالہ خوانی کا یہ سلسلہ پہلی دفعہ ہوا تھا۔ ان مقالوں میں سے بعض مقالے ماہنامہ ''محدث'' (بنارس) کے حوالے سے پاکستان کے بعض دیوبندی مسلک کے ماہناموں میں شائع ہوئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہاں کے اہل حدیث رسائل و جرائد کے ایڈیٹروں کو شاید ان مقالات کا کچھ پتا نہ تھا۔ اسی لیے اہل حدیث کے کسی ہفت روزے یا ماہنامے میں کوئی مقالہ شائع نہیں ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ پاکستان کے اہل حدیث علمائے کرام کو بھی اپنی سالانہ کانفرنسوں میں خالص علمی تقریریں کرنے اور تحقیقی مقالے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پاکوڑ کانفرنس کے موقعے پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ایک عظیم خدمت یہ انجام دی کہ ایک ''یادگار مجلّہ'' شائع کیا جو بڑے سائز کے ساڑھے چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اگرچہ اس میں بعض تسامحات ہیں، کچھ تاریخی اغلاط بھی ہیں، تاہم اسے برصغیر کی جماعت اہل حدیث کی علمی، تدریسی، تصنیفی، دعوتی اور تنظیمی مساعی کے سلسلے کی ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ مجلّہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلیٰ اور اخبار ''ترجمان'' (دہلی) کے چیف ایڈیٹر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے اہتمام میں چھپا اور اس کی ترتیب میں ان کی معاونت جناب خالد حنیف صدیقی فلاحی نے کی۔ اس عظیم خدمت پر اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔

انجمن اہل حدیث پنجاب

انجمن اہل حدیث پنجاب کا تذکرہ کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ آل اہل حدیث کانفرنس سے پانچ سال پہلے ۱۹۰۱ء میں پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد محترم منشی فضل الدین کے مکان پر لاہور کے اہل حدیث حضرات جمع ہوئے اور انھوں نے ''حلقہ احباب اہل حدیث'' کے نام سے اپنی تنظیم قائم کی۔ پھر ۱۹۰۶ء میں اسی ''حلقہ احباب اہل حدیث'' کو ''مجلس اہل حدیث'' کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ بعد ازاں انھی حضرات نے ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو ایک اجلاس بلایا اور اپنی اس تنظیم کا نام ''انجمن اہل حدیث لاہور'' رکھ لیا۔ یعنی لاہور میں جماعت اہل حدیث کی تنظیم کا سلسلہ محدود سے پیمانے پر ۱۹۰۱ء میں شروع ہوا۔ پھر یہ سلسلہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب آگے چلیے!

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے قیام کے بعد پنجاب میں اہل حدیث انجمنوں کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا۔ مختلف مقامات میں انجمنیں قائم کی گئیں۔ ان انجمنوں کے قیام میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کی مساعی خاص طور سے کارفرما تھیں۔ جب یہ سلسلہ پورے پنجاب میں پھیل گیا تو ۱۹۲۰ء میں ''صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی، جو پورے پنجاب کے اہل حدیث حضرات کی نمائندہ جماعت تھی اور تمام مقامات کی مقامی انجمنیں ''انجمن پنجاب'' کے ماتحت تھیں۔ انجمن پنجاب کے اولین صدر مولانا عبدالقادر قصوری (متوفی ۱۶ نومبر ۱۹۴۲ء) کو منتخب کیا گیا تھا اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری بنائے گئے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۹۲۸ء تک آٹھ سال چلا۔ ۱۹۲۸ء میں نئے عہدے داروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ اب ''صدر انجمن اہل حدیث پنجاب'' کی صدارت کے لیے قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری (متوفی ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء) منتخب کیے گئے اور ناظم اعلیٰ کے لیے مولانا عبدالمجید سوہدروی (متوفی ۶ نومبر ۱۹۵۹ء) کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

پنجاب کی تمام اہل حدیث انجمنوں کا تعلق انجمن اہل حدیث پنجاب سے تھا اور پنجاب کی انجمن اہل حدیث آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے ملحق تھی۔ یہ ایک تسلسل تھا، جو نیچے سے اوپر تک چلا گیا تھا اور پورے ہندوستان کی جماعت کے استحکام کا ثبوت۔

جماعت اہل حدیث کا یہ سلسلہ تقسیم ملک تک قائم رہا۔ ملک کی تمام مذہبی جماعتوں اور مسلکی حلقوں میں اس سلسلے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور خیبر سے لے کر راس کماری تک اس کی آواز گونجتی تھی۔ چھوٹے بڑے مختلف مقامات پر اس کے تبلیغی جلسے منعقد ہوتے تھے، جن میں علمائے کرام تقریریں کرتے اور کثیر تعداد میں دور دراز علاقوں سے آکر لوگ ان کے مواعظ سنتے اور اثر پذیر ہوتے تھے۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مبلغین

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بہت سے باقاعدہ مبلغ تھے، جو مختلف علاقوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جا کر کتاب و سنت کی روشنی میں لوگوں کو ضروری مسائل سے آگاہ کرتے تھے۔ سرحد، پنجاب، بلتستان، یو پی، بہار، بنگال، مدراس، گجرات اور آسام وغیرہ کے تمام علاقوں میں ان مبلغین کی تقاریر و مواعظ کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ کانفرنس کی طرف سے ان حضرات کی ماہانہ مالی خدمت کی جاتی تھی۔ قیام پاکستان تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ لاہور میں شیش محل روڈ پر صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اس عہد کے کئی مبلغ مختلف اوقات میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لائے اور مولانا نے ان سے میرا تعارف کرایا۔ وہ حضرات اپنے دور کے پرانے مرحومین علمائے اہل حدیث کا والہانہ انداز میں تذکرہ کیا کرتے تھے۔ ان کے علم و عمل اور فضل و کمال کے واقعات بیان کرتے ہوئے بسا اوقات ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ افسوس ہے ان کے واقعات بیان کرنے والے یہ مبلغینِ جماعت بھی عرصہ ہوا سفرِ آخرت پر روانہ ہو چکے ہیں۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے جو مبلغ صوبہ پنجاب سے تعلق رکھتے تھے، ان میں ایک عالم دین سید عبدالرحیم شاہ مکھوی تھے، جو ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے موضع "مکھو" کے رہنے والے تھے۔ مشہور واعظ اور مناظر تھے۔ پاکستان کی جماعت اہل حدیث کے ممتاز رہنما سید حبیب الرحمان شاہ بخاری مرحوم (متوفی ۱۸۔ اپریل ۲۰۰۰ء) کے جدّ امجد تھے۔ ۱۹۳۲ء میں فوت ہوئے۔ ایک مبلغ حافظ گوہر دین تھے، جو پنجابی کے شاعر تھے۔ بہت اچھا وعظ کہتے تھے۔ ضلع شیخوپورہ کے ایک قصبے بچیکی میں سکونت پذیر تھے۔ وہ لاہور میں شیش محل روڈ پر جمعیت اہل حدیث اور "الاعتصام" کے دفتر تشریف لایا کرتے تھے۔

علاقہ بلتستان میں بھی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے مبلغ مقرر کیے گئے تھے، وہ تھے: مولانا محمد جان اور مولانا عبدالقادر یوگوی۔ اس کا تذکرہ مجلّہ "التراث" غواڑی کے شمارہ بابت جنوری تا جون ۲۰۰۳ء اور شمارہ جولائی تا دسمبر ۲۰۰۴ء میں کیا گیا ہے۔ کانفرنس کے ایک مبلغ کا نام حافظ محمد ابراہیم تھا۔ یہ بھی پنجابی تھے، لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ دارالحدیث رحمانیہ کے فارغ التحصیل تھے اور دہلی کی مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری تھے۔ بلتستانی مبلغین کا تذکرہ کسی قدر تفصیل سے میں نے اپنی کتاب ''گلستانِ حدیث'' میں کیا ہے۔

تقسیم ملک کے بعد

ہندوستان کی تقسیم کے نتیجے میں پاکستان کے نام سے جو اسلامی ملک نقشہ عالم پر ابھرا، وہ دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک حصہ مشرقی پاکستان کہلاتا تھا، دوسرے حصے کو مغربی پاکستان کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ ان دونوں حصوں کے درمیان کم وبیش پندرہ سو میل کا طویل فاصلہ تھا۔

مغربی بنگال، آسام اور بہار وغیرہ کے بہت سے اہل حدیث ترک وطن کر کے مشرقی پاکستان کے مختلف علاقوں میں جا بسے تھے۔ ان کے وہاں جانے سے پہلے خود مشرقی پاکستان میں بھی اہل حدیث خاصی تعداد میں آباد تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں ''جمعیت اہل حدیث بنگال و آسام'' کے نام سے اس علاقے کی جماعت کی تنظیم قائم ہوگئی تھی، جس کے صدر مولانا عبداللہ الکافی کو منتخب کیا گیا تھا۔ مولانا ممدوح اپنے عہد کی معروف شخصیت تھے۔ علمی اور مسلکی اعتبار سے بھی اور سیاسی لحاظ سے بھی۔ انھوں نے ۴ جون ۱۹۶۰ء کو وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

تقسیم ملک سے قبل دہلی کے دینی مدارس

برصغیر کے مسلمانوں کو قیام پاکستان کی بے حد قیمت ادا کرنا پڑی، لیکن اس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ قیام پاکستان کے زمانے میں دہلی اور مشرقی پنجاب میں اہل حدیث کے ساتھ کیا بیتی......؟ ان کے اصحابِ علم پر کیا مظالم ڈھائے گئے اور ان کے تدریسی ادارے کس ویرانی سے دوچار ہوئے......؟

پہلے دہلی

تقسیم ملک کے زمانے میں مشرقی پنجاب کے اہل حدیث جس تباہی کا شکار ہوئے، اس کا تذکرہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے مدارس پر ایک نظر ڈالی جائے اور بتایا جائے کہ وہ کتنی تعداد میں تھے اور ان پر کیا گزری......؟

کسی زمانے میں صرف دہلی شہر کے مدارسِ اہل حدیث کی تعداد سولہ تھی، جن کا ذکر اختصار کے ساتھ درجِ تحت سطور میں کیا جاتا ہے۔

(۱)...... مدرسہ رحیمیہ

یہ مدرسہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم دہلوی نے ۱۱۱۲ھ (۱۷۰۰ء) کے پس و پیش دہلی کے علاقے ''مہدیاں'' میں قائم کیا تھا۔ اس کے قیام کے وقت اس کا کوئی نام نہیں رکھا گیا تھا۔ بعد میں اس کے بانی شاہ عبدالرحیم کے نام کی مناسبت سے اسے مدرسہ رحیمیہ کہا جانے لگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزندان گرامی شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالغنی اور دیگر بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مشاہیر اہل علم نے اس مدرسے میں تحصیلِ علم کی۔

مغل حکمران محمد شاہ نے جس کو بدنام کرنے کے لیے انگریزوں نے ''رنگیلا'' مشہور کیا، اس مدرسے کے لیے دہلی کے کلاں محل میں خاصا وسیع رقبہ عطا کر دیا تھا۔ چنانچہ یہ مدرسہ مہدیوں سے کلاں محل منتقل ہو گیا تھا۔ ہند اور بیرونِ ہند کے سیکڑوں علما و طلبا نے اس مدرسے میں تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے دہلی پر قبضے کے ساتھ ہی یہ مدرسہ بند ہو گیا۔

(۲)...... مدرسہ اکبر آبادی

یہ مدرسہ پانچویں مغل حکمران شاہ جہاں کی بیگم اعزاء النساء نے ۱۰۹۰ھ (۱۶۸۰ء) میں مسجد اکبر آبادی میں قائم کیا تھا۔ اس میں حضرت شاہ عبدالقادر اور ان کے بعد ان کے بڑے بھائی شاہ رفیع الدین پڑھاتے رہے۔ اس مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے والے اکابر علما میں حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور سیّد احمد شہید شامل ہیں۔ یہ مسجد انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں منہدم کر دی تھی اور یہ مدرسہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ اس مسجد کے انہدام پر مرزا غالب نے طنزیہ انداز میں لکھا تھا ''کشمیر کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہو گئی، سڑک کی وسعت دو چند ہو گئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں۔''

(۳)...... مدرسہ پنجابی کٹرہ

یہ مدرسہ مسجد اورنگ آبادی واقع پنجابی کٹرہ میں جاری تھا اور یہ مسجد چھٹے مغل حکمران اورنگ زیب عالم گیر کی بیوی اورنگ آبادی بیگم نے ۱۷۰۳ء کے لگ بھگ تعمیر کرائی تھی۔ اس مدرسے میں شاہ عبدالقادر دہلوی اور حضرت مولانا عبدالخالق (خسر حضرت میاں سید نذیر حسینؒ دہلوی) طلبا کو پڑھاتے رہے۔ حضرت سید عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول (ساکن قلعہ میہاں سنگھ) حضرت حافظ محمد لکھوی، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی اور دیگر بہت سے اعاظم رجال نے یہاں تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے یہ مسجد بھی منہدم کر دی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دہلی میں اہل حدیث کے یہ تین مدرسے تو وہ ہیں جو ۱۸۵۷ء میں ختم ہوئے۔ اب اس شہر کے ان مدرسوں کی طرف آیئے جو اس سے ۹۰ سال بعد ۱۹۴۷ء کی نذر ہوئے۔

(۴)...... مدرسہ میاں صاحب

یہ مدرسہ حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۸۵۷ء میں مدرسہ پنجابی کٹرہ کے ختم ہونے کے بعد اورنگ آبادی بیگم کی بنائی ہوئی ایک اور مسجد میں جاری کیا تھا۔ یہ مسجد دھوبی کٹرہ پھاٹک حسین خان کے اندر تھی۔ مدرسہ چونکہ حضرت میاں صاحب نے قائم کیا تھا، اس لیے ''مدرسہ میاں صاحب'' کے نام سے موسوم اور مشہور ہوا۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۲ء (میاں صاحب کی وفات) تک اس مدرسے میں بے شمار بزرگانِ دین نے اکتسابِ علم کیا۔ میاں صاحب کے عازمِ فردوس ہونے کے بعد جن حضرات علما نے یہاں فرائض تدریس انجام دیے، ان میں مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا محمد یونس پرتاب گڑھی دہلوی، مولانا محمد اسحاق منطقی، مولانا عبید اللہ ٹونکی، مولانا محمد عثمان شاہ جہان پوری اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔ یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کی نذر ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد حالات کچھ اعتدال پر آئے تو مولانا ابوالکلام آزاد کی کوشش سے پھر ''مدرسہ میاں صاحب'' کے نام سے اس کا اجرا عمل میں آیا۔

(۵)...... مدرسہ حاجی علی جان

دہلی کا ایک اہل حدیث خاندان ''حاجی علی جان'' کے نام سے مشہور ہے۔ صالحیت، امانت داری اور سخاوت کے اعتبار سے اس خاندان کو دہلی کے ہر طبقۂ فکر کے لوگوں میں شہرت حاصل تھی۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں میں بھی اس خاندان کے افراد کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ۱۸۹۲ء (۱۳۰۹ھ) میں انھوں نے کوچہ خان چند (متصل گھنٹا گھر چاندنی چوک) میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا جو مدرسہ حاجی علی جان کے نام سے مشہور ہوا۔ طلبا کے قیام و طعام کا بہت اچھا انتظام تھا۔ مختلف اوقات میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مدرسے میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی دہلوی، مولانا احمد مہاجر مدنی، مولانا محمد یونس پرتاب گڑھی دہلوی اور مولانا عبدالسلام بستوی ایسے اکابر اصحاب علم خدمت تدریس انجام دیتے رہے۔ دہلی کا یہ ایک معروف مدرسہ تھا، جو ۱۹۴۷ء کے فسادی دور میں ختم ہوگیا۔

(۶)...... مدرسہ دارالہدیٰ

یہ مدرسہ دہلی کے علاقہ کش گنج میں قائم تھا۔ اس کے مدرسین کی فہرست میں مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا بشیر الدین اٹاوی، مولانا الٰہی بخش پنجابی، مولانا محمد اسحاق راجشاہی بنگالی ایسے حضرات کے نام شامل ہیں۔ یہ مدرسہ بھی ۱۹۴۷ء میں بند ہوگیا۔

(۷)...... مدرسہ دارالسلام

یہ مدرسہ مسجد کلاں صدر بازار میں حاجی محمد عمر نے جاری کیا تھا اور وہی اس کے ناظم تھے۔ کسی زمانے میں مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا حاکم علی پنجابی، مولانا عبدالحنان علوی، مولانا عبیداللہ پیغمبر پوری اور مولانا عبیداللہ ٹونکی ایسے ممتاز مدرس یہاں خدمت تدریس پر مامور رہے۔ یہ مدرسہ بھی ۱۹۴۷ء کے فسادات کی بھینٹ چڑھ گیا۔

(۸)...... دارالحدیث رحمانیہ

یہ دہلی کا ایک مثالی مدرسہ تھا، جو حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب سے دہلی کے دو اصحابِ ثروت بھائیوں شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمان نے ۱۹۲۱ء میں جاری کیا تھا۔ جدید طرز کی ایک بڑی عمارت میں یہ مدرسہ قائم کیا گیا تھا۔ تھوڑے عرصے میں پورے ہندوستان میں اس کی شہرت پھیل گئی تھی۔ اس مدرسے میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، حضرت حافظ محمد گوندلوی، مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی دہلوی، مولانا محمد سورتی، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، مولانا عبدالرحمٰن نگرنہسوی، مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری، مولانا نذیر احمد املوی رحمانی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبیدالرحمٰن مبارک پوری جیسے بڑے بڑے اہل علم نے تدریسی خدمات سرانجام دیں اور مولانا عبیداللہ رحمانی، مولانا عبدالحلیم ناظم، مولانا عبدالغفار حسن، مولانا نذیر احمد رحمانی ایسے جلیل القدر حضرات نے اس میں تعلیم حاصل کی۔ اس مدرسے نے صرف چھبیس سال عمر پائی۔ اگست ۱۹۴۷ء کے فسادات نے اس عظیم الشان دارالعلوم کی جان نکال دی۔ اس کا بہت بڑا کتب خانہ دہلی کی جامعہ ملیہ میں منتقل کر دیا گیا تھا اور عمارت میں شفیق میموریل سینئر اسکینڈری سکول کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم ہوا۔ یہ ادارہ اگرچہ اہل حدیث کے ہاتھ سے نکل گیا، تاہم اللہ کا شکر ہے کہ مسلمانوں کے قبضے میں رہا اور اس کا مصرف بھی تعلیم و تدریس قرار پایا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے دارالحدیث رحمانیہ کو بچانے کی بہت کوشش کی۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ جماعت اہل حدیث کے قبضے میں رہے اور پہلے کی طرح اس میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہو۔ ان کی کوشش سے مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی نے ایک کمرے میں تدریس کا آغاز بھی کر دیا، لیکن اس زمانے میں نہ جماعت اہل حدیث حرکت میں آئی، نہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میدان میں نکلی، نہ دارالحدیث رحمانیہ کے بانیوں کے اخلاف نے اس کو زندہ رکھنے کے لیے کوئی کردار ادا کیا۔ تنہا مولانا تقریظ احمد سہسوانی اس پرفتن دور میں کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ عظیم دارالحدیث جماعت کے قبضے سے نکل گیا۔

(۹)...... مدرسہ رشیدیہ

یہ مدرسہ حاجی عبدالرشید چمڑے والے نے اجمیری گیٹ کی مسجد اہل حدیث میں قائم کیا تھا۔ بعد میں اس میں مولانا محمد جوناگڑھی دہلوی تعلیم دینے لگے تو اس کا نام مدرسہ محمدیہ رکھ دیا گیا۔ مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی بھی کچھ عرصہ اس میں طلبا کو پڑھاتے رہے۔ اس مدرسے کو بھی ۱۹۴۷ء نے کھا لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۰)...... مدرسہ سعیدیہ

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی نے ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) میں یہ مدرسہ پل بنگش میں ایک مسجد میں قائم کیا تھا۔ مولانا ممدوح جید عالمِ دین اور ممتاز مدرس تھے۔ اس مدرسے میں وہ خود بھی فریضہ تدریس سرانجام دیتے تھے۔ ان کے علاوہ مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی اور مولانا عبداللہ بستوی بھی اس میں مدرس رہے۔ ۱۹۴۷ء میں اس مدرسے نے بھی دم توڑ دیا۔

(۱۱)...... مدرسہ جامع اعظم

یہ مدرسہ ۱۹۳۵ء میں محلّہ بلّی ماراں میں ایک بزرگ عبدالحق تیزاب والے نے قائم کیا تھا۔ اس پر کئی دور آئے۔ ۱۹۷۲ء تک اس میں تھوڑا بہت سلسلہ تدریس جاری رہا۔ اب معلوم نہیں کیا حال ہے۔

(۱۲)...... مدرسہ فیاضیہ

یہ مدرسہ بیری والے باغ کی ایک مسجد میں دہلی کے مشہور مخیّر بزرگ حافظ حمید اللہ مرحوم کے بھائی حاجی فیاض الدین نے جاری کیا تھا۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے اس میں عربی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ پھر سرکاری سکولوں میں اردو کی تعلیم کا سلسلہ بہت کم ہو گیا تو اس میں محلے کے بچوں کے لیے اردو کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ وہاں کے حالات کے مطابق اردو کی تعلیم بھی ضروری ہے اور یہ مدرسہ اس سلسلے میں بہتر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

(۱۳)...... مدرسہ زبیدیہ

دہلی کا ایک بہت مشہور مدرسہ "مدرسہ زبیدیہ" کے نام سے موسوم تھا، جس میں حضرت مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی دہلوی اور مولانا عبدالحنان علوی (مدیر اہل حدیث گزٹ) ایسے ممتاز علما، طلبا کو پڑھاتے رہے۔ اس کے فارغ التحصیل حضرات کو زبیدی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نسبت سے پکارا جاتا تھا۔ یہ مدرسہ نواب گنج کی ایک مسجد میں قائم تھا، جو ۱۹۴۷ء میں اجڑ گیا تھا۔ لیکن کئی سال بعد چھوٹے سے پیمانے پر پھر شروع کیا گیا۔

(۱۴)...... مدرسہ سبل السلام

دہلی کے ایک مخیّر بزرگ حاجی محمد عمر نے ''مدرسہ دارالسلام'' کے نام سے مسجد کلاں میں ایک مدرسہ جاری کیا تھا، جو ۱۹۴۷ء میں ختم ہو گیا تھا۔ انہی حاجی محمد عمر نے ''مدرسہ سبل السلام'' کے نام سے ایک مدرسہ پھاٹک حبش خاں میں جاری کیا۔ اس مدرسے میں ۱۹۴۷ء کے بعد بھی کسی نہ کسی طرح سلسلۂ تدریس جاری رہا۔ دیگر اساتذہ کے علاوہ نامور عالم مولانا عبدالرشید لداخی ندوی بھی اس مدرسے میں پڑھاتے رہے۔ تقسیم ملک کے تیس بتیس سال بعد مولانا عبدالرشید غواڑی (بلتستان) کے دارالعلوم میں آگئے تھے، وہیں ۱۳ دسمبر ۲۰۰۰ء کو وفات پائی۔

(۱۵)...... مدرسہ دارالکتاب والسنۃ

یہ مدرسہ ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی نے جاری کیا تھا۔ اس مدرسے میں جن مشاہیر علما نے تعلیم حاصل کی، ان میں مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا عبدالجلیل سامرودی اور مولانا محمد جوناگڑھی شامل ہیں۔ یہ مدرسہ اب بھی دہلی میں موجود ہے اور طلبا اس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس مدرسے کی تدریسی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع ہے اور اس میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی کوششوں سے مسلک اہل حدیث نے بڑا فروغ پایا۔

(۱۶)...... مدرسہ ریاض العلوم

اس مدرسے میں بہت سی عظیم شخصیتوں نے خدمت تدریس انجام دی اور بے شمار حضرات نے یہاں تعلیم حاصل کی۔ اس کے مدرسین کی فہرست میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالسلام بستوی، مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا سید تقریظ احمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سہسوانی اور مولانا عبدالمنان غازی پوری کے اسمائے گرامی شامل ہیں، جب کہ فارغ التحصیل بزرگان عالی مقام میں سے مولانا قاری احمد سعید بنارسی، مولانا محمد داؤد راز، مولانا عبدالوہاب آروی اور مولانا عبداللہ شائق مئوی ایسی شخصیات کے نام آتے ہیں۔ طویل عرصے تک اس کا اہتمام مولانا عبدالسلام بستوی کے ہاتھ میں رہا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے مولانا عبدالمنان بستوی اس کے ناظم و مہتمم ہوئے۔ پتا چلا ہے کہ یہ مدرسہ اچھی حالت میں قائم ہے۔ تقسیم ملک کے نتیجے میں اس پر زد تو پڑی، لیکن اللہ کے فضل سے پھر سنبھل گیا۔

گزشتہ سطور کا لب لباب یہ ہے کہ دہلی کے تین بڑے مدارسِ اہل حدیث تو ۱۸۵۷ء کے اس ہنگامے نے نگل لیے، جسے جنگ آزادی کہا جاتا ہے۔ ان مدارس کی موت انگریزوں کے ہاتھوں ہوئی۔ دس گیارہ مدرسے جو طویل مدت سے قائم اور اپنی جگہ مضبوطی سے جمے ہوئے تھے، ان کا خاتمہ اس حادثے سے ۹۰ سال بعد ۱۹۴۷ء میں تحریک پاکستان کے نتیجے میں ہندوؤں اور سکھوں کی ستم گرانہ یلغار سے ہوا۔

یہ صرف ایک دہلی شہر کا معاملہ ہے، جو کسی زمانے میں مسلمانوں کا تہذیبی گہوارہ اور اسلامی مرکز تھا۔ اب وہاں اہل حدیث کے تین یا چار مدرسے ہوں گے۔ وہ بھی خدا جانے کن حالات سے گزر رہے ہوں گے۔ لیکن باسٹھ برس قبل کے وقت کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ تین چار مدرسے بھی بسا غنیمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے منتظموں اور مدرسوں کو ثابت قدم رکھے اور جزائے خیر سے نوازے، آمین۔ ❶

---

❶ دہلی کے مدارس کے بارے میں یہ معلومات ہندوستان کے ممتاز عالم و مصنف مولانا عزیز الرحمٰن سلفی (استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس) کی تصنیف ''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' سے لی گئی ہیں۔ (صفحہ ۱۵ تا ۲۳) میرے سامنے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے جو اکتوبر ۱۹۸۴ء (صفر ۱۴۰۵ھ) میں چھپا۔ ناشر ہے: ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء جامعہ سلفیہ، بنارس، ہند۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

مشرقی پنجاب کے دینی مدارس

تقسیم ملک سے پہلے کا پنجاب (جسے متحدہ پنجاب کہنا چاہیے) دریائے اٹک سے شروع ہو کر دہلی تک کے وسیع و عریض علاقے کو گھیرے ہوئے تھا اور بڑے بڑے انتیس اضلاع پر مشتمل تھا۔ ان اضلاع میں مسلمانوں کے بے شمار مدرسے قائم تھے اور لاتعداد مسجدیں تھیں، جو نمازیوں سے بھری رہتی تھیں۔ لیکن ان سطور میں ہم صرف اہل حدیث کے دینی مدارس کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

متحدہ پنجاب میں اہل حدیث کے بہت سے مدارس قائم تھے جن میں بڑے بڑے مشہور اساتذہ تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ان مدارس کی صحیح تعداد بتانا ممکن نہیں۔

قیام پاکستان کے وقت پنجاب کے انتیس ضلعے دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ ایک حصہ مشرقی پنجاب کے نام سے موسوم ہوا اور ایک حصے کو مغربی پنجاب کہا جانے لگا۔ مشرقی پنجاب ہندوستان کو ملا جو بارہ ضلعوں پر محیط تھا اور مغربی پنجاب پاکستان کے قبضے میں آیا، جو اُس وقت سترہ اضلاع کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔

مشرقی پنجاب کے ہر شہر، ہر قصبے اور بے شمار دیہات میں اہل حدیث کی مسجدیں تھیں۔ بعض مقامات میں کئی کئی مسجدیں تھیں۔ بالعموم چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی ایک مسجد ضرور تھی، جس میں پانچ وقت اذان دی جاتی تھی اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے احکام لوگوں کو سنائے جاتے تھے۔ متعدد ضلعی اور تحصیلی مقامات میں دینی مدرسے قائم تھے۔ تمام دیہات میں ائمہ و خطبا بچوں کو مساجد میں قرآن پڑھاتے اور اسلامی تعلیم سے روشناس کراتے تھے۔ بعض دیہات میں بھی مدرسے جاری تھے اور مدرسین،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلبا کو علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے اور طلبا کا ہجوم ان کے اردگرد رہتا تھا۔ یہ باسٹھ سال قبل کی بات ہے۔ ذیل میں ان مدارس کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس وقت ذہن میں آ رہے ہیں۔ تمام مدارس کا ذکر کوئی بھی نہیں کرسکتا اور جن کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے میرا خیال ہے ان کو بھی بہت سے لوگ بھول چکے ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور کے اکثر لوگ سفرِ آخرت اختیار کرچکے ہیں۔ ان کے بعد کے لوگوں کو اس سلسلے سے کوئی دلچسپی نہ رہی اور انھوں نے اپنی تاریخ کو فراموش کردیا۔

(۱)...... مدرسہ محمدیہ لکھوکے

سب سے پہلے فیروز پور کے مدارس کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو ۱۹۴۷ء میں ختم ہوئے۔

متحدہ پنجاب کے اہل حدیث مدارس میں ضلع فیروز پور کے موضع لکھو کے کو جو شہرت حاصل تھی، اس میں غالباً پنجاب کا کوئی مدرسہ اس کا حریف نہ تھا۔ متحدہ پنجاب میں اہل حدیث کا یہ اوّلیں مدرسہ تھا۔ یہ مدرسہ حضرت حافظ محمد لکھوی اور ان کے والد مکرم حافظ بارک اللہ لکھوی دونوں باپ بیٹے نے ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ جاری کیا تھا۔ اور یہ دونوں بزرگ اس میں طلبا کو تعلیم دیتے تھے۔ حافظ بارک اللہ نے ۱۸۷۲ء (۱۲۸۷ھ) کے پس و پیش رحلت فرمائی۔ اس مدرسے نے حافظ محمد لکھوی کی وجہ سے مدرسہ محمدیہ کے نام سے شہرت پائی۔ حافظ محمد لکھوی ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے اوصافِ حمیدہ سے نوازا تھا۔ وہ اپنے عہد کے مفسر بھی تھے اور محدث بھی۔ صرف ونحو اور منطق و فلسفہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ تصنیف و تدریس میں بھی ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ وہ طویل عرصے تک اس مدرسے میں علما وطلبا کو مستفید فرماتے رہے۔ ان کی تاریخ ارتحال ۱۳ صفر ۱۳۱۱ھ (۲۵۔ اگست ۱۸۹۳ء) ہے۔

حضرت حافظ محمد رحمہ اللہ کے فرزند نام دار حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی تھے۔ پیکر صالحیت اور منبع حسنات۔ علوم مروجہ میں یگانۂ روزگار۔ اپنے آبائی مدرسہ محمدیہ میں انھوں نے بھی مسند تدریس آراستہ کیے رکھی۔ ان کے فیض یافتگان کا حلقہ بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وسیع ہے۔۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء) میں پیدا ہوئے۔ ۱۵۔ ذیقعد ۱۳۱۲ھ (۱۰۔ مئی ۱۸۹۵ء) کو مدینہ منورہ (مسجد نبوی) میں حالت سجدہ میں وفات پائی۔

حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے داماد حضرت مولانا عبدالقادر لکھوی تھے۔ وہ طویل عرصے تک لکھوکے میں علما و طلبا کو قرآن و حدیث اور علوم عقلیہ کا درس دیتے رہے۔ ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۴ء میں ان کا سانحہ وفات پیش آیا۔

مولانا عبدالقادر لکھوی کے صاحب زادے استاذِ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی تھے۔ ان کی ولادت ۱۸۸۲ء (۱۲۹۹ھ) میں ہوئی۔ متعدد اساتذۂ فن سے اکتساب علم کیا۔ ۱۹۰۵ء میں مدرسہ سلفیہ غزنویہ امرتسر میں حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے سندِ حدیث لی۔ بعدازاں اپنے خاندانی مدرسہ محمدیہ لکھوکے میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۴۷ء تک وہاں پڑھاتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد یہ مدرسہ اوکاڑہ میں جامعہ محمدیہ کے نام سے قائم ہوا تو یہاں بھی ان کی تدریسی مساعی جاری رہیں۔ ۲۶۔ نومبر ۱۹۵۲ء (۷۔ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ) کو جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں وفات پائی اور چک نمبر ۱۸۔ ون ایل نزد رینالہ خورد (ضلع اوکاڑہ) میں جہاں اس خاندان کے لوگ تقسیم ملک کے بعد آباد ہوئے، دفن کیے گئے۔

عرض یہ کرنا مقصود ہے کہ کم وبیش ایک سو سال تک خدمات سرانجام دینے کے بعد لکھوکے کا یہ مدرسہ تقسیم ملک کے نتیجے میں اپنے اصل مسکن میں ختم ہو گیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اوکاڑہ میں دوبارہ اس کا اجرا ہوا۔

(۲)...... جامعہ محمدیہ مرکز الاسلام

اب حضرت مولانا محمد علی لکھوی کی ابتدائی دور کی مساعیِ تدریس کی طرف آیے۔

وہ حضرت حافظ محمد لکھوی کے پوتے اور حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کے فرزند ذی مکرمت تھے۔ ۱۸۹۰ (۱۳۰۷ھ) میں بمقام لکھوکے پیدا ہوئے۔ چار سال کے بچے تھے کہ والد مکرم مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے۔ اس دور کے مشہور و ممتاز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، جن میں مولانا عبدالقادر لکھوی، حضرت سید امام عبدالجبار غزنوی اور مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ اپنے آبائی دارالعلوم (مدرسہ محمدیہ) لکھوکے میں خدمت تدریس انجام دیتے رہے۔

حضرت مولانا ممدوح مجاہدانہ طبیعت کے مالک تھے اور چمرکنڈ کی جماعتِ مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے۔ وہاں جانے اور کچھ مدت وہاں رہنے کا اتفاق بھی ہوا۔ یہ جماعت مجاہدین حضرت سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور ان کے رفقائے ذی شان نے قائم کی تھی۔ اس کا مقصد ہندوستان کی انگریزی حکومت سے جہاد کرنا تھا اور اس کے ارکان ہمیشہ اس نیک مقصد کی انجام دہی میں مشغول رہے۔

مولانا محمد علی لکھوی مجاہدین چمرکنڈ کی مالی امداد بھی کرتے تھے اور اپنے خاص حلقۂ اثر سے انگریزوں سے جہاد کے لیے مجاہدین بھی بھیجتے تھے۔ انھوں نے ۱۹۲۸ء کے پس وپیش لکھوکے سے دو میل کے فاصلے پر سکونت اختیار کر لی تھی اور اپنے مسکن کا نام ''مرکز الاسلام'' رکھا تھا۔ یہ تقریباً پینتالیس ایکڑ زمین تھی، جس میں وہ خود بھی قیام فرما تھے اور ایک درس گاہ بھی قائم فرمائی تھی۔ اس درس گاہ کا نام ''جامعہ محمدیہ'' تھا اور یہ موضع لکھوکے کے دارالعلوم کا حصہ تھی۔ اس میں اردگرد کے دیہات کے طلبا بھی تعلیم حاصل کرتے تھے، جو صبح آتے اور شام کو چلے جاتے تھے۔ بیرونی طلبا بھی خاصی تعداد میں حصولِ علم کرتے تھے، جو دن رات وہیں رہتے تھے۔ مختلف اوقات میں بہت سے اساتذہ یہاں فرائض تدریس انجام دینے پر مامور رہے، جن میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی بھی شامل ہیں۔ ان سطور کا راقم بھی ۱۹۴۲ء سے اگست ۱۹۴۷ء تک وہاں خدمتِ تدریس انجام دیتا رہا۔ ایک اور معلم میرے دوست چودھری غلام حسین تہاڑیا تھے، جو آج کل موضع تلونڈی (ضلع قصور) میں مقیم ہیں اور میرے نزدیک پیکر صالحیت ہیں۔ چودھری صاحب کا شمار اس فقیر کے نہایت مخلص دوستوں میں ہوتا ہے۔ ان سے متعلق ان شاء اللہ شخصیات کے کسی مجموعے میں مستقل مضمون لکھا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی مرکز الاسلام میں سکونت پذیر تھے۔ لکھو کے والے مدرسے کا اہتمام بھی مولانا معین الدین کے سپرد تھا اور مرکز الاسلام کے مدرسے کا بھی۔ یہ مدرسہ بھی ۱۹۴۷ء کے فسادات میں ختم ہو گیا۔ اس کے بانی حضرت مولانا محمد علی لکھوی نے ۱۹۔ دسمبر ۱۹۷۳ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۳)...... مدرسہ رحمانیہ بڈھیمال

ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر میں ایک چھوٹی سی بستی کا نام بڈھیمال تھا۔ (تقسیم ملک کے بعد فرید کوٹ کو ضلع کا درجہ دیا گیا تو مکتسر کو ضلع فرید کوٹ میں شامل کر دیا گیا تھا۔) بڈھیمال میں ایک عالم دین مولانا عبدالرحمٰن اقامت فرماتے تھے۔ انھوں نے دہلی کے اساتذہ سے مروجہ نصاب کی کتابیں پڑھی تھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے اپنی اس بستی میں مدرسہ رحمانیہ کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا، جس میں متعدد حضرات نے حصولِ علم کیا۔ مولانا عبدالرحمٰن اچھی خاصی زمین کے مالک تھے اور گاؤں کے نمبردار تھے۔ انھوں نے عین عالم جوانی میں ۱۹۲۰ء کے پس و پیش وفات پائی۔

بڈھیمال کو مجمع علما کی حیثیت حاصل تھی۔ ان علما میں مولانا عبدالغنی، مولانا عبدالکریم، مولانا عبدالحکیم، مولانا عطاء اللہ، مولانا قدرت اللہ، مولانا محمد عمر، مولانا حافظ عبداللہ، مولانا حافظ احمد اللہ اور مولانا احمد علی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان حضرات میں سے بعض نے لکھوی علما سے علم حاصل کیا، بعض نے دہلی کے اساتذہ سے استفادہ کیا اور بعض نے گوجراں والا اور گوندلاں والا میں حضرت حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے حضور زانوئے شاگردی تہ کیے۔ فراغت کے بعد بعض نے اپنے گاؤں بڈھیمال میں مسندِ تدریس آراستہ کی اور بعض حضرات گاؤں سے باہر کے مختلف مقامات کے مدارس دینیہ میں مشغولِ درس و تدریس ہوئے۔

تقسیم ملک کے زمانے میں اگست ۱۹۴۷ء میں وہاں کا مدرسہ رحمانیہ ختم ہو گیا اور وہاں کے لوگ ضلع فیصل آباد کی تحصیل جڑاں والا کے ایک گاؤں چک نمبر ۳۶ گ ب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں آباد ہو گئے۔

پاکستان آنے کے بعد بڈھیمال کے اصحاب علم نے یہاں کے دینی اداروں میں تدریس کے سلسلے جاری کیے۔ چنانچہ مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی (متوفی ۹۔ مئی ۱۹۸۷ء) اور مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی (متوفی ۲۸۔ نومبر ۱۹۹۸ء) سے بے شمار تشنگانِ علوم نے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ ان کے علاوہ ان کے فرزندان ذی اکرام میں سے حافظ عبداللہ صاحب کے فرزند گرامی، حافظ محمد شاکر اور مولانا حافظ احمد اللہ صاحب کے صاحب زادگان میں سے مولانا عبدالعزیز علوی، مولانا عبدالحلیم علوی اور دیگر متعدد اساتذہ اس خدمت میں مصروف رہے اور مصروف ہیں۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قیام پاکستان کے وقت ۱۹۴۷ء میں اہل حدیث کے جو مدارس دینیہ ختم ہوئے، ان میں ضلع فیروز پور کے موضع بڈھیمال کا مدرسہ رحمانیہ بھی شامل ہے۔

(۴)...... مدرسہ نصرۃ الاسلام کھپیاں والی

ضلع فیروز پور کے ایک قصبے کا نام "کھپیاں والی" تھا۔ اس قصبے میں ایک جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا عبداللہ فروکش تھے جن کے آبا و اجداد اصحاب تقویٰ بزرگ تھے اور علم دینی سے شغف رکھتے تھے۔ مولانا عبداللہ کی ولادت ۱۸۹۰ء کے پس وپیش ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم مولوی نور احمد سے حاصل کی۔ اس کے بعد موضع "لکھوکے" جا کر حضرت مولانا عبدالقادر لکھوی سے صرف ونحو اور چند کتب حدیث پڑھیں۔ پھر حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری کے آستانۂ فضیلت کا عزم فرمایا اور ان سے حصولِ فیض کیا اور سندِ فراغت سے مشرف ہوئے۔

واپس وطن آئے تو اپنے قصبے میں "مدرسہ نصرۃ الاسلام" کے نام سے ایک درس گاہ کا اجرا کیا۔ اس مدرسے کے وہ مہتمم بھی تھے اور معلم بھی۔ تدریسی اعتبار سے اس دور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پنجاب کا یہ مشہور مدرسہ تھا۔ بے شمار علما وطلبا نے اس مدرسے میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا عبداللہ اور وہاں کے دیگر اساتذہ سے تحصیل علم کی۔

تحریکِ پاکستان کے نتیجے میں فسادات کا جو ملک گیر ریلا آیا، اس کی لپیٹ میں یہ مدرسہ بھی آ گیا۔ خود مولانا ممدوح ۲۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو فسادیوں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ ان کے صاحب زادہ گرامی قدر مولانا حافظ عبدالمنان صاحب کسی طرح پاکستان پہنچ گئے اور منٹگمری (ساہی وال) میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں خطابت و تدریس کا سلسلہ جاری کیا، جو کامیابی سے جاری رہا۔ ۲۷۔ جولائی ۲۰۰۴ء کو ۸۰ برس سے زائد عمر پاکر وہ بھی سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔

اس فقیر کو حضرت مولانا عبداللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے اور ان کے فرزند نام دار مولانا حافظ عبدالمنان سے بھی نیاز مندی کا رشتہ قائم رہا ہے۔

(۵)...... فاضلکا

ضلع فیروز پور کی تحصیل فاضلکا میں بھی مسلمانوں کی اکثریت تھی اور فاضلکا شہر اور تحصیل کے مختلف مقامات میں اوڈ راجپوتوں کا بے حد اثر تھا۔ مولانا عبداللہ اوڈ ان کے صدر تھے اور صاحبِ ثروت عالمِ دین تھے۔ حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی مرحوم کے شاگرد تھے۔ فاضلکا شہر میں انھوں نے اہل حدیث کی بہت بڑی مسجد بنوائی، جس میں دینی مدرسہ قائم کیا۔ تقسیم ملک کے نتیجے میں یہ مسجد بھی ختم ہوئی اور مدرسے کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔

مولانا عبداللہ اوڈ ۱۹۔ اگست ۱۹۴۷ء کو فاضلکا سے روانہ ہو کر پاکستان میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد ضلع سرگودھا کے چک نمبر ۲۰۔ ایم بی میں سکونت اختیار کر لی۔ وہیں ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء کو وفات پائی۔

مولانا ممدوح اور ان کی دینی اور معاشرتی سرگرمیوں کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ”کاروانِ سلف“

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۶)...... ارائیاں والا

ضلع فیروز پور کی سرحد سے ملحق ریاست فرید کوٹ ایک سکھ ریاست تھی۔ (تقسیم ملک کے بعد فرید کوٹ کو ضلع بنا دیا گیا تھا۔) اس ریاست میں ایک گاؤں کا نام ''ارائیاں والا'' تھا۔ وہاں ایک دینی مدرسہ قائم تھا، جس میں مختلف اوقات میں مختلف حضرات طلبا کو تعلیم دینے پر متعین رہے۔ ۱۹۴۷ء میں وہاں کے خطیب اور مدرس مولانا عبدالقادر تھے، جن کا خاندانی تعلق ضلع فیروز پور کی تحصیل موگا کے ایک قصبے سنگھاں والا کے ممتاز عالم مولانا عبدالحق سے تھا۔ یہ مدرسہ بھی ۱۹۴۷ء میں ختم ہو گیا۔

(۷)...... دلیپ سنگھ والا

ریاست فرید کوٹ میں ایک گاؤں دلیپ سنگھ والا تھا۔ اس گاؤں میں بھی ایک مدرسہ جاری تھا جو کسی زمانے میں مولانا عبدالقادر حصاری نے جاری کیا تھا۔ وہ مدرسہ بھی ۱۹۴۷ء کے فسادات کی نذر ہوا۔

(۸)...... کوٹ کپورہ

ایک مدرسہ کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ، حال ضلع فرید کوٹ) میں تھا، وہ بھی اگست ۱۹۴۷ء میں ختم ہو گیا۔

اس مدرسے میں تین مدرس خدمت تدریس پر مامور تھے اور تینوں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف کے شاگرد تھے۔ ایک مدرس کا نام مولوی محمد اسماعیل تھا۔ یہ ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ملک سے کچھ عرصہ پہلے وفات پا گئے تھے۔

دوسرے حافظ علی محمد تھے، جو کوٹ کپورہ ہی کے رہنے والے تھے اور بچوں کو ناظرہ قرآن مجید اور اردو کی ابتدائی کتابیں پڑھاتے تھے۔ میرے بچپن کے دوست تھے۔ ۱۱۔ دسمبر ۲۰۰۲ء کو ہمارے موجودہ گاؤں چک نمبر ۵۳ گ ب (تحصیل جڑاں والا ضلع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیصل آباد) میں فوت ہوئے۔

تیسرے مدرس مولانا محمد یحییٰ تھے جو طلبا کو متوسط درجے کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ ضلع قصور کے موضع عثمان والا کے رہنے والے تھے۔ وہیں ۱۵۔مارچ ۲۰۰۴ء کو ان کا انتقال ہوا۔

ضلع فیروز پور متحدہ پنجاب کا ایک بڑا ضلع تھا اور اس میں کئی مدارس جاری تھے، جن میں طلبا تحصیل علم کرتے تھے۔

(۹)......دارالحدیث نذیریہ

۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی فیروز پور تشریف لائے اور انھوں نے وہاں کی گنبداں والی مسجد اہل حدیث میں دارالحدیث نذیریہ کے نام سے دینی مدرسہ جاری کیا، جس میں وہ خود بھی فریضہ تدریس انجام دیتے تھے اور ان کے ساتھ مولانا محمد شفیع ہوشیار پوری اور ان کے بھتیجے مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری بھی خدمت تدریس پر مامور تھے۔ اس دارالحدیث میں خاصی تعداد میں طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس مدرسے نے اگست ۱۹۴۷ء کے فسادات میں جان ہار دی۔

اس مدرسے کے اساتذہ میں سے مولانا محمد شفیع ہوشیار پوری قیام پاکستان کے بعد صوبہ سندھ کے ایک گاؤں میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ انھوں نے وہیں ۱۹۸۵ء میں وفات پائی۔ مولانا عطاء اللہ حنیف ۳۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور مولانا ثناء اللہ ہوشیار پوری جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی مسند تدریس پر فائز تھے۔ انھوں نے وہیں ۵۔اپریل ۱۹۹۸ء کو سفر آخرت اختیار فرمایا اور بورے والا کے قریب ایک گاؤں میں جہاں انھوں نے تقسیم ملک کے بعد سکونت اختیار کی اور جہاں ان کے اہل و عیال اقامت گزیں ہیں، انھیں دفن کیا گیا۔

(۱۰)......زیرہ

ضلع فیروز پور کے تحصیلی شہر زیرہ میں ایک بزرگ مولانا محمد بشیر طلبا کو تعلیم دیتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ وہ تقسیم ملک سے پہلے وفات پا گئے تھے، لیکن ان کا مدرسہ تقسیم کے زمانے میں ختم ہوا۔

(۱۱)......زیرہ کا ایک اور مدرسہ

تحصیل زیرہ ہی کے ایک گاؤں میں (جس کا نام غالباً بگیلا تھا) ایک معروف عالم مولانا محمد یوسف بگیلوی گزرے ہیں۔ ان کا ایک مدرسہ تھا، جس میں متعدد حضرات نے تحصیلِ علم کا شرف حاصل کیا۔ مولانا مرحوم تو آزادیٔ برصغیر سے بہت عرصہ پیشتر انتقال کر گئے تھے، لیکن ان کے جاری کردہ مدرسے کا خاتمہ تقسیمِ ملک کے دور میں ہوا۔

(۱۲)......موضع کرماں

ضلع فیروز پور میں لکھوکے سے چھ سات میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کا نام ''کرماں'' تھا۔ وہ جماعت اہل حدیث کے ایک معروف عالم مولانا ابوبکر صدیق سلفی (احاطہ تھانے دار، لاہور) کا گاؤں تھا۔ وہاں بھی جماعت اہل حدیث کا ایک مدرسہ تھا، جو اگست ۱۹۴۷ء میں ختم ہوا۔

(۱۳)......نواں قلعہ

ایک مدرسہ ریاست فرید کوٹ کے ایک قصبے ''نواں قلعہ'' میں وہاں کے ایک عالم مولانا محمد نے جاری کیا تھا۔ مولانا ممدوح کوٹ کپورہ میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے حلقۂ تلامذہ میں شامل رہے تھے۔ دیگر اساتذہ کرام سے بھی تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے اپنے گاؤں ''نواں قلعہ'' میں مدرسہ جاری کیا تھا جو اگست ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کی خوراک بنا۔

(۱۴)...... مدرسہ فیض الاسلام صدر والا

تقسیم ملک کے وقت ضلع فیروز پور کی پانچ تحصیلیں تھیں ① فیروز پور ② زیرہ ③ فاضلکا ④ مکتسر اور ⑤ موگا۔ ان پانچوں تحصیلوں کے مختلف مقامات میں اہل حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مراکز و مدارس قائم تھے۔ تحصیل زیرہ کے ایک قصبے کا نام صدر والا تھا۔ اس قصبے میں ایک عالمِ دین مولانا علی محمد سعیدی قیام فرماتے تھے جو ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے اہلِ علم سے حاصل کی۔ مدرسہ غزنویہ امرتسر کے اساتذہ سے بھی کسبِ علم کیا۔ آخر میں دہلی کا عزم فرمایا اور حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے قائم کردہ مدرسہ سعیدیہ میں داخلہ لیا۔

حضرت مولانا شرف الدین صاحب اس مدرسے میں خود فریضہ تدریس سرانجام دیتے تھے۔ مولانا علی محمد نے حضرت مولانا ممدوح سے حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سند لی۔ پھر اسی مدرسے کی طرف اپنی نسبت کی اور سعیدی کہلائے۔ ۱۹۳۹ء میں فارغ التحصیل ہو کر اپنے آبائی مسکن صدر والا آئے اور وہاں مدرسہ فیض الاسلام کے نام سے ایک درس گاہ کا اجرا کیا۔ اگست ۱۹۴۷ء کے فسادات کی زد میں یہ درس گاہ بھی آئی اور اس کا خاتمہ ہو گیا۔

تقسیم ملک کے بعد مولانا علی محمد سعیدی خانیوال کے قریب ایک گاؤں میں آ کر آباد ہوئے۔ اس گاؤں کا نام چک نمبر ۷ تھا۔ وہاں بھی انھوں نے مدرسہ جاری فرمایا۔ ان کی بہت بڑی علمی خدمت ''فتاویٰ اہل حدیث'' کی ترتیب ہے، جو متعدد جلدوں پر محیط ہے۔ اس کی چند جلدیں انھوں نے مجھے بھی عنایت فرمائی تھیں۔

وہ مجسمہ خلوص اور پیکر حسنات عالمِ دین تھے۔ ان کی کنیت ابوالحسنات تھی جو ان کے عمل و کردار کی رو سے بالکل صحیح تھی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں، وہ پاک باز، نیک طینت اور سلیم الفطرت عالم تھے۔ اس فقیر سے محبت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ جب لاہور تشریف لاتے مجھے یاد فرماتے۔ دو تین مرتبہ غریب خانے کو بھی اپنی آمد سے مشرف فرمایا۔ مجھے کئی دفعہ اپنے مدرسے میں آنے کی دعوت دی لیکن میں مصروفیات کی بنا پر حاضر نہ ہو سکا۔

۶۔ جولائی ۱۹۸۷ء کو اس اخلاص پیشہ عالم نے وفات پائی۔ میں نے اپنی ایک کتاب ''دبستانِ حدیث'' میں ان کے متعلق مفصل مضمون لکھا ہے۔ یہاں تو چند سطور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں صرف یہ عرض کرنا مقصود تھا کہ اگست ۱۹۴۷ء کے خوں ریز ہنگاموں نے ان کے قائم کردہ مدرسے کو بھی نگل لیا۔

یہاں یہ عرض کر دیں کہ تحصیل زیرہ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور زیادہ آبادی اہل حدیث کی تھی۔ یہ لوگ لکھوی اور غزنوی علمائے کرام سے متاثر تھے اور ان سے تلمذ وارادت کا رشتہ رکھتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد ان میں سے زیادہ لوگ ضلع ساہیوال اور ضلع ملتان میں آباد ہوئے۔ خانیوال، میاں چنوں، بورے والا اور وہاڑی وغیرہ کے علاقوں میں بھی خاصی تعداد میں سکونت پذیر ہیں۔

(۱۵)...... مدرسہ سلفیہ غزنویہ

یہ مدرسہ امرتسر میں حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لانے کے بعد جاری ہوا۔ حضرت ممدوح ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۵ء) میں بمقام قلعہ بہادر خیل پیدا ہوئے جو افغانستان میں خواجہ بلال پہاڑ کے مضافات میں غزنی شہر کے قریب واقع ہے۔ حضرت کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے: محمد اعظم بن محمد بن محمد شریف عمرزئی۔

والدین نے ان کا نام محمد اعظم رکھا تھا، لیکن انھوں نے بڑے ہو کر خود ہی اپنا نام عبداللہ رکھ لیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

محمد اعظم کہ از کائنات افضل از مخلوقات است ہماں رسول اللہ ہست تسمیۂ ما بعبد اللہ خوب است۔

یعنی محمد کا اسم گرامی نبی ﷺ ہی کو زیب دیتا ہے، جو تمام کائنات سے بڑھ کر عظمت کے مالک اور سب مخلوقات سے افضل ہیں۔ ہمارا نام عبداللہ ہی بہتر ہے۔

عبداللہ اس لیے نام رکھا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور بندے کی عبودیت اور فروتنی کا اقرار ہے۔

حضرت عبداللہ صاحب کو والیٔ افغانستان نے شدید تکلیفوں میں مبتلا کرنے کے بعد ان کے اہل و عیال سمیت وطن سے نکال دیا تھا اور ۱۸۵۷ء کے بعد انھوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امرتسر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہاں بے شمار لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ حضرت ممدوح نے امرتسر میں سلسلۂ درس جاری فرمایا۔ کثیر تعداد میں طالبانِ حق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور استفاضہ کرتے تھے۔ وہ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان کی کرامتوں اور قبولیتِ دعا کے واقعات ہندوؤں میں بھی مشہور تھے۔ اس سراپا صالحیت بزرگ نے ۱۵۔ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ (۱۵ فروری ۱۸۸۱ء) کو امرتسر میں وفات پائی۔

حضرت مرحوم کے بارہ صاحب زادے تھے، جن میں سے بعض نے مدرسہ سلفیہ غزنویہ (دارالعلوم تقویۃ الاسلام) میں سلسلۂ تدریس جاری رکھا اور لاتعداد علما وطلبا نے اس مدرسے سے تعلیم حاصل کی اور اسے آگے پھیلایا۔ یہ مدرسہ اگست ۱۹۴۷ء میں ختم ہو گیا۔ پھر حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے اس کی جگہ لاہور میں شیش محل روڈ پر دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے نام سے مدرسہ جاری کیا۔

حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات اس فقیر نے اپنی کتاب "فقہائے پاک و ہند" (تیرھویں صدی ہجری) کی دوسری جلد میں لکھے ہیں جو صفحہ ۱۴۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۱۹ تک چلے گئے ہیں۔ یہ کتاب کسی زمانے میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے نصاب میں شامل تھی۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی مرحوم و مغفور کے مفصل حالات اس عاجز نے اپنی ایک اور تصنیف "نقوشِ عظمتِ رفتہ" میں تحریر کیے ہیں۔ جو صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۱۲۲ تک پھیلے ہوئے ہیں۔

(۱۶)...... مدرسہ مسجد مبارک

۱۹۳۸ء میں امرتسر کی مسجد مبارک میں حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑی مرحوم و مغفور (متوفی ۲۰۔ اگست ۱۹۶۴ء) نے مدرسہ جاری کیا تھا، جس میں وہ خود اور ان کے برادرِ صغیر حضرت حافظ محمد حسین روپڑی (متوفی ۲۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء) فریضہ تدریس سر انجام دیتے تھے۔ یہ مدرسہ بھی اگست ۱۹۴۷ء کے فسادات کی زد میں آ گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۷)...... مدرسہ تائید الاسلام

مولانا غلام العلیٰ قصوری (متوفی ۱۷۔اپریل ۱۸۸۹ء) نے امرتسر میں اپنے ذاتی خرچ سے مسجد تعمیر کی تھی، جس میں وہ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔علاوہ ازیں اس مسجد میں انھوں نے تائید الاسلام کے نام سے مدرسہ بھی جاری کیا تھا۔ یہ مدرسہ طویل عرصے تک جاری رہا، بالآخر ۱۹۴۷ء کے خونی سیلاب میں بہہ گیا۔

اہل حدیث کے یہ تین مدرسے تو شہر امرتسر میں تھے۔اب مسلسل نمبروں کے ساتھ ضلع امرتسر کی طرف آیے۔

(۱۸)......کمیر پور کا مدرسہ

ضلع امرتسر کے ایک قصبے کمیر پور نے علم اور علماء کے اعتبار سے بڑی شہرت پائی۔ یہ قصبہ تقسیم ملک سے قبل علمائے اہل حدیث کا مرکز تھا۔اس میں ایک عالم دین حافظ عبدالرحمٰن کمیر پوری اقامت گزیں تھے، جو حضرت حافظ عبداللہ روپڑی مرحوم کے چھوٹے بھائی تھے۔ان کا (سالِ ولادت ۱۸۹۸ء، ۱۳۱۶ھ) تھا۔انھوں نے علوم مروجہ کی تحصیل اپنے برادرِ کبیر حضرت حافظ عبداللہ روپڑی سے کی۔تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے مسکن کمیر پور میں دو دینی مدرسے جاری کیے، ایک لڑکیوں کا اور ایک لڑکوں کا۔ ان مدارس میں سیکڑوں طلبا و طالبات نے تعلیم حاصل کی۔طلبا میں مولانا محمد حسین شیخو پوری مرحوم، حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری مرحوم اور حافظ محمد یوسف مرحوم (جھنگ) کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ یہ دونوں مدرسے تقسیم ملک تک جاری رہے۔

حافظ عبدالرحمٰن کمیر پوری ۱۹۴۷ء میں لاہور آ گئے تھے اور ماڈل ٹاؤن میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ یہاں بھی انھوں نے لڑکیوں کے لیے مدرسہ جاری کیا۔ ۹۔ مارچ ۲۰۰۰ء (۳ ذی الحجہ ۱۴۲۰) کو فوت ہوئے۔

(۱۹)...... مدرسہ فیض الاسلام بھوجیاں

ضلع امرتسر کا ایک گاؤں بھوجیاں تھا، جس میں بہت سے اصحابِ تدریس علمائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرام پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کے ایک ممتاز عالم دین مولانا فیض اللہ خاں تھے۔ صحیح طور سے ان کی تاریخ ولادت کا علم نہیں ہو سکا۔ البتہ قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۷۰ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ امرتسر کے علمائے غزنویہ سے حصولِ علم کیا۔ دینیات کے علومِ مروجہ میں مہارت رکھتے تھے۔ تقویٰ اور صالحیت میں بھی اللہ نے ان کو بلند مرتبے پر فائز فرمایا تھا۔ انھوں نے اپنے گاؤں میں مدرسہ فیض الاسلام جاری کیا، جس میں لاتعداد حضرات نے فیض پایا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اسی گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ بھی ان کے حلقۂ شاگردی میں شامل رہے اور اوائل عمر میں ان سے استفادہ کیا۔ مولانا فیض اللہ خاں نے ۱۹۲۵ء میں وفات پائی۔

مولانا فیض اللہ خاں صاحب کے تین صاحب زادے تھے اور تینوں کا شمار اپنے دور کے اصحاب کمال میں ہوتا تھا۔ علی الترتیب ان کے نام یہ ہیں: مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی، مولانا عبداللہ بھوجیانی اور مولانا عبدالرحیم بھوجیانی۔ ان تینوں بھائیوں نے اگست ۱۹۴۷ء میں اپنے گاؤں میں سکھوں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔

مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالرحیم امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں پڑھاتے تھے اور مولانا عبدالرحمٰن اپنے والد عالی مرتبت کے جاری کردہ مدرسہ فیض الاسلام (بھوجیاں) میں فریضہ تدریس سرانجام دیتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں اس مدرسے کا خاتمہ ہوگیا۔

(۲۰)...... مدرسہ محمدیہ بھینی سندھواں

ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتان کے موضع بھینی سندھواں میں ایک عالم دین مولانا عطاء اللہ صاحب نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے دینی درس گاہ قائم کی تھی۔ ان کا تعلق جاٹوں کی رندھاوا برادری سے تھا اور ضلع امرتسر کا ایک گاؤں رام دیوالی ان کا مقام ولادت تھا۔

مولانا ممدوح نے امرتسر کے غزنوی علما اور لکھوکے (ضلع فیروز پور کے) لکھوی اصحابِ علم سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ یہ ۱۹۲۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے۔ اسی سال وہ بھینی سندھواں آئے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۳۶ء تک وہاں یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت انجام دیتے رہے۔ بلند آہنگ خطیب اور معروف مدرس تھے۔ طبیعت مجاہدانہ پائی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ طلبا کے لیے انھوں نے جو نصاب تعلیم مرتب کیا تھا، اس میں مرزا حیرت دہلوی مرحوم کی مشہور تصنیف ''حیات طیبہ'' شامل تھی۔ یہ کتاب مولانا اسماعیل شہید دہلوی کے حالات اور جہادی واقعات پر مشتمل ہے۔

مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین اور ان کی تحریر فرمودہ سورۂ یوسف کی تفسیر الجمال و الکمال بھی ان کے نصاب میں شامل تھیں۔ مولانا موصوف جرات مند اور عالی ہمت عالم تھے۔ بدعات اور خلاف شرع رسوم کی شدید مخالفت کرتے تھے۔ طلبا کو بھی بدعات کی مخالفت کی تلقین فرماتے تھے۔

ان کے شاگردوں کی وسیع فہرست میں حسب ذیل حضرات شامل تھے:

- ......مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح خطیب جامع مسجد اہل حدیث راولپنڈی (وفات ۲۔ مئی ۱۹۷۵ء)
- ......حافظ عبدالحق صدیقی ساہیوال (وفات ۳۱۔ مارچ ۱۹۷۶)
- ......حکیم ہدایت اللہ بٹالوی، یونانی دواخانہ برانڈرتھ روڈ لاہور (وفات ۲۱۔ دسمبر ۱۹۷۶ء)
- ......مولانا عبدالعزیز سعیدی، منکیرہ ضلع میاں والی (وفات ۱۵۔ مئی ۱۹۸۱ء)
- ......مولانا عبدالعظیم انصاری قصور (وفات ۲۸۔ دسمبر ۲۰۰۲ء)
- ......مولانا محمد حسین شیخوپوری (وفات ۶۔ اگست ۲۰۰۵ء)
- ......مولانا عبداللہ گورداس پوری مدظلہ العالی (بورے والا)

مولانا عطاء اللہ شہید نے اگست ۱۹۴۷ء کے فسادات میں شہادت پائی اور انہی فسادات میں ان کا مدرسہ ختم ہوا۔

(۲۱)......ویرووال

ویرووال افغاناں ضلع امرتسر میں حضرت مولانا عبداللہ ویرووالوی کا مدرسہ دارالعلوم شمسیہ عربیہ کے نام سے جاری تھا۔ اس مدرسے میں متعدد اصحابِ علم نے تعلیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل کی، جن میں پروفیسر غلام احمد حریری، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، میاں فضل حق اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد حضرت مولانا عبداللہ ویرووالوی لائل پور (موجودہ فیصل آباد) آ گئے اور اس شہر میں انھوں نے دارالقران والحدیث کے نام سے درس گاہ جاری کی جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ مولانا عبداللہ ویرووالوی نے ۲۔ فروری ۱۹۹۱ء کو فیصل آباد میں وفات پائی۔

(۲۲)...... مدرسہ محمدیہ پٹی

ضلع لاہور کا ایک قصبہ ''پٹی'' تھا، جسے تقسیم ملک سے قبل اہل حدیث کے مشہور مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں کے لوگ نیکی اور دین داری میں بھی شہرت رکھتے تھے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی مشہور تھے۔ پاکستان کی جماعت اہل حدیث کے متعدد ارکان کا تعلق اسی قصبہ پٹی سے ہے۔ مثلاً موجودین میں سے میاں عبدالستار (سرگودھا) اور مولانا محمد یوسف انور...... اور مرحومین میں سے میاں محمد عالم، میاں دین محمد، مولانا عبدالعظیم انصاری، مولانا حافظ احمد اور علیم ناصری کا تعلق اسی قصبہ پٹی سے تھا۔ وہاں جماعت اہل حدیث کا دینی مدرسہ ایک مدت سے قائم تھا، جس میں مولانا ہدایت اللہ ندوی اور مولانا عبدالرحمٰن لکھوی (بن حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی مرحوم) خدمت تدریس پر مامور رہے۔ اس مدرسے کے مہتمم و سرپرست مولانا محمد علی قصوری مرحوم تھے۔ یہ مدرسہ بھی اگست ۱۹۴۷ء میں ختم ہو گیا۔

(۲۳)...... لدھیانہ کا مدرسہ

ایک مدرسہ شہر لدھیانہ کی مسجد اہل حدیث میں تھا، جس کا ۱۹۴۷ء کے فسادات میں خاتمہ ہوا۔ اس مسجد کو میاں عبدالحی کی مسجد کہا جاتا تھا۔ میاں صاحب ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے اور سردار سکندر حیات کی یونینسٹ پارٹی کی حکومت میں وزیر تھے۔ مسجد اہل حدیث کے قریب ہی ان کا مکان تھا۔ ۱۹۳۹ء کے فروری میں لدھیانہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں آل انڈیا سٹیٹس پیپلز کانفرنس کا اجلاس ہوا تھا۔ میں نے حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف کے ساتھ اس اجلاس میں شرکت کی تھی۔ ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو دن وہاں اسی مسجد میں رہے تھے۔

(۲۴)......کوم کلاں

ضلع لدھیانہ میں ایک قصبہ کوم تھا، جس میں اہل حدیث خاصی تعداد میں آباد تھے۔ وہاں کے ایک اہل حدیث عالم مولانا عبدالعزیز کوموی تھے۔ حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے ۱۸۸۴ء سے قبل ان سے حصول علم کیا تھا۔ مولانا مرحوم کو قاضی صاحب اپنے عہد کے محدث قرار دیتے تھے۔ وہ صاحب جائداد عالمِ دین تھے۔ کوم میں ان کا دینی مدرسہ جاری تھا، جس میں وہ طلبا کو تعلیم دیتے تھے۔ ان کے صاحب زادے مولوی ضیاء الدین کوموی تھے۔ وہیں کے ایک مشہور اہل حدیث بزرگ سید مولا بخش کوموی تھے، جنھوں نے تقسیم ملک کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ کو اپنا مسکن بنا لیا تھا۔ نہایت صالح اور صاحبِ تقویٰ عالم دین تھے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کوم کے بہت سے لوگ آباد ہیں۔ ہمارے ادیب اور مصنف دوست جناب ندیم کوموی بھی وہیں رہائش رکھتے ہیں۔ قصبہ کوم میں بھی اہل حدیث کا مدرسہ جاری تھا، جو تقسیم پنجاب کے نتیجے میں ختم ہو گیا۔

(۲۵)......کوثر العلوم مالیر کوٹلہ

تقسیم ملک کے بعد حکومت ہند نے ریاستیں ختم کر دی تھیں۔ پنجاب کی ریاست مالیر کوٹلہ بھی ختم کر دی گئی تھی اور اسے ضلع جیند میں شامل کر دیا گیا تھا۔ مالیر کوٹلہ میں ''کوثر العلوم'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم تھا۔ تقسیم ملک کے بعد اگرچہ مالیر کوٹلہ شہر اور اس کے ارد گرد کے دیہات میں مسلمانوں نے کافی تعداد میں سکونت اختیار کیے رکھی، لیکن مدرسہ کوثر العلوم قائم نہ رہا، اس لیے کہ پہلا سلسلہ ہی ختم ہو گیا تھا۔ مالیر کوٹلہ میں مولانا عبدالغفار حسن کئی سال خدمت تدریس سرانجام دیتے رہے تھے۔ مولانا ممدوح نے ۲۲۔ مارچ ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد میں وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۶)...... ہوشیار پور کا مدرسہ

ہوشیار پور شہر میں مولوی الٰہی بخش وکیل (وفات ۵۔جون ۱۹۲۰ء) اور ان کے صاحب زادۂ گرامی میاں عبدالعزیز مالواڈہ بیرسٹر (وفات ۲۷۔جولائی ۱۹۷۱ء) نے اس زمانے میں مسجد اہل حدیث تعمیر کرائی تھی، جب وہ ہوشیار پور میں اقامت گزیں تھے۔ میاں عبدالعزیز مشہور بیرسٹر تھے، جو مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے سب سے پہلے ناظم مالیات میاں عبدالمجید صاحب کے والد محترم تھے اور مولوی الٰہی بخش وکیل ان کے جد امجد تھے، جو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بانیوں میں سے تھے۔ یہ درحقیقت لاہور کے رہنے والے تھے اور وکالت کے سلسلے میں ہوشیار پور چلے گئے تھے۔کئی سال بعد اپریل ۱۹۱۹ء میں واپس لاہور آئے۔میاں عبدالعزیز مالواڈہ نہ صرف لاہور بلکہ پورے متحدہ ہندوستان کی معروف سیاسی اور سماجی شخصیت تھے اور بہت بڑے قانون دان تھے۔ میں نے ان کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جو چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اور کتاب سرائے اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔

مولوی الٰہی بخش اور میاں عبدالعزیز دونوں باپ بیٹے نے ہوشیار پور کے زمانہء قیام میں اہل حدیث کی مسجد تعمیر کرائی۔ ایک مسلم ہائی سکول اپنے خرچ سے جاری کیا اور اسلامی مدرسہ بھی قائم کیا، جس میں اساتذہ کرام طلبا کو دینی تعلیم دیتے تھے۔افسوس ہے یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں سکھوں نے حملہ کر کے ختم کر دیا تھا۔

(۲۷)......قصبہ گنگا

ضلع حصار کے قصبہ گنگا میں مولانا عبدالقادر عارف حصاری نے دینی مدرسہ جاری کیا تھا۔اس مدرسے میں بہت سے طلبا نے تعلیم حاصل کی۔مولانا ممدوح معروف عالم دین تھے اور حضرت مولانا محمد علی لکھوی مرحوم و مغفور کے شاگرد تھے۔کئی کتابوں کے مصنف تھے ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں میرے زمانہ ادارت میں مختلف عنوانات پر ان کے بے شمار مقالات شائع ہوئے۔ ''الاعتصام'' کے علاوہ اہل حدیث کے دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسائل و جرائد میں بھی ان کا مقالہ نگاری کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ دینی مسائل پر گہری نظر تھی اور مطالعہ وسیع تھا۔ ان کا جاری کردہ مدرسہ اگست ۱۹۴۷ء میں ختم ہو گیا تھا اور مولانا پاکستان آ گئے تھے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۱ء کو فوت ہوئے۔ (ان کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''کاروانِ سلف'' شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

(۲۸)......روپڑ

تقسیم ملک کے زمانے میں روپڑ ضلع انبالہ کی تحصیل تھی۔ اب یہ ایک مستقل ضلع ہے۔ روپڑ میں ۱۹۱۴ء میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے ایک مدرسہ جاری کیا تھا، جس میں حضرت حافظ صاحب خود تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ وہاں بہت سے علمائے کرام نے حافظ صاحب سے تعلیم حاصل کی۔ یہ مدرسہ قیام پاکستان کے نتیجے میں ختم ہو گیا۔ حضرت حافظ صاحب ۱۹۱۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے تھے اور اسی سال روپڑ کی جماعت اہل حدیث کی درخواست پر وہ روپڑ چلے گئے تھے۔ حضرت حافظ صاحب نے ۲۰۔ اگست ۱۹۶۴ء کو لاہور میں وفات پائی۔

(۲۹)......جلال آباد کا مدرسہ

ضلع حصار ہی کے (غالباً) ایک قصبے جلال آباد میں وہاں کے ایک عالم مولانا جلال الدین کا قائم کردہ مدرسہ جاری تھا۔ مولانا خود تو تقسیم ملک سے کئی سال پہلے وفات پا گئے تھے، لیکن ان کا مدرسہ تقسیم ملک کی نذر ہوا۔

(۳۰)......بٹھنڈا کا مدرسہ

بٹھنڈا (سابق ریاست پٹیالہ) میں ایک عالمِ دین مولانا شیر محمد سکونت پذیر تھے۔ مولانا شیر محمد کو میں نے دیکھا ہے۔ بٹھنڈا میں تقسیم ملک سے قبل اہل حدیث کی چار مسجدیں تھیں۔ ایک مسجد کے امام و خطیب مولانا ممدوح تھے۔ ان کا ایک مدرسہ بھی تھا۔ یہ مدرسہ تقسیم ملک کے خونی دور کی بھینٹ چڑھا۔ تقسیم ملک کے بعد حکومتِ ہند نے بٹھنڈا کو ضلع بنا دیا تھا۔ پٹیالہ مشرقی پنجاب کی ایک بڑی ریاست تھی اور اس کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تین ضلعے بنا دیے گئے تھے:

(۱)...... ضلع پٹیالہ، (۲)...... ضلع برنالا اور (۳)...... ضلع بٹھنڈا۔

تقسیم ملک کے بعد "پنجابی یونیورسٹی" کے نام سے پٹیالہ میں بہت بڑی یونیورسٹی قائم ہوئی۔ ریاست پٹیالہ کے مختلف حکمرانوں نے ۱۸۲ سال حکومت کی۔ اس ریاست میں مسلمانوں کو ہمیشہ احترام کا مقام حاصل رہا۔ لیکن اس کے آخری حکمران یادوندر سنگھ نے قیامِ پاکستان کے زمانے میں ریاست میں مسلمانوں کو بے حد تکلیفیں پہنچائیں اور اکالیوں سے انھیں قتل کرایا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ریاست پٹیالہ کا پہلا حکمران امر سنگھ اور آخری حکمران یادوندر سنگھ تھا۔ یعنی حکمرانوں کا سلسلہ "الف" سے شروع ہوا اور "ی" پر ختم ہو گیا۔ مشرقی پنجاب کا سابق وزیرِ اعلیٰ امریندر سنگھ ریاست پٹیالہ کے آخری حکمران یادوندر سنگھ کا بیٹا ہے، جو وزیرِ اعلیٰ کی حیثیت سے کئی دفعہ پاکستان آیا۔

ریاست پٹیالہ کا نام آیا ہے تو یہاں یہ بھی سنتے جایئے کہ لاہور شیش محل روڈ پر جس عمارت میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام قائم ہے اور جس کے ہال میں طلبا کو تعلیم دی جاتی ہے اور جہاں جمعہ و جماعت کا سلسلہ جاری ہے، اس ہال کا نام "بھوپندر ہال" ہے اور بھوپندر سنگھ ریاست پٹیالہ کا وہ حکمران تھا جو ریاست کے آخری حکمران یادوندر سنگھ کا باپ اور اس کے بیٹے (مشرقی پنجاب کے سابق وزیرِ اعلیٰ) امریندر سنگھ کا دادا تھا۔ مذہبی تعصب سے اس کا ذہن پاک تھا اور مسلمانوں سے خاص طور پر تعلق رکھتا تھا۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا ریاست کی سیشن ججی کا زیادہ تر زمانہ بھوپندر سنگھ کے دور میں گزرا۔ قاضی صاحب کا وہ بے حد احترام کرتا تھا۔ اس کی تفصیل میں نے اپنی اس کتاب میں لکھی ہے، جو قاضی صاحب کے حالات پر مشتمل ہے اور مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے۔ کتاب کا نام "تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری" ہے۔

مشرقی پنجاب کے بارہ اضلاع کے یہ تیس مدرسے ہیں جو میرے ذہن میں آرہے ہیں۔

گیارہ ضلع فیروز پور کے، تین ریاست فرید کوٹ کے، سات شہر اور ضلع امرتسر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے۔ دو ضلع حصار کے، ایک روپڑ کا۔ ایک پٹی کا، دو ضلع لدھیانہ کے، ایک ریاست مالیر کوٹلے کا، ایک ہوشیار پور کا اور ایک بٹھنڈے کا۔

یہ صرف اہل حدیث حضرات کے مدرسے تھے، جو اگست ۱۹۴۷ء کے فسادات میں ختم ہوئے۔ اس وقت میری عمر اکیس بائیس برس کی تھی۔ عین ممکن ہے ان کے علاوہ بھی مدرسے ہوں، جو ذہن میں نہ آ رہے ہوں۔ اس ہولناک واقعے پر باسٹھ برس کی طویل مدت گزر چکی ہے۔ اس دور کے تمام واقعات کو یاد رکھنا اور جن جن مقامات پر دینی مدارس قائم تھے، انھیں ذہن میں لانا بہت مشکل ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس وقت کے مشرقی پنجاب کے بارہ اضلاع کے نام بھی لکھ دیے جائیں جو حسب ذیل ہیں:

①...... روہتک ②...... حصار ③...... گوڑگانواں

④...... کرنال ⑤...... انبالہ ⑥...... جالندھر

⑦...... لدھیانہ ⑧...... ہوشیار پور ⑨...... فیروز پور

⑩...... گورداس پور ⑪...... امرتسر ⑫...... کانگڑہ

ان بارہ اضلاع کے علاوہ آٹھ ریاستیں تھیں، ان میں بھی اہل حدیث کافی تعداد میں آباد تھے اور ان کی دینی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا۔ ریاستوں کے نام یہ ہیں:

①...... پٹیالہ ②...... کپورتھلہ ③...... جیند ④...... نابھہ

⑤...... نالاگڑھ ⑥...... فرید کوٹ ⑦...... مالیر کوٹلہ ⑧...... کلسیہ

ان آٹھ ریاستوں میں صرف ایک ریاست مالیر کوٹلہ مسلمانوں کی ریاست تھی، باقی سات ریاستوں کے حکمران سکھ تھے۔ ان ضلعوں اور ریاستوں میں اہل حدیث کی بے شمار مسجدیں تھیں، جن میں پانچ وقت نمازیں با جماعت پڑھی جاتی تھیں۔ دن رات قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی تھی اور درس و تدریس کے حلقے قائم تھے۔ خطباتِ جمعہ کا سلسلہ جاری تھا۔ وہ تمام مسجدیں ویران ہو گئیں اور تبلیغ دین کے ذرائع بند ہو گئے جو صدیوں سے قائم تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مغربی پنجاب کے دینی مدارس

قیامِ پاکستان کے زمانے (۱۹۴۷ء) میں مغربی پنجاب کے مختلف مقامات میں بھی اہل حدیث کے مدرسے قائم تھے۔ مگر مشرقی پنجاب کی بہ نسبت بہت کم تھے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے وہ مدرسے مندرجہ ذیل مقامات میں قائم تھے:

①...... ملتان ②...... جلال پور پیروالا

③...... چک نمبر ۴۹۳ گ۔ب اوڈاں والا ضلع لائل پور

④...... چک نمبر ۴۲۷ گ۔ب جھوک دادو ضلع لائل پور

⑤...... مدرسہ محمدیہ گوجراں والا

⑥...... منٹگمری (موجودہ ساہی وال) میں مولانا عبدالجلیل کا مدرسہ

⑦...... بدھوآنہ ضلع جھنگ میں مولانا عبدالحمید کا مدرسہ

⑧...... لاہور میں چینی والی مسجد کا مدرسہ

⑨...... وزیرآباد میں حضرت حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کی مسجد میں مدرسہ

⑩...... میر محمد ضلع لاہور کا مدرسہ

⑪...... ڈھلیانہ (ضلع اوکاڑہ) میں حاجی قطب الدین کا جاری کردہ مدرسہ۔

مغربی پنجاب کے سترہ اضلاع میں سے یہ گیارہ مقامات ہی مجھے یاد آرہے ہیں، جہاں اہل حدیث کے مدرسے جاری تھے، ممکن ہے کسی اور جگہ بھی کوئی مدرسہ ہو جو میرے ذہن میں نہ آرہا ہو۔ یہاں یہ یاد رہے کہ مشرقی اور مغربی پنجاب کے ان مدارس کا کسی کتاب یا کسی اخبار میں ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ سلسلہ میری یادداشتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ ممکن ہے کوئی مدرسہ مجھے یاد نہ رہا ہو، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن مدارس کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ چھوٹے یا بڑے پیمانے پر جاری تھے۔ مشرقی پنجاب میں بھی اور مغربی پنجاب میں بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

مشرقی پنجاب کے شہید علمائے کرام

مساجد و مدارس کی بربادی کے علاوہ اگست ۱۹۴۷ء میں متعدد علمائے کرام شہید کر دیے گئے تھے۔ ان عالی قدر حضرات میں سے اس وقت میرے ذہن میں مندرجہ ذیل حضرات آرہے ہیں۔ یہ وہ علمائے کرام ہیں جن کا تعلق مسلک اہل حدیث سے تھا۔

(۱)......مولانا عبدالحق

یہ اپنے دور کے مشہور مدرس و خطیب تھے۔ موضع سنگھاں والا (تحصیل موگا ضلع فیروز پور) کے رہنے والے تھے۔ طویل عرصے تک موضع میر محمد (ضلع قصور) میں ان کا سلسلۂ تدریس جاری رہا اور بے شمار علما و طلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ موضع پٹی (ضلع لاہور) کے مدرسے میں بھی پڑھاتے رہے۔ سکھوں نے ان کو اگست ۱۹۴۷ء میں شہید کر دیا تھا۔ قاری محمد عزیر (خطیب مسجد اقصیٰ گلشن راوی لاہور) انھی کے صاحب زادے ہیں۔ اُس وقت قاری صاحب کی عمر دس سال کی ہوگی۔

(۲)......مولانا عبدالجبار

یہ مولانا عبدالحق صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ اچھے واعظ اور مقرر تھے۔ انھیں بھی برادر کبیر کے ساتھ شہید کر دیا گیا تھا۔ ان کے ایک بیٹے محمد مقداد جڑاں والا میں مقیم ہیں۔

(۳)......مولانا عبدالمجید

یہ مولانا عبدالحق اور مولانا عبدالجبار کے قریبی رشتے دار تھے۔ پنجابی کے شاعر اور واعظ تھے۔ خوب صورت نوجوان عالم تھے۔ یہ بھی اپنے عزیزوں کے ساتھ جام شہادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نوش کر گئے تھے۔ ان کے ایک بیٹے مولوی عبدالرشید ہیں، جنھوں نے دارالعلوم اوڈاں والا میں تعلیم حاصل کی۔ آج کل چیچہ وطنی میں خطابت و امامت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور وعظ و تقریر کا اچھا ملکہ رکھتے ہیں۔

(۴)......مولانا عبدالقادر

ان کا خاندانی تعلق بھی مندرجہ بالا علمائے کرام سے تھا۔ تدریس و خطابت ان کا مشغلہ تھا۔ تقسیم ملک سے قبل موضع ارائیاں والا (ریاست فرید کوٹ) میں خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں شہید کر دیے گئے تھے۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں، ان میں سے ایک کی شادی محمد مقداد بن مولانا عبدالجبار سے اور ایک کی مولوی عبدالرشید بن مولوی عبدالمجید سے ہوئی۔

اس خاندان کے یہ چار عالم و خطیب تھے اور چاروں شہید کر دیے گئے تھے۔

(۵)......حضرت مولانا عبداللہ

ضلع فیروز پور میں ایک قصبہ کھپیاں والی تھا۔ وہاں حضرت مولانا عبداللہ صاحب سکونت فرماتے تھے۔ ان کا سال ولادت ۱۸۹۰ء کے پس و پیش تھا۔ وہ حضرت مولانا عبدالقادر لکھوی، حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اپنے مسکن میں مدرسہ نصرۃ الاسلام کے نام سے انھوں نے تدریسی ادارہ قائم کیا تھا۔ ان کی شہادت ۲۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو ہوئی۔ (مولانا ممدوح کا تذکرہ گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے) ان کے فرزند گرامی حضرت حافظ عبدالمنان صاحب تقسیم ملک کے بعد ساہیوال میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ بہت اچھے مدرس اور خطیب تھے۔ ۲۷۔ جولائی ۲۰۰۴ء کو فوت ہوئے۔

(۶)......مولانا محمد صاحب

حضرت مولانا عبداللہ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد تھے۔ وہ بھی مدرسہ نصرۃ الاسلام میں پڑھاتے تھے۔ انھیں بھی ۲۴ اگست ۱۹۴۷ء کو شہید کر دیا گیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۷)......مولانا محمد صادق

یہ عالم دین ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں کوہاڑیاں والا کے رہنے والے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل مسجد چینی والی (لاہور) میں بہ حیثیت مدرس خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں اپنے گاؤں میں شہید کیے گئے۔

یہ صرف ضلع فیروز پور کے علمائے ذی مرتبت تھے جو اگست ۱۹۴۷ء میں سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ میں نے اپنے علم کے مطابق ضلع فیروز پور کے سات علمائے کرام کا ذکر کیا ہے، عین ممکن ہے، ضلع فیروز پور کے اور علما نے بھی جامِ شہادت نوش کیا ہو۔

اب ضلع امرتسر کے ان علمائے کرام کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں، جنھوں نے اگست ۱۹۴۷ء میں شہادت پائی۔

(۸)......مولانا عطاء اللہ ثنائی

یہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اکلوتے فرزند تھے۔ ان کا تعلق درس و تدریس سے تو نہیں تھا، البتہ انھوں نے اپنے مطبع ثنائی برقی پریس کے ذریعے بے شمار دینی کتابیں شائع کیں۔ ۱۳۔ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے محلے کی گلی میں مسلمانوں کو غیر مسلم شرپسندوں کے حملے سے بچاؤ کے لیے پہرہ دے رہے تھے کہ کسی غیر مسلم نے ان پر بم پھینکا اور وہ شہید ہو گئے۔

فسادات کے دنوں میں یہ امرتسر شہر میں کسی عالمِ دین کا پہلا قتل تھا۔ اب ضلع امرتسر کی طرف آیے۔

(۹)......مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی

یہ مولانا فیض اللہ خاں کے بڑے صاحب زادے تھے جو ۱۸۹۸ء کے لگ بھگ بھوجیاں (تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر) میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد گرامی اور حضرت مولانا عبدالرحیم غزنوی سے تحصیل علم کی۔ متقی اور پرہیز گار عالم دین تھے۔ کئی سال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے والد مکرم کے ساتھ ان کے جاری کردہ مدرسہ فیض الاسلام میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۲۵ء میں والد عالی قدر کا انتقال ہوا تو ان کے بعد بھی سلسلۂ تدریس جاری رکھا۔ ان سے فیض حاصل کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ۱۶۔ اگست ۱۹۴۷ء (۲۹ رمضان المبارک......۱۳۶۶ھ) کو انھیں سکھوں نے شہید کر دیا تھا۔

(۱۰)......مولانا عبداللہ بھوجیانی

یہ مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی کے چھوٹے بھائی تھے۔ ۱۹۰۲ء میں بمقام بھوجیاں ان کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم حضرت مولانا فیض اللہ خاں سے حاصل کی۔ مولانا عطاء اللہ لکھوی اور غزنوی علما سے بھی استفادہ کیا۔ مولانا نیک محمد صاحب سے بھی مستفید ہوئے۔ اپنے آبائی مدرسہ فیض الاسلام میں فریضہ تدریس انجام دیا۔ علاوہ ازیں مدرسہ محمدیہ گوجراں والا اور مدرسہ غزنویہ امرتسر میں مصروفِ تدریس رہے۔ تقویٰ شعاری، ذہانت، تدریسی خدمت اور دینی حمیت کے اوصاف سے مالا مال تھے۔ ۱۶۔ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے آبائی گاؤں بھوجیاں میں سکھوں کے ظلم وستم سے شہادت پائی۔ اپنے پیچھے تلامذہ کا بہت بڑا حلقہ چھوڑا۔

(۱۱)......مولانا عبدالرحیم بھوجیانی

ان کا سال پیدائش ۱۹۱۸ء ہے۔ مولانا فیض اللہ خاں بھوجیانی کے یہ تیسرے بیٹے تھے۔ اپنے بڑے بھائیوں (مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا عبداللہ) سے حصولِ علم کے بعد لکھوکے کا عزم کیا اور مولانا عطاء اللہ لکھوی کی خدمت میں حاضری دی۔ ۱۹۳۵ء اور ۱۹۳۶ء دو سال وہاں قیام رہا۔ لکھوکے سے امرتسر آئے اور مدرسہ غزنویہ میں مولانا نیک محمد اور مولانا محمد حسین ہزاروی سے استفادہ کیا۔ پھر دہلی جا کر مدرسہ رحمانیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں حضرت مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی دہلوی، مولانا نذیر احمد رحمانی دہلوی اور بعض دیگر اساتذہ سے اخذ فیض کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ اپنے آبائی مدرسہ فیض الاسلام (بھوجیاں) میں تدریسی خدمت انجام دی۔ پھر ۱۹۴۱ء میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امرتسر کے مدرسہ غزنویہ سے منسلک ہوئے۔ جولائی ۱۹۴۷ء میں دو مہینوں کی سالانہ چھٹیاں ہوئیں تو اپنے گھر بھوجیاں آئے۔ اسی اثنا میں تقسیم ملک کے نتیجے میں اگست ۱۹۴۷ء میں فسادات شروع ہو گئے اور سکھوں نے فوج کی مدد سے ان کے گاؤں بھوجیاں پر بہت بڑا حملہ کر دیا۔ اپنے دونوں بھائیوں (مولانا عبدالرحمٰن اور مولانا عبداللہ) کے ساتھ ۱۶۔ اگست ۱۹۴۷ء کو شہید ہو گئے۔ ان کے علاوہ وہاں کے بہت سے مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

ایک روایت کے مطابق صرف موضع بھوجیاں میں دو ہزار سے زیادہ لوگ مارے گئے، جن میں علما بھی تھے اور غیر علما بھی۔

(۱۲)......مولانا عطاء اللہ رندھاوا

انھیں مولانا عطاء اللہ شہید کہا جاتا ہے۔ ضلع امرتسر کا ایک گاؤں موضع رام دیوالی ان کا مولد ہے۔ مدرسہ غزنویہ امرتسر اور لکھوکے میں تعلیم حاصل کی۔ اپنے عہد کے عظیم مقرر اور مدرس تھے۔ بہت سے اہل علم نے ان کے حضور زانوئے شاگردی تہ کیے۔ ان کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں اہل حدیث کے مدارس کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ اس مقرر و مدرس نے بھی اگست ۱۹۴۷ء میں شہادت پائی۔ (تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''کاروانِ سلف'، شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

(۱۳)......مولانا محمد اسماعیل وکیل

یہ مولانا محمد جعفر تھانیسری کے بیٹے تھے۔ مولانا محمد جعفر اپنے علاقے کی ارائیں برادری کے ممتاز رکن تھے۔ گاؤں کے نمبردار تھے۔ انھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا اور انگریزی حکومت کے خلاف جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ چمرکنڈ کے مجاہدین کی بھی مدد کرتے تھے۔ ۱۸۳۷ء میں ان کی ولادت ہوئی۔ مجاہدین کی مالی امداد کے جرم میں گرفتار ہوئے اور مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی اور دیگر حضرات کے ساتھ کالے پانی (عبور بہ دریائے شور) کی سزا ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر اٹھائیس برس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ سزا بھگت کر بیس سال کے بعد واپس اپنے وطن تھانیسر آئے۔ ۱۹۰۵ء میں انتقال ہوا۔ ان کے ایک بیٹے مولوی محمد اسماعیل ایڈووکیٹ تھے جو انبالہ میں وکالت کرتے تھے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں سکھوں نے ان کو شہید کر دیا تھا۔ ان کا خاندان لاہور آ گیا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں مولوی محمد اسماعیل ایڈووکیٹ کا ایک لڑکا سرکاری ملازم تھا۔

مشرقی پنجاب کے یہ تیرہ علمائے دین تھے، جنھوں نے قیام پاکستان کے اعلان کے بعد اگست ۱۹۴۷ء میں شہادت پائی۔ یہ وہ حضرات تھے جن کے درس و تدریس کے حلقے قائم تھے اور جن سے لاتعداد علما و طلبا نے اکتسابِ علم کیا اور کر رہے تھے۔ ایک عالمِ دین کی موت کو ایک عالَم (ایک جہان) کی موت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ لوگ اس کے علم و فضل سے فائدہ اٹھاتے اور اس کے مواعظ و نصائح سے صالحیت اور تقوے کی راہ پر قدم زن ہوتے ہیں۔ اس کی موت سے یہ سلسلہ رک جاتا ہے اور حصولِ فیض کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔

اگست ۱۹۴۷ء میں صرف اہل حدیث کے مشرقی پنجاب میں تیس مدرسے ختم ہوئے اور تیرہ جلیل القدر علمائے کرام شہید کیے گئے۔ یہ میری محدود سی معلومات ہیں۔ میں ان معلومات کو حتمی اور قطعی قرار نہیں دیتا۔ اس وقت فسادات کا جو ملک گیر ریلا آیا تھا اور کشت و خون کا جو پورے برصغیر میں خوف ناک سلسلہ چلا تھا، عین ممکن ہے، اس کی زد میں اور مدرسے بھی آئے ہوں، جن تک میری نظر نہیں پہنچی اور مزید علما شہید ہوئے ہوں، جن کی شہادت سے میں آگاہ نہیں ہو سکا۔ میں صرف اپنے علم کی روشنی میں بات کر رہا ہوں، کوئی دوسرے صاحبِ نظر اس موضوع پر غور کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ معلومات بہم پہنچا سکیں گے۔ اہل علم کا یہ ضیاع بہت بڑا حادثہ تھا۔ میں نے ان سطور میں اس کی نشان دہی کرنے اور اصحابِ نظر کو اس پر متوجہ کرنے کی سعی کی ہے۔ امید رکھنی چاہیے کہ وہ اس اہم مسئلے کو اپنا موضوع قرار دیں گے اور قیام پاکستان کے زمانے میں جو مدارس تباہ ہوئے اور جن علما کی زندگیاں ختم ہوئیں، اس کی تفصیل معلوم کرنے کی جدوجہد فرمائیں گے۔ یہ ایک شخص کا کام نہیں ہے، پوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعت کا کام ہے۔ اسے فرض کفایہ سمجھ کر ایک شخص کی ذمے داری قرار نہیں دینا چاہیے، ہر شخص کو اپنا فرض سمجھنا چاہیے تا کہ برصغیر کے اہل حدیث کی تاریخ میں یہ باب بھی شامل کیا جا سکے۔

مدارس کے اس ضیاع اور علما کی شہادت کے سلسلے میں پی ایچ ڈی یا ایم فل کے مقالوں کا انتظام ہونا چاہیے۔ اگر یونیورسٹیوں میں یہ کام نہ ہو سکے تو کم از کم اہل حدیث کے مدارس (جامعہ سلفیہ، جامعہ قدس، مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان، جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن اور جامعہ ابوبکر اسلامیہ کراچی وغیرہ میں) اس پر طلبا سے مقالے لکھوائے جائیں۔ یہ نہایت اہم کام ہے جو کرنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب

کتب خانوں کا ضیاع

یہاں یہ بھی عرض کر دیں کہ ان علمائے کرام کے ذاتی کتب خانے بھی تھے۔ ان کے جاری کردہ مدرسوں کے بھی کتب خانے تھے۔ کوئی کتب خانہ چھوٹا تھا، کوئی بڑا۔ کتب خانے بہر حال تھے، جو ضائع ہو گئے۔ ان علمائے کرام کے بھی کتب خانے تھے، جن کے مدرسے نہیں تھے، مثلاً قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا پٹیالہ میں بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ امرتسر میں مولانا ثناء اللہ صاحب کا کتب خانہ تھا۔ روڑی (ضلع حصار) میں حکیم عبداللہ صاحب کا کتب خانہ تھا۔ گنگا ضلع حصار میں مولانا عبدالقادر حصاری کا کتب خانہ تھا۔ مدرسہ غزنویہ کا امرتسر میں کتب خانہ تھا، حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کا روپڑ اور امرتسر میں کتب خانہ تھا۔ ویرووال افغاناں (ضلع امرتسر) میں مولانا عبداللہ ویرووالوی اور حکیم عبدالرحیم اشرف کے کتب خانے تھے۔ بھوجیاں (ضلع امرتسر) میں مولانا فیض اللہ خاں کا کتب خانہ تھا۔ گھڑیالا میں سید محمد شریف شاہ صاحب کا کتب خانہ تھا اور قصبہ پٹی میں حافظ احمد پٹوی اور دیگر حضرات کے کتب خانے تھے۔ لکھوی علمائے کرام کا لکھوکے میں کتب خانہ تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی کا فیروز پور میں کتب خانہ تھا۔ مولانا عبداللہ صاحب کا ان کے وطن کھپیاں والی میں کتب خانہ تھا۔ بڈھیمال کے علمائے کرام کا کتب خانہ تھا۔ اور بھی بے شمار حضرات کے کتب خانے تھے۔

یہ تمام کتب خانے فسادات میں ضائع ہو گئے۔ البتہ مولانا عبداللہ صاحب کا کتب خانہ کسی نیک دل فوجی افسر نے ہیڈ سلیمان کے راستے سے ان کے صاحب زادے مولانا حافظ عبدالمنان صاحب کو پہنچا دیا تھا اور یہ کتب خانہ حافظ عبدالمنان مرحوم نے مولانا محمد یوسف صاحب کے دارالحدیث (راجووال) کو دے دیا تھا جو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دارالحدیث میں موجود ہے اور بہت اچھا کتب خانہ ہے۔ میرا خیال ہے مشرقی پنجاب کا یہ واحد کتب خانہ ہے جو فسادیوں کی دست برد سے محفوظ رہا اور پاکستان پہنچا۔

ہم لوگ ۲۱۔ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے ٹرک کے ذریعے سے قصور پہنچے تھے۔ ہمارا ٹرک عارضی طور پر وہاں کی ایک انجمن نے لے لیا تھا، جو پولیس کے تعاون سے مہاجرین کی خدمت کررہی تھی۔ ہم ایک مہینے سے زیادہ دن قصور رہے تھے۔ وہاں کے ڈی ایس پی کا نام خضر حیات تھا، جو مہاجروں سے بے حد ہمدردی کا اظہار کرتا تھا۔ ہم بھی اپنا ٹرک ان کی تحویل میں دے کر ایک طرح سے مہاجرین کی خدمت کررہے تھے۔ اس لیے ڈی ایس پی خضر حیات ہم سے بہت خوش تھا۔ اس کا وطنی تعلق شرق پور سے تھا۔ اس کی ٹیم کے تمام ارکان ہمارا احترام کرتے تھے۔

ایک دن میں نے اس سے مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی کے کتب خانے کا ذکر کیا اور اسے کسی طریقے سے پاکستان لانے کے متعلق کہا، تو وہ فوراً تیار ہو گیا۔ اس نے تین چار آدمی پولیس کے اور تین چار فوج کے لیے اور ہم سات آٹھ آدمی شام سے کچھ دیر بعد قصور سے فیروز پور کو چل پڑے۔ ٹرک ہمارا اپنا تھا۔ قصور سے فیروز پور پندرہ میل (تقریباً پچیس کلومیٹر) کی مسافت پر ہے۔ رات کے نو بجے کے قریب ہم فیروز پور پہنچے۔ شہر میں بالکل سناٹا تھا۔ کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ کسی کسی مکان میں بتی جلتی دکھائی دیتی تھی، لیکن کہیں کوئی حرکت نہیں ہو رہی تھی۔ ملتانی دروازے میں پاکستان اور ہندوستان کی مشترکہ ملٹری والے موجود تھے۔ ان سے بات کر کے ہم مسجد گنبداں والی میں گئے، جہاں مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی خطابت و تدریس کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ مسجد کے اندر گئے تو چند صفوں کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کے قریب ہی باولی رام دیال میں مولانا کا مکان تھا اور مکان کے ایک کمرے میں ان کا کتب خانہ تھا، جو مختلف موضوعات کی بہت سی کتابوں پر مشتمل تھا۔

میں نے ڈی ایس پی اور اس کی پارٹی کو مکان کے دروازے پر جا کھڑا کیا۔ ڈی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایس پی نے دروازے کو ہاتھ لگایا تو اندر سے بند تھا۔ دروازے پر دستک دی، لیکن نہ کوئی بولا اور نہ کسی نے دروازہ کھولا۔ ڈی ایس پی جی دار جوان تھا۔ اس نے دروازے پر زور سے پاؤں مارا تو دروازہ ٹوٹ گیا۔ ڈی ایس پی کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا اور ایک میں ٹارچ۔ اس نے ہمیں پیچھے کر دیا۔ وہ خود اندر گیا۔ اس کے پیچھے چھ سات آدمی مکان میں داخل ہوئے۔ مکان ایک منزلہ تھا۔ خالی مکان دیکھ کر انھوں نے مجھے بھی اندر بلا لیا۔ کاغذ بکھرے پڑے تھے، لیکن نہ کسی کمرے میں کوئی کتاب تھی، نہ کوئی سامان۔ اوپر چھت پر گئے، وہاں بھی کچھ نہیں تھا۔ عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مشرقی پنجاب کے تمام کتب خانے ضائع ہو گئے تھے۔

اب چند الفاظ میں خود میرا واقعہ سنیے!

ہم بذریعہ ٹرک جب وطن سے روانہ ہوئے تو کوئی چیز ساتھ نہیں لائے تھے۔ میرے والد گھر کا تمام سامان اور مختلف موضوعات کی کتابیں جو اس وقت دو سو سے زیادہ تھیں، اپنے ایک سکھ ہمسائے کے حوالے کر آئے تھے۔ میں تو تقسیم ملک کے بعد وہاں نہیں گیا، البتہ کچھ عرصے کے بعد ہمارے بعض قریبی عزیز گئے تھے۔ وہاں کے لوگ ان سے بہت اچھی طرح پیش آئے اور بڑی آؤ بھگت کی۔ میری کتابوں کے متعلق پوچھا تو بتایا کہ تمھارے جانے کے بعد سرکاری آدمی آئے اور سب کچھ اٹھا کر لے گئے۔ اس طرح میں بھی اپنی دو سو سے زائد کتابوں سے محروم ہو گیا۔

بے شک وہ نہایت الم ناک حالات تھے۔ مسجدیں اجڑ گئیں۔ مدرسے ختم ہو گئے، کتب خانے ضائع ہو گئے، متعدد مشہور علمائے دین شہید کر دیے گئے، بے شمار لوگ موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، عورتوں کی عزتیں برباد ہو گئیں، اسلام کی تبلیغ کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو گئے۔ دوسری دینی جماعتوں کی طرح اہل حدیث کے مراکزِ علمی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ایسے مایوس کن اور الم انگیز واقعات رونما ہو گئے تھے، جن کا کسی کو تصور بھی نہیں تھا۔

علمائے دین اکٹھے تبلیغی جلسوں میں جاتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپس میں ان کے گہرے تعلقات تھے اور ایک دوسرے سے بے حد احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ان کے باہم خط وکتابت کے سلسلے بھی جاری تھے اور میل ملاقات کے مواقع بھی میسر آتے رہتے تھے۔ سب علما کو سب کے پتے ٹھکانے اور ان کی تبلیغی، تدریسی اور تصنیفی سرگرمیوں کا علم تھا۔ لیکن قیام پاکستان کے زمانے میں جو ساڑھ ستی آئی، اس نے ان کو ایک دوسرے سے اس طرح الگ تھلگ کر دیا کہ کوئی پتا نہ تھا، کون کہاں ہے اور کس حال میں ہے......؟ زندہ بھی ہے یا نہیں......؟

مولانا عطاء اللہ حنیف کی مساعیٔ جمیلہ

جو لوگ پہلے سے پاکستانی علاقوں میں سکونت پذیر تھے، وہ تو ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ تھے، لیکن جو حضرات ہندوستان سے آئے تھے، ان کے متعلق کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ ان میں سے کس بزرگ کے ساتھ کیا بیتی......؟ یہ صورت حال نہایت تشویش ناک تھی۔ البتہ مشرقی پنجاب سے آنے والے علمائے کرام کے بارے میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی آگاہی رکھتے تھے اور بے حد مشوش بھی تھے۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا، مولانا ممدوح قیام پاکستان سے قبل فیروز پور کی جامع مسجد اہل حدیث گنبداں والی میں تدریس وخطابت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ ۱۴ یا ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو وہ گوندلاں والا (ضلع گوجراں والا) چلے گئے تھے۔ اپنے اہل وعیال کو وہاں چھوڑ کر وہ قصور آگئے تھے اور اس وقت قصور وہ مرکزی مقام تھا، جہاں فیروز پور کی طرف سے دریائے ستلج کا ہیڈ حسینی والا عبور کر کے مشرقی پنجاب سے پناہ گزینوں کے قافلے آرہے تھے اور یہاں کچھ دن رک کر اپنے پیچھے رہنے والے عزیزوں کا انتظار کرتے اور پھر کسی طرف کو روانہ ہو جاتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب نے مجھے یہیں سے ایک فوجی کے ہاتھ کسی طرح چند لفظی رقعہ بھیجا تھا کہ حالات بہت خراب ہیں اور قتل وغارت کا سلسلہ بہت بڑھ گیا ہے اور تیزی سے بڑھ رہا ہے، جس طرح بھی ہو سکے تم لوگ اپنے گھروں سے نکلو اور قصور آجاؤ۔ یہ رقعہ مجھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔اگست ۱۹۴۷ء کو ملا تھا اور ہم ۲۱۔اگست کی شب کو قصور پہنچے تو دوسرے دن ۲۲۔اگست کو مولانا سے ملاقات ہوئی۔

مولانا مرحوم اہل حدیث علما سے خاص طور سے تعلق رکھتے تھے۔اس لیے وہ فیروز پور کی طرف سے آنے والے علمائے کرام کے نام لے کر ان کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے رہتے تھے اور ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔جس بزرگ کا انھیں پتا چل جاتا ان سے ملنے کی سعی فرماتے۔

جیسا کہ ابھی بتایا گیا، مشرقی پنجاب سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام کے کتب خانے ضائع ہو گئے تھے، لیکن ایسا بھی ہوا کہ بعض بزرگوں کے کتب خانوں کی تھوڑی بہت کتابیں جو اصحاب علم اور شریف النفس غیر مسلموں کے ہاتھوں میں آئیں، انھوں نے کسی طرح وہ کتابیں پاکستان پہنچا دی تھیں اور پھر وہ کتابیں بعض پرانی کتابوں کی خرید وفروخت کرنے والوں کی دکانوں میں پہنچ گئی تھیں۔حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف نے ان دکان داروں سے رابطہ پیدا کر کے وہ کتابیں خریدنے کی کوشش کی اور جس عالم کا نام جس کتاب پر لکھا ہوتا یا اس کی مہر ثبت ہوتی، اس کا پتا کر کے یہ کتاب انھیں پہنچانے کا اہتمام فرماتے۔

کتاب کے سلسلے میں ان کے احساسات بے حد نازک تھے۔ ہر موضوع کی کتاب ان کے نزدیک قابل قدر اور مستحق حفاظت تھی۔ایک مرتبہ انھیں گورمکھی زبان میں چھپی ہوئی ایک ضخیم کتاب کہیں سے ملی، جس کے اول اور آخر کے اوراق پھٹے ہوئے تھے۔وہ گورمکھی زبان نہیں جانتے تھے۔لیکن کتاب اپنے پاس بحفاظت رکھ لی۔ اسی اثنا میں گورمکھی زبان جاننے والے کسی شخص سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ یہ سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب ہے۔کچھ عرصے کے بعد لاہور میں سکھ آئے تو مولانا نے کتاب بڑے ادب کے ساتھ ان کے حوالے کر دی۔سکھ بہت خوش ہوئے اور مولانا کا بے حد شکریہ ادا کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قیام

۱۹۴۸ء کے شروع میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے اپنے امرتسر کے آبائی دار العلوم تقویۃ الاسلام کا اجرا لاہور میں کیا تو مولانا عطاء اللہ حنیف کو گوندلاں والا سے بلا کر انھیں شیخ الحدیث کا منصب عطا فرمایا۔ اس وقت تک مشرقی پنجاب سے تشریف لانے والے بہت سے علمائے کرام کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہ تھیں اور جماعت کے لوگ دیگر حضرات کی طرح نہایت افسردہ خاطر تھے۔ نہ کوئی انجمن، نہ کوئی تنظیم اور نہ کوئی کسی کا پرسانِ حال۔ ان حالات میں جماعت کے نظم کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ مولانا عطاء اللہ صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب ۱۹۳۰ء سے ایک دوسرے سے نہ صرف متعارف تھے، بلکہ باہم اچھے روابط رکھتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد قیام گوندلاں والا کے زمانے میں ان کے باہمی روابط مزید بڑھ گئے تھے۔ ان دنوں منتشر حال جماعت کی تنظیم کے بارے میں ان کے باہم مشوروں کا سلسلہ جاری رہا۔

لاہور میں حاجی محمد اسحاق حنیف (متوفی ۸ ستمبر ۱۹۶۹ء) پروفیسر عبدالقیوم (متوفی ۸ ستمبر ۱۹۸۹ء) میاں عبدالمجید مالواڈہ (متوفی ۲۲ جون ۱۹۹۲ء) سے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی اس مسئلے پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ اس سے آگے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم کے ایک مضمون کی چند سطریں ملاحظہ فرمایے جو حضرت مولانا غزنوی مرحوم کی وفات (۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء) کے گیارہ دن بعد ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کے ''الاعتصام'' میں ''احیاء اربعین سنہ'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت ''الاعتصام'' کی ادارتی خدمات ان سطور کا راقم عاجز انجام دیتا تھا۔ مولانا سلفی فرماتے ہیں:

''۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء سے ہی پنجاب میں فسادات شروع ہو چکے تھے۔ عموماً ہندو بھاگ رہے تھے، لیکن مسلمان اس قدر مضطرب نہ تھے۔ مسلمان بالعموم ۱۴۔ اگست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۴۷ء کے بعد ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ انہی ایام میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسر سے لاہور آئے اور اس لٹے ہوئے قافلے نے چینیاں والی مسجد میں قیام کیا۔ اس وقت حضرت مولانا غزنوی نے مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم کی ہر ممکن مدارات فرمائیں۔ یہیں سے ہم لوگ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گوجرانوالا لائے۔ گوجرانوالا سے وہ سرگودھا چلے گئے۔ ۱۹۴۸ء میں مولانا ثناء اللہ صاحب کا سرگودھا میں انتقال ہوا۔

''ملک میں بڑی پریشانی اور سراسیمگی تھی۔ مشرقی پنجاب سے آنے والے اہل حدیث حضرات کے متعلق کوئی علم نہیں تھا کہ کون کہاں ہے۔ بڑی بے ترتیبی سے لوگ آ رہے تھے اور ٹھہر رہے تھے۔ حکومت بھی کوئی پلان نہیں بنا سکتی تھی کہ مہاجرین کو کیسے آباد کرے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب اہل حدیث کا تنہا مرکز تھے۔ مولانا مغفور کے انتقال کے بعد رہا سہا جماعتی نظم بھی ٹوٹ گیا اور ہر طرف پریشانی کا دور دورہ ہو گیا۔ میں ۱۹۴۸ء میں مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنوی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جماعت کی تنظیم کے متعلق گزارش کی۔ اس وقت مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی بھی اس طرف تشریف لا چکے تھے، لیکن حافظ صاحب مالی پریشانی میں مبتلا تھے۔ اس کے علاوہ ان کے خاندان کے بعض افراد فسادات کی نذر ہو چکے تھے۔ پھر جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے نام سے جماعت کا نظم قائم ہوا۔''

قیام جمعیت کے لیے دعوت نامے اور اس کے ابتدائی عہدے دار

جماعت کے نظم یعنی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے قیام کے متعلق حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے ارشادات ختم ہوئے، لیکن جماعت کی یہ تنظیم کس تاریخ کو معرضِ قیام میں آئی......؟ اس کے کون کون مرکزی عہدے دار منتخب ہوئے؟ اور مجلس عاملہ کن حضرات پر مشتمل تھی......؟ اس کی ضروری تفصیل ان سطور کا راقم عرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

بات یہ ہے کہ پہلے سے مغربی پاکستان میں رہنے والے اور مشرقی پنجاب یا دہلی وغیرہ سے آنے والے جماعت کے علما وزعما کے مکمل سکونتی پتے کسی کے پاس بھی نہ تھے۔ البتہ مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم ومغفور نے مشرقی پنجاب سے تشریف لانے والے اکثر حضرات کے پتے اپنی ذاتی کوشش سے حاصل کر لیے تھے اور ان میں سے متعدد حضرات سے وہ ملاقات بھی کر چکے تھے۔ اسی طرح بعض مقامی سرکردہ حضرات کے سکونتی مقامات سے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم کو علم تھا۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے بھی بعض حضرات رابطہ رکھتے تھے۔ اب ان تینوں (مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی) نے لاہور کے بعض معززین جماعت (پروفیسر عبدالقیوم، حاجی محمد اسحاق حنیف، میاں عبدالمجید اور مولانا محمد حنیف ندوی وغیرہ) سے مشورہ کر کے ۲۴۔ جولائی ۱۹۴۸ء کو مغربی پاکستان کے علما وزعما کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام (واقع شیش محل روڈ) تشریف آوری کے دعوت نامے بھیجے، اور کم وبیش اڑھائی سو حضرات تشریف لائے۔ وہ حضرات نہایت خوش تھے کہ انھیں باہم ملنے اور ایک دوسرے سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا اور ان واقعات سے بے حد مغموم اور آزردہ خاطر بھی تھے، جو انھیں قیامِ پاکستان کے زمانے میں پیش آئے۔ جماعت کے سرکردہ حضرات کا اس وقت یہ بھرپور نمائندہ اجتماع تھا، جو حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی صدارت میں منعقد ہوا۔

چند شرکائے اجلاس

جن علمائے کرام نے مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے اس تاسیسی اجلاس میں شرکت فرمائی، ان میں حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا محمد یونس دہلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا محمد عبدہ، مولانا ظفر اقبال، مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب، مولانا اسماعیل غزنوی، مولانا عبدالمجید سوہدروی، حافظ محمد اسماعیل ذبیح، پروفیسر عبدالقیوم، ڈاکٹر ریاض قدیر، شیخ عبدالرشید صدیقی، حاجی محمد اسحاق حنیف، میاں عبدالمجید اور مولانا معین الدین لکھوی شامل تھے۔ ان سطور کا راقم بھی شریک اجلاس تھا۔

تقریریں، قراردادیں اور دعائیں

اجلاس میں متعدد حضرات نے تقریریں کیں اور اس کے انعقاد کی وجہ بیان فرمائی۔ مقررین کی فہرست میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد یونس دہلوی اور مولانا عبدالمجید سوہدروی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ الفاظ و انداز کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ہر مقرر نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا تذکرہ کیا اور اس کی جماعتی خدمات کی نشان دہی کی۔ انجمن اہل حدیث پنجاب کا ذکر بھی ہوا۔ متحدہ ہندوستان کی بہت سی شخصیتوں اور ان کے تصنیفی و تدریسی کارناموں کی یاد تازہ کی گئی، مشرقی پنجاب کے دینی مدارس اور مدرسین کی مساعی کا ذکر کیا گیا۔

اگست ۱۹۴۷ء کے خون ریز ہنگاموں میں جامِ شہادت نوش کرنے والے علمائے عظام اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کی وفات کو جماعتی اعتبار سے بہت بڑا صدمہ قرار دیا گیا۔ اس کے متعلق قراردادیں منظور کی گئیں اور مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اجلاس جماعتی سلسلے کی خوش کن یادوں کا غم ناک منظر پیش کر رہا تھا اور مقررین ماضی کے مسرت انگیز واقعات، حسرت و افسوس کے الفاظ میں ایک دوسرے کو سنا رہے تھے۔ صدمہ چوں کہ تازہ تھا اور صرف گیارہ مہینے پیشتر کا تھا اور قومی نوعیت کا بہت بڑا صدمہ تھا، اس لیے دورِ گزشتہ کے علمائے کرام اور ماضی کے واقعات کو یاد کر کے اکثر لوگوں کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرکزی جمعیت کے عہدے دار

اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے تین عہدے دار منتخب کیے گئے تھے۔صدر، ناظم اعلیٰ اور ناظم مالیات ...... اور وہ مندرجہ ذیل حضرات تھے:

صدر: حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی صاحب

ناظم اعلیٰ: پروفیسر عبدالقیوم صاحب

ناظم مالیات: میاں عبدالمجید صاحب

جمعیت کا دفتر چونکہ لاہور میں تھا اور صدر (مولانا غزنوی) کا مسکن بھی لاہور تھا، اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ ناظم اعلیٰ اور ناظم مالیات بھی انہی حضرات کو بنایا جائے جو لاہور سے تعلق رکھتے ہوں تاکہ بوقت ضرورت ان کے درمیان باہم میل جول اور مشاورت کا سلسلہ قائم رہے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد ناظم دفتر مجھے بنایا گیا۔حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم مجھے معاون ناظم اعلیٰ فرمایا کرتے تھے۔

عام قاعدے اور اصول کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ کے ارکان نامزد کرنے کا اختیار صدر جمعیت یعنی مولانا غزنوی کو حاصل تھا۔ فیصلہ ہوا کہ جب تک جماعت کی رکن سازی کے بعد نئے انتخابات نہیں ہوتے، اس اجلاس کے شرکائے کرام کو مجلس شوریٰ (یا جنرل کونسل) سمجھا جائے۔

مجلس عاملہ کے ارکان

مرکزی جمعیت کی تاسیس کے بعد صدر جمعیت مولانا غزنوی نے اکیس ارکان پر مشتمل مجلس عاملہ نامزد کی۔صدر، ناظم اعلیٰ اور ناظم مالیات بہ حیثیت عہدہ مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ ارکان عاملہ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، خان مہدی زمان خاں (کھلا بٹ) مولانا اسماعیل غزنوی، مولانا ظفر اقبال، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، حاجی محمد اسحاق حنیف، مولانا محمد یونس دہلوی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا معین الدین لکھوی شامل تھے۔

مئی ۱۹۴۹ء میں پروفیسر عبدالقیوم صاحب مرکزی جمعیت کی نظامتِ علیا سے مستعفی ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت پنجاب نے سرکاری ملازموں کے نام ایک گشتی مراسلہ جاری کر دیا تھا کہ وہ کسی سیاسی یا نیم سیاسی جماعت کے عہدے دار نہیں ہو سکتے اور پروفیسر صاحب اس وقت گورنمنٹ کالج (لاہور) میں عربی کے پروفیسر ہونے کی حیثیت سے سرکاری ملازم تھے، اس لیے انھوں نے مرکزی جمعیت کی نظامت سے استعفا دے دیا۔

ان کی جگہ ۳۰ مئی ۱۹۴۹ء کو حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ لیکن اس زمانے میں پنجاب کی حکومت نے مولانا سلفی کو گوجراں والا کی میونسپل حدود میں نظر بند کر دیا تھا اور وہ لاہور مرکزی جمعیت کے دفتر تشریف نہیں لا سکتے تھے، اس لیے عارضی طور پر ان کے قائم مقام حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو جمعیت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا۔ اس سے تین مہینے بعد جولائی یا اگست میں مولانا سلفی پر سے حکومت کی عائد کردہ پابندی ختم ہوئی تو ستمبر میں مولانا حج کو تشریف لے گئے۔ فریضہ حج ادا کر کے نومبر میں واپس تشریف لائے تو دسمبر میں باقاعدہ طور سے زمامِ نظامت ہاتھ میں لی۔ www.kitabosunnat.com

اس کے بعد پھر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی وفات (دسمبر ۱۹۶۳ء) تک اس منصب پر فائز رہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کا عرصہ نظامت علیا تقریباً چھ ماہ پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد مولانا سلفی پر حکومت نے مختلف اوقات میں دو تین مرتبہ پابندیاں لگائیں اور ان کے بجائے ناظم اعلیٰ مولانا عطاء اللہ حنیف کو بنایا گیا۔ اس طرح ایک سال ان کی نظامت کا عرصہ بنتا ہے۔

لاہور کانفرنس

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی پہلی کانفرنس ۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۴۹ء کو لاہور (دارالعلوم تقویۃ الاسلام) میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے صدر حضرت مولانا محمد ابراہیم میر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیالکوٹی کو اور صدرِ استقبالیہ مولانا محمد حنیف ندوی کو بنایا گیا تھا۔ اس وقت مرکزی جمعیت کی تاسیس پر دس ماہ کا عرصہ گزرا تھا اور یہ کانفرنس ان حالات کی روشنی میں بڑی کامیاب کانفرنس تھی جس میں جماعت کے بہت سے علمائے کرام تشریف لائے تھے اور تقریریں کی تھیں۔ حاضرین وسامعین کثیر تعداد میں موجود تھے۔

اخبار الاعتصام کا اجرا

کانفرنس کے بعد ۱۹۔ اگست ۱۹۴۹ء کو گوجراں والا سے اخبار ''الاعتصام'' جاری کیا گیا۔ اس اخبار کا اجازت نامہ (ڈیکلریشن) گوجراں والا سے مولانا عطاء اللہ صاحب نے حاصل کیا تھا۔ اس وقت مولانا ممدوح گوندلاں والا میں قیام فرما تھے۔ ابتدا میں اس اخبار کے اخراجات گوجراں والا کی انجمن اہل حدیث ادا کرتی تھی۔ اس کے ایڈیٹر مولانا محمد حنیف ندوی کو بنایا گیا تھا۔ ان سطور کا راقم اس وقت مرکزی جمعیت کا ناظم دفتر تھا اور الاعتصام کے اجرا سے چند ماہ بعد فروری ۱۹۵۰ء میں اس کے معاون مدیر کی اضافی خدمت میرے سپرد کر دی گئی۔

پھر ۱۲۔ نومبر ۱۹۵۰ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ کی میٹنگ گوجراں والا میں ہوئی تو اس میں اخبار ''الاعتصام'' باقاعدہ طور سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تحویل میں دے دیا گیا۔

مدارس کے نصاب وغیرہ پر غور

اسی میٹنگ میں پہلی دفعہ جماعت اہل حدیث کے مدارس کے بعض معاملات پر غور کیا گیا۔ چنانچہ مجلس عاملہ کے ارکان کے علاوہ اس میں بعض مدارس کے ارباب اہتمام اور چند مدرسین حضرات کو بھی دعوتِ شرکت دی گئی تھی۔ یہ مندرجہ ذیل حضرات تھے جو اپنی اپنی باری سے سفرِ آخرت اختیار کر چکے ہیں۔

① ...... اس وقت دارالعلوم تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں منتقل نہیں ہوا تھا، اوڈاں والا (ضلع لائل پور) میں قائم تھا۔ اس کے مہتمم صوفی عبداللہ مرحوم تھے۔ وہ اس اجلاس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریک تھے۔

②......موضع ڈھلیانہ (ضلع اوکاڑہ) میں ایک مدرسہ وہاں کے ایک بزرگ حاجی قطب الدینؒ نے جاری کیا تھا، وہ بھی شریک اجلاس تھے۔ (یہ مدرسہ بند ہو گیا ہے)

③......اس وقت ڈھلیانہ کے مدرسے کے صدر مدرس شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب (ساکن حسین خاں والا تھے) وہ بھی اجلاس میں تشریف فرما تھے۔

④......مولانا محمد عبدہ مدرس دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور

⑤......مولانا سید محمد داؤد غزنوی مہتمم دارالعلوم تقویۃ الاسلام اور مرکزی جمعیت کے صدر کی حیثیت سے اجلاس میں شامل تھے۔

⑥......مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی جو اس زمانے میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے شیخ الحدیث تھے، مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ کے رکن اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے اجلاس میں شریک تھے۔

⑦......مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم مدرسہ محمدیہ (گوجراں والا) کے مہتمم تھے۔ وہ جمعیت کے ناظم اعلیٰ اور مدرسے کے مہتمم کی حیثیت سے اجلاس میں موجود تھے۔

⑧......مولانا معین الدین لکھوی جامعہ محمدیہ اوکاڑہ کے ناظم بھی مجلس عاملہ کے رکن تھے اور شامل اجلاس تھے۔

اس میٹنگ میں جماعتی سلسلے کے کئی فیصلے کیے گئے تھے، لیکن جماعت کے مدارس کے بارے میں مندرجہ ذیل چار باتیں زیر بحث آئیں۔

اوّل: دورِ حاضر کی ضرورت کے مطابق نیا نصاب تعلیم مرتب کیا جائے، جس میں بعض اہم مضامین کی نئی کتابیں شامل کی جائیں۔

دوم: اہل حدیث کے تمام مدارس میں شروع سے آخر تک ایک ہی نصاب کے مطابق تعلیم دی جائے۔

سوم: دینی مدارس کے طلبا جب جی چاہے ایک مدرسہ چھوڑ کر دوسرے مدرسے میں چلے جاتے ہیں، یہ بدنظمی ختم ہونی چاہیے۔ جو طالب علم کسی وجہ سے مدرسہ چھوڑنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیے، وہ مدرسے کے مہتمم یا صدر مدرس کا سرٹیفکیٹ لے کر جائے اور جس مدرسے میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہاں کے مہتمم یا صدر مدرس کی خدمت میں وہ سرٹیفکیٹ پیش کرے۔ اگر ایسا نہ ہو، تو اسے داخل نہ کیا جائے۔

چہارم: ایک مرکزی دارالعلوم قائم کیا جائے۔

یعنی فی الحال نئے نصاب کی ترتیب و وحدتِ نصاب اور طالب علم کے لیے سرٹیفکیٹ کا حصول نہایت ضروری امور ہیں۔ مختلف مدارس کے ارباب اہتمام اور مدرسین کو انہی مسائل پر غور کرنے کے لیے بلایا گیا تھا اور اس پر تفصیل سے بحث ہوئی۔

مرکزی جمعیت کی دوسری کانفرنس

۱۹۵۴ء کے شروع میں مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ مرکزی جمعیت کی کانفرنس کا انعقاد نہایت ضروری ہے۔ اس وقت پہلی کانفرنس کے انعقاد پر (جو مئی ۱۹۴۹ء کے آخر میں لاہور میں ہوئی تھی) تقریباً ساڑھے چار سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ لائل پور کے ارکانِ جماعت کی تجویز کے مطابق قرار پایا کہ اپریل ۱۹۵۴ء کے پہلے ہفتے میں کانفرنس لائل پور میں منعقد کی جائے گی۔ چناں چہ اس کا اعلان کر دیا گیا اور ضروری امور طے پا گئے۔ لیکن مقامی سرکاری انتظامیہ نے لائل پور شہر اور ضلع میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے کانفرنس کے انعقاد پر پابندی عائد کر دی۔ اب ملتان کی جماعت کے سرکردہ ارکان کے کہنے پر انہی تاریخوں یعنی ۲، ۳، ۴/ اپریل ۱۹۵۴ء کو ملتان میں کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ ملتان کانفرنس کے صدر مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب اور صدرِ استقبالیہ مولانا محمد اسحاق چیمہ کو بنایا گیا تھا۔ چیمہ صاحب کا سکونتی تعلق تو لائل پور سے تھا، لیکن اس وقت وہ ملتان کی جماعت کے دارالعلوم میں خدمت تدریس پر مامور تھے۔ ملتان کانفرنس کے موقعے پر مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا حتمی فیصلہ کیا گیا۔ لیکن مالی دشواریوں اور بعض دیگر معاملات کی بنا پر فوری طور سے اس اہم منصوبے کو عملی شکل دینا مشکل تھا، لہٰذا طے پایا کہ آئندہ سال لائل پور کانفرنس کے موقعے پر ان دشواریوں پر قابو پانے کی کوشش کی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب

دارالعلوم کے مقامِ قیام کا مسئلہ

اب بہت بڑا مسئلہ یہ سامنے آیا کہ مرکزی دارالعلوم کہاں قائم کیا جائے......؟ اس سلسلے میں کئی تجویزیں زیر بحث آئیں اور متعدد پیش کشیں ہوئیں۔ مختصر الفاظ میں اس کی تفصیل یہ ہے۔

① ......سب سے پہلے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے یہ پیش کش کی کہ وہ لاہور میں اپنے دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی عمارت جماعت کے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ اس کی لائبریری بھی وہ جماعت کے مجوزہ دارالعلوم کے لیے وقف کر دیں گے۔ یہ لائبریری بہت سی نایاب اور قیمتی کتابوں پر مشتمل تھی اور یہ وہ تاریخی دارالعلوم تھا، جوان کے آبا و اجداد نے غزنی سے امرتسر آ کر قائم کیا تھا اور جس میں سیکڑوں اساتذہ نے خدمت تدریس انجام دی اور ہزاروں علما وطلبا نے اس میں تعلیم حاصل کی۔ تقسیم ملک کے بعد یہ دارالعلوم امرتسر سے لاہور منتقل ہو گیا تھا اور اس میں سلسلۂ تدریس جاری تھا۔

مولانا غزنوی نے اس پیش کش کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک سے زائد مرتبہ یہ فرمایا کہ لاہور مرکزی شہر ہے۔ اس شہر میں بہت سی لائبریریاں ہیں۔ یہاں حسب منشا اساتذہ کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس شہر میں کثیر تعداد میں اخبارات و رسائل جاری ہیں۔ یہاں اساتذہ وطلبا کو وسیع پیمانے پر مطالعے کے مواقع میسر آئیں گے۔ انھیں مضمون نویسی اور مقالہ نگاری کی سہولتیں حاصل ہوں گی اور یہاں کی علمی فضا ان کے لیے تصنیف و تالیف کے میدان میں داخل ہونے اور آگے بڑھنے کے لیے سازگار ثابت ہوگی۔ دوسرے معلمین و مصنفین کو دیکھ کر طلبا کے ذہنوں میں تدریس و تحریر کے سلسلے میں مسابقت کے جذبات پیدا ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا غزنوی کا فرمان تھا کہ فی الحال مرکزی دارالعلوم کے لیے اساتذہ کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں جو اساتذہ اس وقت خدمت تدریس سر انجام دے رہے ہیں، وہی مرکزی دارالعلوم کے لیے کافی ہوں گے۔ لیکن حضرت مولانا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پیش کش منظور نہ کی گئی۔

② ...... میاں محمود علی قصوری (بارایٹ لا) کو جب پتا چلا کہ جماعت اہل حدیث ایک مرکزی دارالعلوم کے قیام کے لیے کسی موزوں مقام کی تلاش میں ہے، تو انھوں نے اپنے دونوں بڑے بھائیوں (مولانا محی الدین احمد قصوری اور مولانا محمد علی قصوری) کے ذریعے مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور بعض دیگر حضرات کو پیغام بھجوایا اور خود بھی ملاقات کر کے کہا کہ وہ قصور میں دارالعلوم کے قیام پر رضامند ہوں تو وہ اس کارِ خیر کے لیے وہاں اپنی کئی ایکڑ زمین دینے کو تیار ہیں۔ علاوہ ازیں تعمیر کے لیے جماعت کی طلب کے مطابق رقم بھی دے دیں گے۔ لائبریری کے لیے مالی امداد بھی کریں گے اور اپنے خرچ سے مسجد بھی تعمیر کرا دیں گے۔ یہ پیش کش انھوں نے کئی دفعہ کی، لیکن اس پر بھی عمل نہ کیا جا سکا۔

③ ...... لاہور سے گوجراں والا جائیں تو دس گیارہ میل کے فاصلے پر بائیں جانب جی ٹی روڈ سے متصل بارہ تیرہ ایکڑ کا ایک قطعہ زمین بہت کم قیمت پر مل رہا تھا۔ مولانا سید داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، میاں عبدالمجید، حاجی محمد اسحاق حنیف اور ان سطور کا راقم اسے دیکھنے بھی گئے۔ لیکن یہ رقبہ اس لیے خریدا نہ جا سکا کہ بارشوں کے دنوں میں اس وقت وہاں دریائے راوی کے سیلاب کا خطرہ رہتا تھا اور وہ پورا علاقہ پانی کی زد میں آ جاتا تھا۔

میاں عبدالمجید صاحب لاہور سے دور یا نزدیک کہیں سفر پر جاتے تو قطب نما عام طور پر ان کے پاس ہوتا تھا، جس سے وہ نماز کے وقت قبلے کا رخ معلوم کرنے میں مدد لیتے تھے۔ جب جی ٹی روڈ پر جامعہ سلفیہ کے لیے ہم جگہ دیکھنے گئے، اس وقت بھی قطب نما ان کے پاس تھا اور انھوں نے اس کی مدد سے بتایا تھا کہ یہاں مسجد تعمیر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گی تو اس کا رخ کدھر ہو گا۔ میاں عبدالمجید صاحب انجینئر تھے اور نہایت شریف النفس اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔

④...... ایک دن لائل پور سے مولانا عبیداللہ احرار نے مولانا سید داؤد غزنوی کو ٹیلی فون پر بتایا کہ لائل پور سمندری روڈ پر سردار خضر حیات خاں ٹوانہ (سابق وزیر اعلیٰ پنجاب) کا کئی مربعوں پر مشتمل رقبہ ہے، جسے وہ فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے کارندوں سے ان کی گفتگو ہوئی ہے۔ اگر آپ (مولانا غزنوی) براہِ راست سردار خضر حیات سے بات کریں تو ممکن ہے ہمیں ضرورت کے مطابق کچھ سستی زمین مل جائے۔

خضر حیات ٹوانہ اس وقت لاہور چھاؤنی میں رہتے تھے۔ مولانا نے ان کو ٹیلی فون کیا اور وقت لے کر میں اور مولانا ان کے پاس گئے۔ وہ نہایت احترام سے پیش آئے اور مولانا سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ مولانا نے آمد کا مقصد بیان کیا، لیکن زمین کا سودا نہ ہو سکا۔ ہم دو مربعے زمین لینا چاہتے تھے اور وہ دو مربعے کے پچاس ہزار روپے مانگتے تھے۔ اندازہ فرمایے اس وقت جمعیت کے پاس اتنی رقم نہیں تھی۔

قطعی فیصلہ

متعدد منزلوں سے گزرنے کے بعد بالآخر دارالعلوم کے مقامِ قیام کا آخری اور قطعی فیصلہ ہو گیا۔ پورا واقعہ اس طرح ہے کہ فیصل آباد کے رہنے والے دو صالح فطرت بھائیوں کریم بخش اور امام الدین کی پونے دو ایکڑ زمین تھی، جو دو ٹکڑوں میں منقسم تھی۔ ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان کسی اور شخص کی زمین تھی۔ کریم بخش اور امام الدین نہایت نیک بزرگ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ یا تو ان کی زمین میں کوئی دینی مدرسہ قائم کیا جائے یا وہ اسے کسی دینی مدرسے کے نام وقف کر دیں تاکہ صدقہ جاریہ کی صورت میں انھیں اس کا ثواب ملتا رہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے جامع مسجد اہل حدیث (امین پور بازار فیصل آباد) کے امام مولانا عبدالواحد سے بات کی۔ مولانا عبدالواحد نے مولانا عبیداللہ احرار سے رابطہ قائم کیا۔ ان دونوں نے ان کو مشورہ دیا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اپنی زمین انجمن اہل حدیث فیصل آباد کے نام وقف کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے زمین وقف کر دی۔ مولانا عبدالواحد اور مولانا عبید اللہ احرار نے اس کی اطلاع مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کو دی۔ بالآخر اسی زمین میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا فیصلہ کرلیا گیا۔

مولانا عبدالواحد اور مولانا عبید اللہ احرار کی یہ بہت بڑی دینی خدمت ہے۔ اس کا اجر بارگاہِ الٰہی سے جہاں کریم بخش اور امام الدین کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، وہاں مولانا عبدالواحد اور مولانا عبید اللہ احرار بھی اس کے حصے دار ہوں گے، جن کی کوشش اور مشورے سے زمین حاصل ہوئی اور اس میں دینی علوم کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا اور اس کا ثواب اس کے اجرا میں تگ و دو کرنے والے تمام حضرات کو ملتا رہے گا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

فیصل آباد میں زمین کے حصول کے بعد اخبار ''الاعتصام'' کے ذریعے خبر شائع کر دی گئی تھی کہ مرکزی دارالعلوم فیصل آباد میں قائم ہو گا اور فیصل آباد کانفرنس کے موقعے پر (جو اپریل ۱۹۵۵ء کے پہلے ہفتے میں منعقد ہو گی) بعض ضروری امور طے کر کے اس کا باقاعدہ اعلان کر دیا جائے گا۔

اس فیصلے اور اعلان کی وجہ سے مختلف مدارس کے مہتمم حضرات کے ذہنوں میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ مرکزی دارالعلوم کے قیام سے ان کے مدارس کو نقصان پہنچے گا اور ان کی حیثیت مجروح ہو گی۔ بالخصوص ضلع فیصل آباد کے مدارس کی اہمیت میں کمی واقع ہو گی۔ اس ضلعے میں اس وقت دو مدرسے طویل مدت سے جاری تھے اور ان کی اچھی خاصی شہرت تھی اور ان کی تدریسی خدمت کا دائرہ خاصا وسیع تھا۔

ایک مدرسہ اوڈاں والا چک نمبر ۴۹۳ گ ب (تحصیل سمندری) میں قائم تھا، جو مشہور بزرگ صوفی عبداللہ مرحوم نے جاری کیا تھا۔ اب بہت عرصے سے یہ جامعہ تعلیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاسلام کے نام سے ماموں کانجن میں جاری ہے۔ لیکن دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے نام سے اوڈاں والا میں بھی اس کا وجود قائم ہے، جہاں حافظ محمد امین، اور بعض دیگر مدرسین خدمت تدریس میں مصروف ہیں اور خاصی تعداد میں طلباء وہاں تحصیل علم کر رہے ہیں۔

دوسرا مدرسہ منڈی تاندلیاں والا کے قریب چک نمبر ۴۲۷ گ ب جھوک دادو میں مدرسہ خادم القرآن والحدیث کے نام سے میاں محمد باقر مرحوم نے جاری کیا تھا جو اس نواح کا معروف مدرسہ ہے۔ میاں صاحب بے حد صالح اور متقی بزرگ تھے۔

ان مدارس کے منتظمین حضرات کے شبہے کا ازالہ کرنا اور مرکزی دارالعلوم کی کامیابی کے لیے ان کی ہم دردیاں حاصل کرنے کی کوشش کرنا نہایت ضروری تھا۔

تاندلیاں والا میں جلسہ

فروری ۱۹۵۵ء کو تاندلیاں والا (ضلع لائل پور) میں مرکزی جمعیت کے زیر انتظام ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ اس جلسے کے دو مقاصد تھے۔ ایک مقصد اس سالانہ کانفرنس کے متعلق ضلع فیصل آباد کے علما و زعما کی سرگرمیوں کی تفصیل معلوم کرنا تھا، جو ۳، ۴۔ اپریل ۱۹۵۵ء کو فیصل آباد میں منعقد ہونے والی تھی۔ دوسرا مقصد مجوزہ مرکزی دارالعلوم کے بارے میں یہ وضاحت کرنا تھا کہ اس کے قیام سے کسی مدرسے کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں، بلکہ جماعت کے تمام تدریسی اداروں اور مدرسوں کو مضبوط کرنا ہے۔

یہ جلسہ دارالعلوم تعلیم الاسلام اوڈاں والا کے بانی و مہتمم صوفی عبداللہ مرحوم و مغفور کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔ میاں محمد باقر صاحب مرحوم بھی اس جلسے میں شریک تھے۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اس جلسۂ عام میں تقریریں کیں۔ میں اس وقت اخبار ''الاعتصام'' کا ایڈیٹر تھا اور جلسے میں شامل تھا۔

فیصل آباد، تاندلیاں والا، جڑاں والا، گوجرہ، سمندری، کمالیہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ وغیرہ مختلف مقامات کے بہت سے حضرات شریک اجلاس تھے۔ اس زمانے میں مولانا اللہ بخش کمیرپوری ضلع فیصل آباد کی جمعیت اہل حدیث کے صدر اور مولانا عبداللہ ثانی ناظم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعلیٰ تھے۔ یہ دونوں بزرگ جلسے میں تشریف فرما تھے۔ ان کے علاوہ فیصل آباد شہر کے ارکانِ جماعت میں سے مولانا عبیداللہ احرار، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا عبدالواحد، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد رفیق مدن پوری، شیخ عنایت اللہ سوداگر چرم، مولوی کریم بخش سمیت بہت سے لوگ موجود تھے۔ اپنی اپنی باری سے یہ سب حضرات سفرِ آخرت پر روانہ ہو چکے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

مولانا محمد اسماعیل کی تقریر

اس یک روزہ جلسے میں متعدد حضرات نے تقریریں کیں اور مختلف مسائل کے متعلق اظہارِ خیال کیا۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم نے جو اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ تھے، تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"اگرچہ اس وقت جماعت اہل حدیث کے بہت سے مدارس قائم ہیں اور جماعت ان پر لاکھوں روپے خرچ کر رہی ہے، تاہم یہ حقیقت ہمیں تسلیم کر لینی چاہیے کہ ان مدارس کا اسلوبِ تعلیم آج کے دور کے مطابق نہیں ہے۔ جماعت کی علمی تشنگی کو ختم کرنے، جید علما کا قحط دور کرنے اور زمانۂ حاضر کے مسائل سے باخبر علما تیار کرنے سے یہ مدارس بالکل قاصر ہیں۔ ہم مرکزی دارالعلوم کے ذریعے سے ایسے لائق علما تیار کرنا چاہتے ہیں، جو اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کے مسائل سے بھی باخبر ہوں اور اس دور کے الحاد کا مقابلہ کرنے کی پوری اہلیت رکھتے ہوں اور تعلیمی، تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات احسن طریقے سے سرانجام دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔"

یہ تھا حضرت مولانا سلفی کی تقریر کا لبِ لباب۔

مولانا غزنوی کی تقریر

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے تقریر کی۔ مولانا نے اپنے اسلوبِ خاص میں مختلف مسائل کا تذکرہ کیا اور مجوزہ مرکزی دارالعلوم کے قیام کی وضاحت فرمائی۔ مولانا نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”مرکزی دارالعلوم کی تجویز سے اربابِ مدارس یہ محسوس کرتے ہیں کہ شاید اس کے قیام سے ان کے مدارس کی موجودہ حالت برقرار نہیں رہ سکے گی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں خود ایک مدرسے کا مہتمم ہوں، لیکن مجھے کبھی یہ فکر دامن گیر نہیں ہوئی کہ یہ مدرسہ ختم ہو جائے گا۔ اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ مرکزی دارالعلوم کے قیام کا مقصد موجودہ مدارس کو ختم کرنا نہیں، بلکہ ان کو خوب صورت انداز میں چلانا ہے۔ مجوزہ دارالعلوم کی حیثیت ایک یونیورسٹی کی ہوگی اور یونیورسٹیاں مدارس کو ختم نہیں کرتیں، بلکہ منظم کرتی ہیں۔ کیونکہ مدارس، یونیورسٹی کے ضروری اجزا ہوتے ہیں۔ ہمارا دارالعلوم ان مدارس کا سرپرست ہوگا۔ انھیں معقول نصاب دے گا، ان کے لیے قابل اساتذہ مہیا کرے گا، ان کے سالانہ امتحانات کا بہتر طریقے سے انتظام کرے گا اور فارغ التحصیل علماء کو نہ صرف سندیں دے گا، بلکہ ملک اور بیرونِ ملک سے ان سندوں کا شایانِ شان احترام کرائے گا۔ آپ دارالعلوم کی اس پوزیشن اور اس کے بعد جماعت کے وقار کا تصور فرمایئے اور اندازہ کیجیے کہ پھر ہمارے فارغ التحصیل علماء کو کس قدر احترام اور وقار حاصل ہوگا۔“

تاندلیاں والا کے اس یک روزہ جلسے کی کارروائی فروری ۱۹۵۵ء کے ”الاعتصام“ میں شائع ہوئی۔

مرکزی دارالعلوم کا نام...... جامعہ سلفیہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تیسری کانفرنس ۳،۴ اپریل ۱۹۵۵ء کو فیصل آباد میں منعقد ہوئی۔ اس موقعے پر مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ کا اجلاس بھی ہوا۔ اس میں یہ مسئلہ سامنے آیا کہ مرکزی دارالعلوم کے قیام اور مقام قیام کا فیصلہ تو کر لیا گیا، لیکن یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ اس کا نام کیا ہوگا......؟

مولانا محمد حنیف ندوی نے فرمایا کہ اس کا نام ”جامعہ سلفیہ“ ہونا چاہیے۔ یہ نام آسان بھی ہے، عام فہم بھی ہے اور ہمارے مسلک سے ہم آہنگ بھی ہے۔ انھوں نے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

فرمایا جس طرح علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ''علیگ''، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ''ندوی''، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے ''جامعی''، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کے ''مظاہری'' اور جامعہ ازہر قاہرہ کے ''ازہری'' کہلاتے ہیں۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (اعظم گڑھ) کے فاضلین کو ''اصلاحی'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جامعہ سلفیہ لائل پور کے فارغ التحصیل ''سلفی'' کہلائیں گے۔ یہ نسبت ان کے مسلک کی ترجمانی بھی کرے گی اور ان کے تعلیمی ادارے کے مقاصد کی وضاحت کا باعث بھی ہوگی۔

جامعہ سلفیہ کے قیام پر پچپن برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ نصف صدی سے زائد کی یہ مدت بہت بڑی مدت ہے اور اب تک اس سے ہزاروں طلبا فارغ التحصیل ہو چکے ہیں اور اس کی سند جیسا کہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے ۶ فروری ۱۹۵۵ء کو تاندلیاں والا میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا، ملک اور بیرون میں ان کے وقار اور احترام کا باعث ہوئی ہے۔ اس کی وجہ سے سعودی عرب کی متعدد یونیورسٹیوں میں انھیں داخلہ ملا ہے۔ لیکن یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ جامعہ سلفیہ کے فارغ التحصیل طلبا میں سے کسی نے بھی اپنی تعلیمی نسبت اس کی طرف نہیں کی اور اپنے آپ کو سلفی کہلانا پسند نہیں فرمایا۔ نہ اربابِ اہتمام و انتظام نے کبھی ان کو سلفی کہلانے کے متعلق کوئی ہدایت جاری کی نہ اس طرف توجہ دلائی۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے برصغیر کے صرف چار اہل حدیث تعلیمی اداروں کے فارغ التحصیل حضرات نے اپنی نسبت اپنی مادرِ علمی کی طرف کی ہے اور وہ حسب ذیل ہیں۔

① ...... دہلی کے مدرسہ رحمانیہ سے فارغ ہونے والے بزرگانِ عالی قدر ''رحمانی'' کہلاتے تھے۔

② ...... جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو کے فارغ التحصیل ''فیضی'' کی نسبت کو اپنے لیے باعثِ فخر قرار دیتے ہیں اور ''فیضی'' کہلاتے ہیں۔

③ ...... عمر آباد (مدراس) کے جامعہ اسلامیہ کے علما و طلبا ''عمری'' کی نسبت سے مشہور ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

④...... بنارس کا تعلیمی ادارہ جامعہ سلفیہ ۱۹۶۴ء میں یعنی جامعہ سلفیہ لائل پور سے نو دس سال بعد قائم ہوا، وہاں کے سند یافتہ اصحاب علم بڑی مسرت کے ساتھ اپنے نام کے ساتھ "سلفی" کا لفظ لکھتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ یہ چاروں ادارے ہندوستان کے ہیں۔ پاکستان کے کسی تعلیمی ادارے کے علما وطلبا نے اپنے آپ کو اپنی مادرِ علمی کی طرف منسوب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ جامعہ سلفیہ تو جماعت کے اکابر نے قائم ہی ایک خاص نقطہ نظر کے اظہار کی غرض سے کیا تھا اور اسی مقصد کی تشہیر کے لیے اس کا یہ نام رکھا گیا تھا، لیکن اس کے سند یافتہ حضرات نے اپنے اکابر اور اس کے بانیوں کے فکر و نظر کی قدر نہ کی۔ یہ نہایت افسوس ناک طرزِ عمل ہے۔

جامعہ سلفیہ کی منتظمہ کمیٹی اور اس کے اربابِ اہتمام کا فرض تھا کہ وہ جامعہ سلفیہ کے سند یافتہ حضرت کے نام ہدایت جاری کرتے بلکہ انھیں حکم دیتے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ "سلفی" لکھا کریں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بہت سال پہلے کی بات ہے کہ صرف ایک نوجوان عبدالغفور اپنے آپ کو عبدالغفور سلفی لکھا کرتے تھے اور وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ "اہل حدیث" میں کام کرتے تھے۔ بڑے محنتی اور ذمے دار نوجوان تھے۔ غالباً ضلع مظفر گڑھ کے کسی قصبے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن انھیں دفتر کی خدمت سے الگ کر دیا گیا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ان کی علیحدگی کی وجہ شاید انھیں سلفی کہلانے کی سزا دینا تھا۔

جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد

۴۔ اپریل ۱۹۵۵ء کو جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ بے شمار لوگوں نے اس تقریب میں شرکت کی۔ فیصل آباد کانفرنس میں شامل ہونے والے بیرونی حضرات بھی موجود تھے اور مقامی لوگ بھی کثیر تعداد میں آئے تھے۔ فیصل آباد میں اس وقت متعدد روزنامہ اخبارات شائع ہوتے تھے۔ ان کے نمائندے بھی اس موقعے پر موجود تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام اخبارات نے جلی سرخیوں میں کانفرنس کی کارروائی شائع کی تھی۔ بعض اخباروں نے خاص نمبر شائع کیے اور جامعہ سلفیہ کے سنگ بنیاد کی تنصیب کے متعلق تفصیلات بیان کیں۔ یہ پُرجوش اور پُررونق اجتماع تھا۔ جمعیت کی مجلس عاملہ اور مجلس شوریٰ کے ارکان کے علاوہ مختلف مدارس کے شیوخ الحدیث اور اربابِ اہتمام وہاں تشریف فرما تھے۔

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی تجویز کے مطابق جامعہ سلفیہ کی پہلی اینٹ فیصل آباد کے مشہور بزرگ حکیم نورالدین مرحوم ومغفور نے رکھی۔

اس کے بعد ضلعے کی دو ممتاز شخصیتوں صوفی عبداللہ اور میاں محمد باقر نے ایک ایک اینٹ رکھی۔ (اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی)

اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی تھے۔ انھوں نے اس موقعے پر نہایت موثر اور پُرسوز تقریر کی تھی، جس میں مسلک اہل حدیث کی وضاحت فرمائی۔ برصغیر میں جماعت اہل حدیث کی تدریسی اور سیاسی خدمات کا تفصیل سے تذکرہ کیا اور قیامِ جامعہ سلفیہ کے مقاصد بیان کیے۔

بعد ازاں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ پھیلائے اور خشوع وخضوع کے ساتھ لمبی دعا کی۔

یہ جگہ شیخوپورہ روڈ پر اُس وقت فیصل آباد سے تین میل کے فاصلے پر تھی۔ اس کے بالمقابل موضع کوٹ امین تھا۔ اردگرد کوئی خاص آبادی نہ تھی۔ کہیں کہیں کوئی گھر نظر آتا تھا۔ باہر شیخوپورہ روڈ پر بورڈ لگا دیا گیا تھا، جس پر لکھا تھا ''الجامعۃ السّلفیۃ''۔

اب یہ تمام علاقہ آباد ہو گیا ہے اور چاروں طرف بڑی بڑی بلڈنگیں تعمیر ہو گئی ہیں۔ بازاروں میں ہر قسم کے سامان سے دکانیں بھری ہوئی ہیں۔

مالی تعاون

مرکزی دارالعلوم کے قیام کا اعلان ہوتے ہی جماعت کے اصحابِ ثروت اور مخیّر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات نے مالی تعاون کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور ''جامعہ سلفیہ'' کے سنگ بنیاد اور حجر اساسی کی تقریب کے موقعے پر بھی بہت سے حضرات نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تعاون کیا۔ جہاں تک میری یادداشت میرا ساتھ دیتی ہے، دارالعلوم کے اعلان سے متاثر ہو کر سب سے پہلا چیک سیٹھ عبدالقادر ہالائی نے ڈھاکا سے میرے نام بھیجا تھا۔ یہ پانچ سو روپے کا کراس چیک تھا جو مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم مالیات میاں عبدالمجید کی وساطت سے پاکستان کواپریٹو سنٹرل بینک (لاہور) میں جمع کرا دیا گیا تھا۔ یہ بینک حاجی محمد اسحاق حنیف اور احرار لیڈر شیخ حسام الدین وغیرہ نے ۱۹۵۰ء میں (بینک سکوائر لاہور میں) قائم کیا تھا۔ مرکزی جمعیت کا اکاؤنٹ اسی بینک میں تھا۔ بہت عرصہ ہوا یہ بینک ختم ہو گیا ہے۔

جامعہ سلفیہ کے اولین معاون سیٹھ عبدالقادر ہالائی کا مختصر الفاظ میں تعارف یہ ہے: وہ دراصل ہندوستان کی ریاست جوناگڑھ کے رہنے والے تھے۔ میمن برادری سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت مولانا محمد جوناگڑھی دہلوی کے بھانجے اور داماد تھے۔ مولانا معین الدین لکھوی کے ہم زلف تھے۔ تقسیمِ ملک کے بعد جوناگڑھ سے نقل مکانی کر کے مشرقی پاکستان چلے گئے تھے اور نارائن گنج (ڈھاکا) میں جیوٹ مل قائم کر لی تھی۔ انھوں نے مشرقی پاکستان میں پٹ سن کے بہت بڑے تاجر کی حیثیت سے شہرت پائی۔ ۱۶۔ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا تو ان کا خاندان بہت بڑی مصیبت سے دوچار ہوا اور وہ بے حد تکلیفیں اٹھاتے ہوئے پاکستان آئے۔ میرے ان سے ذاتی مراسم تھے، اس لیے میں ان کے اُس دور کے حالات سے بہت حد تک آگاہ ہوں۔

جامعہ سلفیہ کے سنگِ بنیاد کی تقریب کے موقعے پر جن حضرات نے فوری طور پر مالی تعاون کیا، ان میں ایک بزرگ میاں مولابخش تھے۔ انھوں نے پندرہ سو روپے عطا کیے تھے، جو اس سستے زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ میاں مولابخش دراصل موضع پٹی کے رہنے والے تھے۔ یہ قصبہ قیامِ پاکستان سے قبل اہل حدیث کا بہت بڑا مرکز تھا اور ضلع لاہور میں واقع تھا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ قصبہ ہندوستان کے حصے میں آیا اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ضلع امرتسر میں شامل ہوا۔

میاں مولا بخش کے بیٹے میاں محمد عالم اور میاں دین محمد تھے۔ یہ دونوں بھائی اپنے متقی والد کے ساتھ جامعہ سلفیہ کے سنگِ بنیاد کی تقریب میں موجود تھے۔ بہت نیک بزرگ تھے۔ آگے چل کر ان کے اخلاف نے بڑی دینی خدمت کی۔ خود انھوں نے اور ان کے بیٹوں اور پوتوں نے کئی مسجدیں تعمیر کرائیں اور متعدد مدارس کی مالی امداد کی۔ لاہور کے علاقہ سنت نگر میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔

مولانا غزنوی کی ہدایت

جامعہ سلفیہ کے سنگ بنیاد کی تنصیب کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے حسب ذیل تین حضرات کو خاص طور سے اپنے پاس بلایا۔

①...... حاجی مولا بخش مالک نشاط ٹیکسٹائل ملز لائل پور

②...... مولانا عبدالواحد امام جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد

③...... مولانا عبیداللہ احرار

حاجی مولا بخش چنیوٹ (ضلع جھنگ) کی شیخ برادری سے تعلق رکھتے تھے اور مولانا غزنوی کے عقیدت مند تھے۔ مولانا نے ان سے فرمایا کہ وہ جتنی جلدی ممکن ہو بیس لاکھ اینٹ فراہم کر دیں تاکہ جامعہ سلفیہ کی تعمیر کا کام شروع کیا جا سکے۔ تدریس اور اساتذہ وطلبا کے قیام کے لیے فوری طور پر پانچ یا چھ کمروں کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے بعد تدریس کے ساتھ ساتھ ضرورت کے مطابق کمرے تعمیر ہوتے رہیں گے۔

مولانا عبدالواحد اور مولانا عبیداللہ احرار کے نام مولانا غزنوی نے یہ فرمان جاری کیا کہ وہ حاجی شیخ مولا بخش صاحب سے اینٹیں لے کر جلد از جلد اپنی نگرانی میں تعمیر کے کام کا آغاز کر دیں۔ اس میں کسی قسم کا تساہل نہیں ہونا چاہیے، لیکن اس سے چند روز بعد پنجاب میں سیلاب آ گیا، جس سے یہ علاقہ ایسا متاثر ہوا کہ اینٹیں تیار کرنا ممکن نہ رہا، اس لیے کچھ عرصہ کام رکا رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جامعہ سلفیہ کی یہ زمین دو حصوں میں منقسم تھی، جس کا کوئی مناسب حل نکالنا ضروری تھا۔ چنانچہ ۱۵۔جنوری ۱۹۵۶ء کو مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا، جس میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا۔ فیصلہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عطاء اللہ حنیف اور مولانا معین الدین لکھوی فیصل آباد جائیں اور مقامی دوستوں کی مدد سے موہوبہ زمین کے مالکوں سے مل کر اس مشکل سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کریں۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات وہاں گئے۔ متعلقہ لوگوں سے بات کی اور معاملہ مولانا عبدالواحد، مولانا عبید اللہ احرار اور مولانا محمد اسحاق چیمہ کے سپرد کر کے ۲۱ جنوری کو واپس آ گئے۔ بعد ازاں مسئلہ حل ہو گیا۔

تعلیمی کانفرنس

فیصل آباد کانفرنس کے موقعے پر ۲۔اپریل ۱۹۵۵ء کو مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی صدارت میں ایک تعلیمی کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں مغربی پاکستان (یعنی موجودہ پاکستان) کی جماعت اہل حدیث کے دینی مدارس کے اصحاب اہتمام، صدر مدرسین اور دیگر بہت سے علما و زعما نے شرکت کی۔ کانفرنس کا اصل مقصد مدارس اہل حدیث کے نظامِ تعلیم میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے مسئلے پر غور کرنا تھا۔ اسی کانفرنس میں جامعہ سلفیہ کے معاملات کو صحیح طریقے سے چلانے کے لیے مندرجہ ذیل امور زیر بحث لائے گئے:

① ...... تمام عربی و دینی مدارس میں رابطہ پیدا کیا جائے۔

② ...... نصاب تعلیم میں وحدت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

③ ...... تعلیمی معیار بلند کرنے کی تدابیر پر غور کیا جائے۔

④ ...... باہمی مشورے سے ایسے قواعد و ضوابط بنائے جائیں کہ کسی مدرسے کا کوئی طالب علم بغیر کسی معقول وجہ کے کسی دوسرے مدرسے میں داخل نہ ہو سکے۔ ایک مدرسے سے نکل کر دوسرے مدرسے میں چلے جانا بالکل غلط ہے۔ اس طرزِ عمل کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ نہایت اہم موضوع تھا۔ اس میں بہت سے حضرات نے حصہ لیا اور تجاویز پیش کیں۔

تعلیمی سب کمیٹی

مزید غور و فکر کے لیے ایک تعلیمی سب کمیٹی قائم کی گئی تھی جو مندرجہ ذیل سات حضرات پر مشتمل تھی:

① ...... حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی

② ...... حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی

③ ...... مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

④ ...... مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب حسینوی

⑤ ...... مولانا معین الدین لکھوی

⑥ ...... ملک عبدالعزیز (ملتان)

⑦ ...... ماسٹر محمد رفیق (کھڈیاں خاص، ضلع قصور)

طے پایا کہ اس کمیٹی کا آئندہ اجلاس تقریباً دو مہینے بعد ۲۹۔ مئی ۱۹۵۵ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں ہوگا۔ اس اثنا میں عربی و دینی مدارس کے ابتدائی درجات کے لیے اہل علم نصاب تعلیم تجویز کر کے مرکزی جمعیت کے دفتر (شیش محل روڈ لاہور) میں ارسال کریں گے اور خود کمیٹی کے ارکان بھی الگ الگ نصاب مرتب کریں گے۔ چنانچہ ۲۹۔ مئی ۱۹۵۵ء کو سب کمیٹی کا اجلاس بصدارت مولانا داؤد غزنوی ہوا اور مرتب شدہ ابتدائی نصاب تعلیم پر غور کیا گیا۔ یہ نصاب تعلیم "الاعتصام" کے ۳ جون اور ۱۷ جون ۱۹۵۵ء کے دو شماروں میں شائع ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب

عربی، دینی مدارس کے درجۂ ابتدائی کے لیے نصاب تعلیم

یہاں یاد رہے کہ مدرسین اور فن تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے بھیجے ہوئے نصاب تعلیم اس کمیٹی میں پیش کیے گئے تھے۔ کامل غور و خوض کے بعد تعلیمی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل نصاب تعلیم تجویز کیا گیا اور سفارش کی گئی کہ تمام عربی دینی مدارس کو پابندی کے ساتھ اس نصاب تعلیم کو اپنے اپنے مدارس میں جاری کرنا چاہیے، کیونکہ تعلیمی کانفرنس میں مدارس کے منتظمین اور اہل علم حضرات نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ نصاب تعلیم کی سب کمیٹی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا اور سب مدارس اس کی پابندی کریں گے۔

مجوزہ نصاب تعلیم میں انگریزی زبان کی تعلیم پر کافی بحث ہوئی۔ بالآخر فیصلہ ہوا کہ انگریزی زبان کے مضمون کو ہر جگہ کے لیے لازمی قرار نہ دیا جائے، البتہ جس مدرسے میں انگریزی زبان کے مضمون کو رکھنا ضروری سمجھا جائے، اسے اجازت ہوگی کہ اس کے مطابق تعلیم دی جائے اور وہی نصاب رکھا جائے جو انگریزی سکولوں میں جاری ہے۔ نیز اعلان کیا گیا تھا کہ مدارس کو جن جن کتابوں کی ضرورت ہو وہ ادارہ اشاعۃ السنہ کی خدمات حاصل کریں۔ ادارہ تمام کتابیں مہیا کر دے گا۔

نوٹ: درجہ ابتدائی میں صرف وہ طلبا داخل ہو سکیں گے، جنھوں نے ہمارے ابتدائی مکاتب کا کورس باقاعدہ پڑھا ہوگا یا کم از کم قرآن مجید ناظرہ کے علاوہ پرائمری پاس کے برابر استعداد رکھتے ہوں گے۔

یہ نصاب ۳۔جون ۱۹۵۵ء کے الاعتصام میں شائع ہوا تھا۔ یہ ۵۵ سال قبل کا نصاب تعلیم ہے۔ اسے پڑھ کر اپنے اسلاف کی یاد تازہ کیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درجہ ابتدائی (سال اول)

قرآن مجید: ترجمہ سورہ فاتحہ۔ سورہ علق سے سورہ الناس تک۔ اس کے بعد سورہ بقرہ اور آل عمران۔ مدت: ۱۰ ماہ

حدیث: نخبۃ الاحادیث میں سے چالیس حدیثیں۔ مدت: ۲ ماہ

عقائد: تقویۃ الایمان۔ آیات و احادیث کا ضروری حصہ یاد کرایا جائے۔
مدت: ۴ ماہ

سیرت: ہمارے رسول خواجہ عبدالحی۔ مدت: ۱ ماہ

تاریخ: تاریخ اسلام جماعت ششم۔ مدت: ۳ ماہ

نوٹ: اسی ترتیب سے دس ماہ میں یہ مضامین پورے کیے جائیں۔

صرف و نحو: عربی کا معلم حصہ اول، میزان منشعب، ابواب الصرف گردانوں کی مشق مع ترجمہ۔ مدت: ۱۰ ماہ

ادب عربی: درجات الادب حصہ اول و دوم۔ مدت: ۴ ماہ

فارسی: گلستان ادب جماعت ششم۔ مدت: ۳ ماہ

اردو: املاء و انشاء۔ مدت: ۳ ماہ

درجہ ابتدائی (سال دوم)

قرآن مجید: ترجمہ سورۃ نساء سے آخر سورۃ ہود تک۔ مدت: ۱۰ ماہ

حدیث: بلوغ المرام۔ مدت: ۱۰ ماہ

ادب عربی: القراۃ الرشیدہ حصہ اول و دوم، الطریقۃ السہلہ حصہ اول ترجمتین کی مشق۔ مدت: ۱۰ ماہ

صرف و نحو: عربی کا معلم حصہ دوم و سوم، زرادی اردو ترجمہ، حافظ محمد زکریا مرحوم۔ نحو میر، مأتہ عامل (حفظ) ضریری۔ مدت: ۱۰ ماہ

نوٹ: پہلے عربی کا معلم، اس کے بعد زرادی ۵ ماہ۔ پہلے نحو میر، اس کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

23560

ماتہ عامل۔ آخر میں ضریری ۵ ماہ

سیرۃ النبی: رحمت عالم۔ سید سلیمان ندوی مرحوم۔ مدت: ۵ ماہ

تاریخ اسلام: تاریخ اسلام جماعت ہفتم۔ مدت: ۵ ماہ

اردو: اردو کی املاء وانشاء۔ مدت: ۵ ماہ

تاریخ وجغرافیہ: معاشرتی علوم جماعت ہفتم، تاریخ وجغرافیہ جماعت ہفتم۔

مدت: ۵ ماہ

فارسی: گلستان ادب جماعت ہفتم۔ مدت: ۵ ماہ

درجہ ابتدائی (سال سوم)

قرآن مجید: ترجمہ سورۃ یوسف سے آخر قرآن شریف تک۔ مدت: ۱۰ ماہ

حدیث: مشکوۃ شریف نصف اول۔ مدت: ۱۰ ماہ

ادب: القراۃ الرشید حصہ سوم و چہارم

عربی: الطریقۃ السہلہ حصہ دوم ترجمتین کی مشق

صرف: عربی کا معلم حصہ چہارم، علم الصیغہ۔ فصول اکبری

نحو: شرح ماتہ عامل مع ترکیب ہدایۃ النحو

سیرۃ النبی: رحمۃ للعالمین جلد اول

تاریخ: تاریخ اسلامی جماعت ہشتم۔ تاریخ ہند و پاک خلفائے اربعہ (جامعہ ملیہ)

معاشرتی علوم جماعت ہشتم

جغرافیہ: جغرافیہ جماعت ہشتم

درجہ ابتدائی (سال چہارم)

قرآن مجید: قرآن مجید کے ترجمہ کا اعادہ اور تفسیری نوٹس۔ مدت: ٦ ماہ

حدیث: مشکوۃ شریف نصف ثانی۔ مدت: ۱۰ ماہ

ادب: کلیلہ دمنہ، دیوان ابوالعتاہیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی: الطریقۃ السہلہ حصہ سوم و چہارم ترجمتین اور خطوط نویسی عربی میں

نحو: کافیہ۔ الفیہ۔ مدت: ۱۰ ماہ

صرف: شافیہ

فقہ: الدراری المضیۃ (امام شوکانی) قدوری۔ مدت: ۱۰ ماہ

اصولِ حدیث: مقدمہ مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور اکمال فی اسماء الرجال میں سے صحاحِ ستہ کے مصنفین اور آئمہ اربعہ کے حالات، رسالہ اصول فقہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ۔ مدت: ۴ ماہ

سیرۃ: رحمۃ للعالمین جلد دوم کے پہلے تین باب

تاریخ: الفاروق۔ مدت: ۱۰ ماہ

فارسی: گلستان شیخ سعدی رحمہ اللہ

نوٹ: قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیری نوٹ پڑھانے کے بعد اصول کی کتابیں پڑھائی جائیں۔

ابتدائی مکاتب کا نصاب تعلیم

جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق ابتدائی مکاتب کے لیے مندرجہ ذیل نصاب تعلیم تجویز کیا گیا تھا جو ۱۷۔جون ۱۹۵۵ء کے الاعتصام میں چھپا۔

مقصد: بچے کو اسلامی طریق حیات کا عادی بنا کر سچا مسلمان اور مفید شہری بنانا۔

نصاب: جماعت اول

اسلامیات: (الف) عربی قاعدہ یسرنا القرآن یا اسی قسم کا کوئی اور عربی قاعدہ

(ب) کلمہ طیبہ، بسم اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ، السلام علیکم وغیرہ اسلامی کلمات حفظ کرائے جائیں اور آسان مطالب سمجھائے جائیں۔

(ج) ماں باپ، استاد اور بڑوں کا ادب سکھانا۔ جسم اور لباس کی صفائی، ہاتھ منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دھونے، کلی کرنے اور ناک صاف کرنے کا صحیح طریقہ۔ مختلف ضروریات میں دائیں بائیں ہاتھ کا استعمال۔

اردو: اردو کا قاعدہ، حروف تہجی کی بناوٹ، تختی پر مفرد حروف تہجی کی مشق۔

حساب: ہندسے سو تک، پہاڑے 10x10 تک آسان زبانی سوالات جمع و تفریق

جماعت دوم

اسلامیات: (الف) قرآن مجید ناظرہ شروع۔ پہلی منزل ختم

(ب) نماز سادہ (بلا ترجمہ) یاد کرانا۔ اذان اور تکبیر کے کلمات یاد کرانا۔ وضو کا مسنون طریقہ سکھانا اور حمد و نعت کے دس دس شعر زبانی یاد کرانا۔

(ج) قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور تشہد کا صحیح طریقہ سکھانا۔

(د) آسان زبان میں توحید کا مفہوم سمجھانا اور آسان زبان میں رسالت کا سادہ مفہوم ذہن نشین کرانا۔ رسول اکرم ﷺ کے علاوہ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ناموں کا تعارف۔

سیرت النبی: (الف) آسان زبان میں آنحضرت ﷺ کے خاندان کی عظمت کا مختصر سا ذکر اور رسول اکرم ﷺ کے زمانہ طفولیت کی دو تین کہانیاں۔

(ب) مندرجہ ذیل عنوانوں کے تحت رسول پاک ﷺ کے واقعات و ارشادات "خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین۔ انصاف، شجاعت، تحصیل علم کی ترغیب، بچوں سے محبت۔"

آداب و اخلاق: (الف) مندرجہ ذیل امور کے متعلق آسان زبان میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کا ذکر اور تمثیل کے لیے آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام، آئمہ دین اور بزرگانِ سلف کی زندگی کے واقعات بیان کرنا۔ ماں باپ، استاد اور بزرگوں کی خدمت۔ بزرگانِ دین کا ادب، ارشاداتِ نبوی (ﷺ) کی روشنی میں کھانے پینے اور ملاقات کے آداب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ب) جسم ولباس کی صفائی اور طہارت و پاکیزگی کے متعلق مزید امور کی تشریح۔

اردو: اردو کی پہلی کتاب، املاء، خوش خطی (تختی پر مرکب حروف کی مشق) اردو کی کتاب کا سبق کاپی پر لکھنا۔

حساب: چاروں سادہ قاعدے۔ پہاڑے 16x16 تک اور کچھ زبانی حساب۔

جماعت سوم

اسلامیات: (الف) قرآن مجید ناظرہ پندرہ پارہ تک ختم کرانا۔

(ب) وضو سے پہلے اور بعد کی دعائیں اور اسی طرح فرض نماز کے بعد کی دعائیں۔ وتر کی دعاے قنوت اور نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ اور دعائیں۔

(ج) کلمہ طیبہ ہر دو اجزا یعنی توحید و رسالت کی مناسب توضیح اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کا اقرار اور زندگی پر اس کا اثر۔

(د) حمد و نعت کے دس دس اشعار حفظ کرانا۔

سیرۃ النبی: (الف) آنحضرت ﷺ کے اخلاق کے متعلق پانچ سبق آموز کہانیاں۔

(ب) تبلیغ اسلام کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی استقامت اور تکالیف کا برداشت کرنا۔

آداب و اخلاق: (الف) بسم اللہ، سبحان اللہ، ما شاء اللہ، ان شاء اللہ کا روزانہ زندگی میں استعمال۔

(ب) استاد کی تعظیم، ہمسائے کے حقوق، کمزوروں اور بیکسوں کی مدد کے متعلق آسان زبان میں رسول اکرم ا کے ارشادات، صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کی زندگی کے واقعات۔

اردو: (الف) اردو کی دوسری کتاب، اس کے علاوہ سیرت و آداب پر اردو میں کوئی اسلامی کتاب۔

(ب) املا و خوش خطی۔ چھوٹے چھوٹے خطوط اور کہانیاں لکھنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حساب: (الف) چاروں مرکب قاعدے۔

(ب) اوزان، نقدی، سکے اور اوقات کے متعلق واقفیت بہم پہنچانا۔

(ج) پہاڑے 20x20 اور پونا، سوایا، ڈیوڑھا اور اڑھایا کے پہاڑے۔

جغرافیہ: متعلقہ ضلع کا جغرافیہ پڑھنا اور نقشے سے سمجھانا۔

جماعت چہارم

اسلامیات: (الف) قرآن مجید ناظرہ ختم

(ب) وضو کی دعاؤں، ساری نماز، نماز کے بعد کی دعاؤں، دعائے قنوت اور دعائے جنازہ کا ترجمہ یاد کرانا۔

(ج) تیسویں پارے کی آخری دس سورتیں یاد کرانا۔

(د) ارکانِ اسلام کے متعلق ضروری مسائل۔

(ح) حمد و نعت کے پندرہ پندرہ اشعار یاد کرانا۔

(و) قضائے حاجت کے متعلق رسول اکرم ﷺ کی ہدایات۔

(ز) غسل جنابت کا مسنون طریقہ۔ (مسائل توحید سمجھانے کے لیے نصیحۃ المسلمین مولانا خرم علی پڑھائی جائے)

سیرۃ النبی: آنحضرت ﷺ کے اہل بیت، ازواجِ مطہرات اور خلفائے راشدین کے مختصر حالات۔

آداب و اخلاق: (الف) امورِ ذیل کے متعلق آسان زبان میں احکامِ الٰہی اور ارشادات نبوی ﷺ کا مختصر ذکر اور تمثیلی واقعات۔ ''راست گوئی، ایفائے عہد، کفایت شعاری، سخاوت، سادگی اور دیانت داری۔''

(ب) ملاقات کا اسلامی طریق۔ دوسرے کے مکان یا کمرے میں داخل ہونے کے لیے اجازت حاصل کرنا۔

اردو: اردو کی تیسری کتاب، سیرت و آداب پر کوئی اسلامی کتاب۔ املا اور خوش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطی، حکایات نویسی۔ خطوط نویسی، بعض دیہی کاغذات، رسید راہداری وغیرہ لکھانا۔

حساب: رقبہ اور کسورِ عام کے جملہ قواعد۔

جغرافیہ: جغرافیہ پنجاب کا مفصل اور پاکستان کا مختصر

یہ بہت اچھا نصابِ تعلیم تھا، جو جماعت کے علما و مدرسین حضرات نے مرتب کیا تھا۔ مدارس میں اس کے نفاذ کا فیصلہ کیا گیا تھا، لیکن افسوس ہے، اس پر عمل نہ ہو سکا۔

جامعہ کے مقاصد قیام

جامعہ سلفیہ قائم کرنے کے مقاصد حسب ذیل تھے

①...... اس میں فارغ التحصیل طلبا کو داخل کیا جائے گا۔

②...... ان کے طبعی رجحان اور قابلیت کے مطابق ان کی علمی تربیت کی جائے گی۔

③...... جس طالب علم کا رجحان تدریس کی طرف ہے، اسے بہترین مدرس بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

④...... جو طلبا تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے ہیں، ان کے لیے تحریری خطوط پر عمل پیرا ہونے کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

⑤...... جنھیں وعظ و تبلیغ اور تقریر و خطابت سے دلچسپی ہے، انھیں حالات کے مطابق اس میدان میں آگے بڑھنے کے طریقے سکھائے جائیں گے۔

⑥...... جامعہ کے طلبا کو جدید علوم سے بہرہ ور کیا جائے گا۔

⑦...... اسلام کے خلاف جو فتنے سر اٹھا رہے ہیں، ان کا صحیح انداز میں جواب دینے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے طلبا کی تربیت کی جائے گی۔

یہ اور اس قسم کے متعدد مقاصد تھے، جن کی تکمیل کے لیے جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا تھا۔

لاہور میں جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل کا آغاز

فیصلہ کیا گیا کہ جب تک جامعہ سلفیہ کی زمین جامعہ کے نام منتقل نہیں ہو جاتی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہاں تدریس کے لیے چند کمرے تعمیر نہیں ہو جاتے، اس وقت تک دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) میں جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل کا آغاز کر دیا جائے اور اس کے ذریعے علمائے کرام کی ایسی جماعت تیار کرنے کی سعی کی جائے، جو اپنا تعلیمی اور تربیتی نصاب مکمل کرنے کے بعد نہ صرف جامعہ سلفیہ میں تعلیم و تدریس کی ذمہ داریاں باقاعدہ سنبھال سکیں، بلکہ جماعت کو جہاں بھی مدرس یا خطیب کی ضرورت ہو، وہاں کے لیے جید عالم، قابل مدرس اور فاضل خطیب مہیا ہو سکیں۔

درجہ تکمیل کا نصاب تعلیم

ذیل میں درجہ تکمیل کا نصاب تعلیم درج کیا جاتا ہے اور جو اساتذہ کرام اس کی تدریس پر متعین ہوئے تھے، ان کے اسمائے گرامی بھی تحریر کیے جاتے ہیں۔ اندازہ فرمایئے کیسا عمدہ ترین نصاب تعلیم تھا اور کس قدر اونچے درجے کے علمائے کرام نے اس کی تدریس کی ذمے داری قبول فرمائی تھی۔ اس نصاب تعلیم اور جلیل القدر اصحاب تدریس کا اعلان یکم جون ۱۹۵۶ء کے ''الاعتصام'' میں کیا گیا تھا۔ اس دور کی یہ یادگار تحریر اب بھی بیان کر دی جائے تو کیا مضائقہ ہے......؟

درجہ تکمیل کا نصاب

فیصلہ کیا گیا تھا کہ

① ...... درجہ تکمیل میں مدت تعلیم دو سال ہوگی۔

② ...... ہر فن کی کم از کم ایک بلند پایہ کتاب ضرور پڑھائی جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ جن جن فنون میں داخل شدہ طلبا میں کمی نظر آئے گی، اس کمی کو پورا کرنے کا مناسب اور معقول انتظام کیا جائے گا۔

③ ...... درجہ تکمیل کے طلبا کو تعلیم بذریعہ کتاب بھی دی جائے گی، اور بذریعہ خطبات (لیکچرز) بھی دی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصاب تعلیم کا اجمالی خاکہ

علوم قرآن

①......قرآن مجید کا سادہ، با محاورہ اور فصیح اردو میں ترجمہ اور اس کے ساتھ آیات قرآنی کے مضامین اوران کے عنوان قلم بند کرانا۔

②......قرآن مجید کے قابل اعتنا تراجم کی تاریخ اوران پر تبصرہ۔

③......تاریخ جمع وتدوین قرآن۔

④......فن تفسیر کی اجمالی تاریخ اورطبقات مفسرین پر محاضرہ (لیکچر)

⑤...... اصول تفسیر میں ''الفوز الکبیر'' (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) اور ''اتقان'' (سیوطی) کے منتخب ابواب کا درس۔

⑥...... وحی کی حقیقت اور وحی کی ضرورت اور اس کے ساتھ ''وحی'' کے متعلق حکمائے اسلام اور محدثین کے مسلک کی وضاحت اورمحاکمہ (محاضرہ)

⑦......صحف سماویہ اور قرآن مجید کا تقابلی مطالعہ۔

علوم قرآنی کی متذکرہ بالا تعلیم کی خدمت درساً وخطابتاً مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی نے قبول فرمائی۔ اس کے علاوہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' سے مبحثِ خامس اور مبحث سادس کے منتخب فصول و ابواب، مبحثِ سابع کامل اور تتمہ اور حجۃ اللہ البالغہ جلد ثانی میں سے تصوف کے متعلق ابواب الاحسان آخر مباحثِ احسان تک اور حضورِ نماز یا خشوعِ نماز کی عملی تربیت۔ یہ ذمہ داری بھی مولانا غزنوی نے قبول فرمائی۔

علوم حدیث

①......مقدمہ ابن الصلاح کامل، کفایہ خطیب کے بعض ابواب اور اس کے بعد مقدمہ فتح الباری کے منتخب ابواب کا درس۔

نوٹ: اصول حدیث کی کتابوں کا درس دیتے ہوئے تدریب الراوی سیوطی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتح المغیث سخاوی کا مطالعہ پیش نظر رہے گا۔

صحاح ستہ کے مصنفین کے حالات اور ان کی تصنیفات کی خصوصیات پر محاضرات:

②...... امام بخاری رحمہ اللہ کا مقام بحیثیت محدث، مفسر، فقیہ، اصولی، متکلم اور مجتہد مطلق موضوع پر جامع محاضرات۔

③...... اصولِ حدیث کے سلسلے میں مدنی اور کوفی مکاتب فکر کا تقابلی مطالعہ۔

④...... مستشرقین کے اصول حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات (محاضرہ) اس عنوان کے تحت حجیت حدیث کے متعلق مخالفین کے شکوک وشبہات کے جوابات۔

علوم حدیث کی متذکرہ بالا تعلیم کی خدمت (درساً وخطاباً) شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب سرانجام دیں گے۔

⑤...... درجہ تکمیل میں شامل ہونے والے بعض طلبا ایسے بھی ہیں، جنھوں نے صحاح ستہ کی تعلیم مکمل حاصل نہیں کی یا مکمل حاصل کی ہے، لیکن مزید بصیرت حاصل کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ان کی تعلیمی کمی پوری کرنے کی خدمت مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف کے سپرد کر دی گئی تھی۔ (اس حیثیت سے مولانا عطاء اللہ صاحب کا منصب شیخ الحدیث کا تھا۔)

ادبیات عربی

ادبیات عربی میں نثر اور نظم دونوں پر مندرجہ ذیل کتابیں درساً پڑھائی جائیں گی۔

①...... کامل مبرد کے منتخب ابواب وفصول (نثر)

②...... النظرات منفلوطی یا طٰہٰ حسین کی الادیب اور حدیث الاربعاء (نثر)

③...... حماسہ کے منتخب ابواب (نظم)

④...... متنبی کے منتخب ابواب (نظم)

⑤...... مفضلیات کے منتخب ابواب (نظم)

⑥...... البلاغۃ الواضحہ (بلاغت)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑦...... دلائل الاعجاز (بلاغت)

⑧...... الطراز کے منتخب ابواب (بلاغت)

اس کے علاوہ تاریخ ادبیات پر لیکچر اور عربی انشا اور مصری مجلّات کا مطالعہ، تاریخ میں ''مقدمہ ابن خلدون'' کے منتخب ابواب اور ''وفیات الاعیان'' ابن خلکان سے ائمہ دین، بعض ملوک وسلاطین اور منتخب علماء اور شعراء کے تراجم۔

ادبیات عربی کی متذکرہ بالا تعلیم کی ذمہ داری مولانا محمد حنیف صاحب ندوی نے قبول فرمائی۔

علوم فقہیہ وکلامیہ وغیرہ

①...... ہدایہ اخیرین کے منتخب ابواب

②...... اصول فقہ میں توضیح وتلویح مقدمات اربعہ تک۔

③...... مسلم الثبوت تا درس

④...... الاحکام ابن حزم کے منتخب ابواب

⑤...... تاریخ التشریع الاسلامی (خضری) (تاریخ فقہ اسلامی)

⑥...... علم کلام میں مسامرہ مع مسایرہ

⑦...... شرح عقائد نسفی

⑧...... الانتقاد الرجیح شرح الاعتقاد الصحیح (شاہ ولی اللہ)

⑨...... منطق میں سلم العلوم کامل

⑩...... امور عامہ میں جواہر عالیہ (فضل حق خیر آبادی)

⑪...... فلسفہ ہدیہ سعیدیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (خیر آبادی)

ان علوم وفنون کے لیے مولانا شریف اللہ خاں صاحب (سابق صدر مدرس دارالعلوم فتح پوری دہلی) کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درجہ تخصص

اس نصاب کے اعلان سے قبل ۱۱۔مئی ۱۹۵۶ء کے ''الاعتصام'' میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم و مغفور کی طرف سے اعلان فرمایا گیا تھا کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ درجہ تکمیل کے علاوہ ایک جماعت درجہ تخصص کا اجرا بھی کر دیا جائے تا کہ دینیات، ادب، تاریخ اور علوم عالیہ کے ماہر عالم تیار کیے جائیں۔ درجہ تخصص میں اس وقت حسب ذیل تین درجات پیش نظر تھے۔

اول: درجہ تخصص (دینیات) میں ذیل کے مضامین پڑھائے جائیں گے۔

علوم القرآن: تفسیر، اصول تفسیر، تاریخ جمع قرآن، تاریخ رجال قرآن، جغرافیہ، ارض القرآن اور اعجاز القرآن

علوم حدیث: حدیث، اصول حدیث، تاریخ جمع و تدوین حدیث اور تاریخ ائمہ حدیث اس کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی کی مشق کرائی جائے گی۔

علوم فقہیہ: فقہ، اصول فقہ، تاریخ فقہ اسلامی، فقہ ائمہ اربعہ کا مطالعہ، اسلامی قانون اور رائج الوقت قوانین کی اہم دفعات کا مقابلہ۔ اجنبی ممالک کے دساتیر سے دستورِ اسلامی کا مقابلہ۔ اسلام کے اقتصادی قوانین کا دنیا میں رائج نظام ہائے اقتصادی سے مقابلہ۔

علم تصوف: اسلامی تصوف کا عجمی تصوف یا رہبانیت سے امتیاز اور صلحائے سلف کے مختلف طرقہائے تزکیہ نفس اور اصلاح قلب سے واقفیت۔

علم کلام: مباحث توحید، مباحث نبوت و رسالت، علوم نبویہ اور عقل سلیم میں تطابق، تاریخ علم کلام اور متکلمین کے مختلف مکاتب فکر سے آگاہی اور غیر مسلم اقوام سے اختلاط سے اسلام میں جو بدعات داخل ہو گئی ہیں ان کی نشان دہی۔

دوم: درجہ تخصص ادب: اس میں عربی کی بلند پایہ نظم و نثر۔ تاریخ لغت عربی، تاریخ الخطابت (دورِ جاہلیت اور اسلام میں) اس درجہ تخصص میں تاریخ مشاہیر خطبائے عرب بھی شامل ہو گی۔ علوم معانی و بلاغت اس انداز میں پڑھانا جس سے کلام اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(قرآن مجید) اور کلام رسول (احادیث نبویہ) میں علوم معانی و بلاغت کے قوانین کا اجرا ہو سکے۔اس کے علاوہ اس درجۂ تخصص میں تاریخ اسلامی کی تعلیم دی جائے گی، جس میں تاریخ دول اسلامیہ اور تاریخ اشاعتِ مذہب اسلام بھی شامل ہوگی۔

سوم: درجہ تخصص علوم آلیہ۔اس میں منطق اور فلسفہ اور علم ہیئت کی اس طرح تعلیم دی جائے گی کہ جدید علم ہیئت اور منطق و فلسفہ کے جدید نظریات سے طلبا کو واقفیت حاصل ہو۔

ان تینوں درجات تخصص کے نصاب کا اعلان حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی طرف سے ۱۷۔مئی ۱۹۵۶ء (۲۹ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ) کے الاعتصام میں کیا گیا تھا۔افسوس ہے اس پر عمل نہ ہو سکا۔اس لیے کہ اس وقت درجہ تخصص کے لیے اس استعداد کے حامل طلبا ہی نہ مل سکے۔

درجۂ تکمیل کا اجرا

۱۱۔مئی ۱۹۵۶ء (۲۹۔رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ) کے الاعتصام میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی طرف سے جو اعلان شائع ہوا تھا، اس میں داخلے کے خواہش مند طلبا سے ۱۰ شوال ۱۳۷۵ھ (۲۰۔مئی ۱۹۵۶ء) تک درخواستیں طلب کی گئی تھیں۔نیز مدارس اہل حدیث کے اساتذہ کرام، مہتمم حضرات اور جماعت کی سرکردہ شخصیات سے استدعا کی گئی تھی کہ جو طلبا اس سال ان کے مدارس سے فارغ ہو چکے ہیں، انھیں درجہ تکمیل کے لیے جامعہ سلفیہ میں بھیجا جائے، کیوں کہ درجہ تکمیل کا اجرا فارغ التحصیل طلبا کے لیے کیا گیا تھا، تاکہ وہ علوم وفنون کے تمام شعبوں میں تدریسی خدمات سرانجام دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو سکیں۔

اعلان میں حضرت مولانا سلفی رحمہ اللہ نے یہ وضاحت بھی فرمائی تھی کہ درجہ تکمیل کے طلبا کو معقول ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔اگر ان میں سے کوئی طالب علم قابل ہے تو اس کے وظیفے میں اس کی ضرورت کے مطابق اضافہ کیا جائے گا۔لیکن جن فارغ التحصیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلبا کی درخواستیں موصول ہوئیں اور ان کا انٹرویو لیا گیا تو صرف تین طالب علم مطلوبہ معیار پر پورا اتر سکے اور وہ طالب علم مندرجہ ذیل تھے:

① ...... حافظ عبدالرشید گوہڑوی: یہ بڑے لائق اور ذہین طالب علم تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد طویل عرصے تک دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) میں خدمت تدریس سرانجام دیتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی ان کے طریق تدریس سے بہت خوش اور مطمئن تھے۔ ان کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ اب حافظ صاحب کئی سال سے تدریسی ذمہ داریوں سے فارغ اور گھر میں قیام فرماتے اور بیمار تھے۔ انھوں نے ۱۹۔ جنوری ۲۰۱۰ء کو وفات پائی۔

② ...... مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی: مروجہ تعلیم کی تکمیل کے بعد مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی کچھ عرصہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی مسندِ درس پر فائز رہے۔ پھر لاہور کے علاقہ رام گڑھ میں (جسے اب مجاہد آباد کہا جاتا ہے) سلسلہ تدریس شروع کیا۔ عابد و زاہد عالم دین ہیں۔ چند سال سے انھوں نے لاہور کے علاقہ کینال پارک ہربنس پورہ میں جامعۃ الدراسات الاسلامیہ کے نام سے دارالعلوم جاری کیا ہے، جسے مرکز امّ الہدیٰ کہا جاتا ہے۔ یہ بہترین تعلیم گاہ ہے۔ اس کی طرف سے ماہانہ رسالہ بھی ''امّ الہدیٰ'' کے نام سے جاری ہے۔ بے شمار حضرات نے مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی سے استفادہ کیا اور کر رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور طالبان علم ان سے مستفید ہوتے رہیں۔

③ ...... حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی: یہ استاذِ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے سب سے چھوٹے صاحب زادے تھے۔ علم و فضل کے ماحول میں پرورش پائی۔ اپنے بزرگوں کی طرح باعمل عالم دین تھے۔ درس نظامی کے علوم متعارفہ سے فراغت کے بعد رینالہ خرد (ضلع اوکاڑہ) میں ایک درس گاہ قائم کی، جس میں بہت سے شائقین علوم دینیہ نے اپنی علمی تشنگی بجھائی اور بجھا رہے ہیں۔ پنجاب کے جلیل القدر خاندان کے اس فاضل مدرس نے ۲۲۔ دسمبر ۱۹۹۱ء کو وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تھے وہ تین طالب علم جو جامعہ سلفیہ کے درجۂ تخصص میں داخلے کے انٹرویو میں کامیاب ہوئے اور انھیں داخلہ ملا۔ جو حضرات اس ابتدائی انٹرویو میں ناکام رہے، ان کے اسمائے گرامی کا بھی مجھے علم ہے، لیکن ان کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ ان کے لیے مزید حصولِ علم کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا تھا، جس کا ذکر آگے آئے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نواں باب

جامعہ سلفیہ کا افتتاح اور مولانا غزنوی اور مولانا سلفی کی تقریریں

۲۱۔جون ۱۹۵۶ء (۱۱۔ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ) کو جمعرات کے روز دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے ہال میں جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل کا افتتاح ہوا۔اس تقریب سعید میں جامعہ کے طلباو اساتذہ، دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے طلبا و اساتذہ، مرکزی جمعیت کے ارکانِ دفتر اور لاہور شہر کے معززین جماعت نے شرکت کی۔اس بابرکت تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا۔تقویۃ الاسلام کے شعبہ تجوید القرآن کے استاذ قاری غلام محی الدین صاحب (مرحوم) اور ان کے بعض شاگردوں نے تلاوتِ قرآن مجید کی۔اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی (صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان) نے افتتاحی تقریر فرمائی۔خطبہ مسنونہ کے بعد مولانا نے فرمایا:

''یہ تقریب سعید جامعہ سلفیہ کا افتتاح ہے۔جماعت کے معززین اور ''الاعتصام'' کے قارئین اس کی غرض و غایت سے بخوبی آگاہ ہیں۔تقسیم ملک کے نتیجے میں جو علمی نقصان جماعت اہل حدیث کو پہنچا، وہ ناقابل تلافی ہے۔مدارس کی تباہی، علمی اور نایاب کتب خانوں کی بربادی اور متعدد جید علماء کی شہادت...... یہ ایسے نقصانات ہیں کہ بڑے سے بڑا مادی نقصان اس کے سامنے ہیچ ہے۔بالخصوص علماء کی شہادت، علماء کی موت دراصل علم کی موت ہے۔اگرچہ اس علمی ضیاع کی تلافی ناممکن تھی، تاہم تقسیم ملک کے فوراً بعد میں نے اور میرے رفقاء نے انتہائی کوشش کی کہ اس سلسلے میں جو کچھ ہو سکے کیا جائے۔سب سے پہلے ہم نے کوشش کی کہ اہل حدیث مدارس کے ارباب اہتمام اور اساتذہ کے تعاون سے ایک ایسا جامع نصاب تعلیم مرتب کیا جائے اور اسے اس باقاعدگی، التزام اور محنت سے پڑھایا جائے کہ آج کے طلباء میں سے ایک اچھی اور معقول کھیپ جید علماء کی تیار ہو سکے۔لیکن افسوس کہ ہم اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارباب مدارس کی عاقبت نا اندیشی اور طلباء کی آزادی اور بے راہ روی نے ہماری کوششوں اوران کے نتائج کو بروئے کار نہ آنے دیا۔

''اصلاح مدارس کی کوششوں میں ناکامی کے بعد ہم نے جامعہ سلفیہ کے قیام کا فیصلہ کیا اور ۴۔اپریل ۱۹۵۵ء کو لائل پور (فیصل آباد) میں اس کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا اور پوری کوشش کی گئی کہ ہم اسی رمضان یعنی ۱۳۷۵ھ کے رمضان المبارک کے بعد وہاں تعلیمی سلسلے کا آغاز کرسکیں۔لیکن اس راہ کی مشکلات اتنی زیادہ تھیں کہ ہم اپنی پوری جدوجہد اور اپنے تمام وسائل کو کام میں لانے کے باوجود اس قابل نہ ہو پائے کہ لائل پور میں تعلیمی کام کا آغاز ہو سکے۔

''موہوبہ زمین کے دو متفرق ٹکڑوں کو ایک ساتھ کرنا، پھر اس تبادلے کی محکمہ مال سے تصدیق، پھر اس زمین کا باقاعدہ انتقال۔ یہ ایسے کام تھے، جن میں کئی قانونی مشکلات حائل تھیں، جن سے عہدہ برآ ہونا وقت طلب مسئلہ تھا۔

''الحمد للہ ہم نے بہت سی مشکلات پر قابو پا لیا ہے۔ تاہم لائل پور میں فوری طور پر تدریسی سلسلے کا آغاز مشکل تھا۔ اس لیے کہ اس مقصد کے لیے جن قابل قدر اساتذہ کی خدمات کی ضرورت تھی، ان میں سے کوئی بھی اپنا مقام چھوڑ کر لائل پور جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ بالآخر مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۷۔مئی ۱۹۵۶ء میں یہ مسئلہ زیر غور آیا۔ میں نے ان تمام حالات اور مشکلات کا ذکر مجلس عاملہ میں تفصیل سے کیا۔ اس پر کئی تجاویز سامنے آئیں۔ مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح نے یہ تجویز پیش کی کہ ہمارے موجودہ مدارس اپنے ہاں کے اساتذہ میں سے ایک ایک استاذ جامعہ سلفیہ کے لیے فارغ کردیں۔ لیکن اس تجویز پر عمل کی آمادگی کسی نے بھی ظاہر نہ کی۔ مجلس عاملہ نے پورے غور وفکر کے بعد فیصلہ کیا کہ سرِ دست جامعہ سلفیہ کا افتتاح لائل پور میں تو مشکل ہے، اس لیے فوراً جامعہ کے درجہ تکمیل کا اجرا تین سال کے لیے لاہور میں کردیا جائے اور ان تین سالوں میں لائق اور ذہین طلبا سے جامعہ سلفیہ کے لیے اساتذہ کی ایک جماعت تیار کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''لاہور میں بھی مشکلات کچھ کم نہ تھیں۔ نہ اساتذہ، نہ کتب خانہ اور نہ بلڈنگ۔ اس موقعے پر میں نے مناسب خیال کیا کہ اس اہم مقصد کی تکمیل کے لیے اپنے تمام وسائل جماعت کو پیش کر دوں۔ چنانچہ میں نے جامعہ سلفیہ کے لیے دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ، تقویۃ الاسلام کا کتب خانہ اور تقویۃ الاسلام کے قابل قدر استاد حضرت مولانا شریف اللہ صاحب (سابق صدر مدرس دارالعلوم فتح پوری دہلی) کو جامعہ سلفیہ کے لیے پیش کر دیا ہے۔ مولانا شریف اللہ صاحب کے علاوہ مولانا عطاء اللہ صاحب نے حدیث، مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اصول حدیث، مولانا محمد حنیف صاحب ندوی نے ادب عربی اور (اپنے متعلق مولانا نے فرمایا) اس عاجز نے علوم قرآن کی تعلیم کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ انھوں نے اپنے گوناگوں مشاغل کے باوجود جامعہ سلفیہ کی تعلیمی ذمہ داری قبول کر کے انتہائی ایثار کا ثبوت دیا ہے۔

''ہماری راہ میں اب بھی بڑی مشکلات ہیں، لیکن مجھے امید ہے کہ اگر ہم نے عزم کامل اور جذبۂ صادق سے کام کیا تو ہم بہت جلد ان مشکلات پر قابو پا لیں گے۔''

حضرت مولانا غزنوی نے طلبا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارے پاس جو طلبا آئے ہیں، دو تین کے سوا ان کی سابقہ تعلیمی حالت حوصلہ افزا نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں ان کے لیے ایک سال کے لیے سپیشل کلاس کھولنا پڑی ہے، تاکہ انھیں جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل میں داخلے کے لیے تیار کیا جا سکے۔ ان حالات میں ہمیں شان دار نتائج کی بہت جلد توقع نہیں کرنی چاہیے۔ اچھے نتائج مسلسل محنت اور ایک عرصے کی کوشش کے بعد دیکھے جا سکیں گے۔''

مولانا نے طلبا کو خطاب کرتے ہوئے زوردار الفاظ میں فرمایا:

''آپ کو جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد اپنی پوری زندگی جماعت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمت اور اسلامی علوم کی تدریس کے لیے وقف کر دینی چاہیے۔ آج صدقِ دل سے عہد کیجیے کہ ہم قناعت کی زندگی بسر کریں گے اور اسلامی علوم کی خدمت ہمارا مقصدِ حیات ہوگا۔"

مولانا نے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

"میں تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنی زندگیوں کو دینی علوم کے درس و تدریس کے لیے وقف کر دو۔ اس کے ساتھ ہی میں تمھیں یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ اپنی نیتوں کو خالص کرو اور تمھارا نصب العین صرف رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے۔ اگر تمھاری نیت خالص ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی برکات تم پر نازل ہوں گی اور تمھیں غنائے قلب حاصل ہوگا۔ خبردار! پھر کہتا ہوں خبردار!! دینی علوم کو دنیا کے حصول کا ذریعہ مت بناؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تعلم علما يبتغى به وجه الله عزوجل لا يتعلمه الا ليصيب عرضا من الدنيا لم يجد عرف الجنة . [ابوداؤد]

"جس شخص نے وہ علم حاصل کیا، جس سے رضائے الٰہی حاصل کی جاتی ہے، لیکن اس کو دنیا کے حصول کے لیے حاصل کیا، وہ شخص جنت کی ہوا تک نہ پا سکے گا۔"

"اور اگر نیت درست ہو اور مقصد رضائے الٰہی ہو تو اس کے لیے تمھیں اس حدیث کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے۔

وقال صلی اللہ علیہ وسلم من كانت نيته الاخرة جمع الله شمله وجعل غناه فى قلبه واتته الدنيا وهى راغمة ومن كانت نيته الدنيا فرق الله عليه امره وجعل فقره بين عينيه ولم ياته من الدنيا الا ما كتب له ۞

یعنی جس کی نیت حصولِ آخرت (رضائے الٰہی) ہوگی، اللہ تعالیٰ اسے جمعیت خاطر عطا فرمائے گا اور اس کے دل کو غنی کر دے گا اور دنیا اس کے قدموں میں ذلیل ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر آئے گی اور جس کی نیت یا قبلہء مقصد دنیا ہو گا، خدا اس کے کاموں کو منتشر کر دے گا اور اس کی پیشانی پر فقر و احتیاج نظر آئے گا اور دنیا سے بھی اسے وہی کچھ ملے گا، جو اس کی قسمت میں لکھا ہے۔

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نوجوان طلبا کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے:

مرحبا بينا بيع الحكمة ومصابيح الظلم حلتان الثيبات جدد القلوب حبس البيوت ريحان كل قبيلة .

”مبارک ہو آنا حکمت کے سرچشموں کا، ظلمت اور تاریکی کے چراغوں کا۔ پھٹے پرانے کپڑے والو، معمولی مکانوں (حجروں) کے رہنے والو، تم ہر قبیلے کا پھول ہو کہ تمھارے علم کی خوشبو سے ہر قبیلہ مہک جائے۔“

مولانا نے فرمایا:

”میں بھی تم سے اسی طرح کہتا ہوں کہ تم ملک میں علم و حکمت کے سرچشمے بنو، جہالت کی تاریکیوں کے لیے روشن چراغ بنو، اخلاص اور حسنِ نیت کی خوشبو سے اپنی قوم کو معطر کرو۔ سادہ لباس پہنو، معمولی مکان میں رہو یعنی قناعت کی زندگی بسر کرو۔ تمھارا ضمیر اور تمھاری روح اس سے مطمئن ہو کہ تم نے یہ سادہ اور درویشانہ زندگی اللہ کے دین کی خدمت کے لیے اختیار کر رکھی ہے۔ علم کے مقابلے میں مال کو ترجیح مت دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

العلم خير من المال لان المال تحرسه والعلم يحرسك والمال تغنيه النفقة والعلم يزكوا بالانفاق مات خزان الاموال والعلماء احياء هم باق ما بقى الدهر اعيانهم معقودة وآثارهم فى الكون موجودة .

”علم، مال سے بہتر ہے اس لیے کہ مال کی تمھیں حفاظت کرنا پڑتی ہے اور اس کے مقابلے میں علم تمھاری عزت اور ناموس کا محافظ ہوتا ہے۔ مال

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خرچ کرنے سے ختم یا کم ہو جاتا ہے اور علم خرچ کرنے (درس و تدریس) سے بڑھتا ہے۔ یاد رکھو! دولت مند جب مر گئے تو ان کا نام بھی ختم ہو گیا، لیکن علماء زندہ ہیں اور جب تک زمانہ باقی ہے، وہ زندہ رہیں گے۔ اگرچہ ان کے جسم ہمارے سامنے نہیں ہیں، لیکن ان کے علمی آثار زمانے میں موجود ہیں۔"

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی اس تقریر کے یہ وہ الفاظ ہیں، جو انھوں نے ۲۱۔ جون ۱۹۵۶ء (۱۱۔ ذیقعدہ ۱۳۷۵ھ) کو جامعہ سلفیہ کے تعلیمی سلسلے کا افتتاح کرتے وقت ارشاد فرمائے۔ مولانا نے جامعہ کے طلبا کی اولین جماعت کو جو نصیحتیں فرمائیں، وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ یہ نصیحتیں ہر طالب علم کو ذہن میں محفوظ کر لینی چاہئیں بلکہ یہ چند سطریں نمایاں حروف میں جامعہ سلفیہ کے صدر دروازے پر لکھنی چاہئیں۔

مولانا نے تقریر کے آخر میں فرمایا:

"ہمارے لائل پوری رفقاء نے کہا ہے کہ لائل پور میں جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل کا اجرا سردست واقعی مشکل ہے، لیکن ثانوی درجے کا مدرسہ لائل پور میں ضرور قائم کیا جائے۔ چنانچہ جامعہ سلفیہ سب کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۴۔ جون ۱۹۵۶ء میں یہ مسئلہ پیش ہوا اور کمیٹی نے اس مسئلے پر غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا کہ جامع مسجد اہل حدیث لائل پور میں جامعہ سلفیہ کی ثانوی تعلیم کے لیے انتظام کیا جائے، جس میں مولانا محمد اسحاق صاحب چیمہ اور مولانا محمد صدیق صاحب تدریسی خدمات سرانجام دیں گے۔ اس کے علاوہ ایک اور مدرس کا تقرر عمل میں لایا جائے گا۔"

مولانا نے فرمایا:

"میں کل (۲۲ جون کو) ان شاء اللہ اس درس گاہ کے افتتاح کے لیے لائل پور جا رہا ہوں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی تقریر

لاہور میں جامعہ سلفیہ کی افتتاحی تقریب میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی تقریر کے بعد حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی (ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث) نے خطاب فرمایا۔ یہ ایک یادگار تقریب تھی، جس میں دونوں بزرگانِ عالی مقام نے نہایت ناصحانہ انداز میں جامعہ کے ابتدائی دور کے طلبا سے چند باتیں ارشاد فرمائیں۔ حضرت مولانا سلفی نے فرمایا:

''ہندوستان میں تحریک اہل حدیث دینی اور اعتقادی حیثیت میں اگرچہ پہلے بھی موجود تھی، لیکن یہ تحریک تعلیمی حیثیت سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں کی مرہون منت ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اخلاص اور اپنی قوت قدسی سے اس میدان میں وہ کام کر دکھایا کہ آج بڑی سے بڑی جماعت بھی وہ کام نہیں کرسکتی۔ حضرت میاں صاحب کا درس کیا تھا، ایک بحر بے پایاں کہ عرب وعجم سے تشنگانِ علوم نبویہ آرہے ہیں اور نہ صرف یہ کہ وہ اپنی علمی پیاس بجھاتے بلکہ اپنے اپنے ظرف کے مطابق یہ لوگ آبِ حیات بھر کر لے جاتے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام تر زندگی صبح سے شام تک علوم نبویہ کی تدریس میں صرف کر دی۔ ان کے بعد انہی کے فیض یافتہ حضرات غزنویہ اور حضرت حافظ عبدالمنان صاحب نے اس کام کو جس خلوص اور جاں فشانی سے انجام دیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ آج جو کچھ ہے، انہی کے باقیات الصالحات میں سے ہے۔

''آج ہم ہر کام میں مادیات پر سہارا کرتے ہیں، لیکن ہمارے اسلاف کا سرمایہ مادیات کے بجائے روحانیت اور اخلاص تھا اور اسی دولت پر انھیں اطمینان قلب حاصل تھا اور یہی ان کی کامیابی کا اصل سبب تھا۔ ہم بھی اگر اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو مادی وسائل سے کہیں زیادہ اپنے دلوں کو اخلاص کے زیور سے آراستہ کرنا چاہیے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا سلفی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے طلبا سے فرمایا:

''علوم عالیہ (قرآن وحدیث) کی تعلیم کے ساتھ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ان پر عمل بھی کیا جائے۔ یہ علوم ہمارے دین کی اصل اساس اور عمل کے لیے صحیح معیار ہیں۔ لیکن علوم آلیہ (منطق، فلسفہ وغیرہ) محض ہتھیار ہیں۔ ان علوم کو آپ دین کی حمایت اور مخالفت دونوں جگہ صرف کر سکتے ہیں۔ تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ فلاسفہ یونان کے شیدائیوں نے ان علوم کو دین اور دین کے بنیادی عقائد کے خلاف استعمال کیا، لیکن ائمہ اہل سنت نے انہی علوم سے ان کے اعتراضات کا رد کیا اور اسلامی عقائد کا اثبات فرمایا۔

''اس لیے میں عزیز طلبا سے عرض کروں گا کہ قرآن وحدیث کو عمل کی نیت سے پڑھیے اور علوم آلیہ کو اس نیت سے پڑھیے کہ آپ ان سے قرآن وحدیث کی حمایت کا کام لے سکیں اور ان علوم کے شیدائی ملاحدہ اور زنادقہ کے سامنے ان کی زبان میں اسلام کی حقانیت ثابت کر سکیں۔''

حضرت مولانا سلفی کی تقریر کے بعد دعائے خیر سے یہ مبارک مجلس ختم ہوئی۔

جامعہ سلفیہ کے ثانوی مدرسے کا افتتاح

جامعہ سلفیہ کے بارے میں ۲۱۔جون ۱۹۵۶ء کی لاہور کی کارروائی کے بعد اب چند الفاظ میں لائل پور (یعنی موجودہ فیصل آباد) کی کارروائی ملاحظہ فرمائیے۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق ۲۲۔جون ۱۹۵۶ء کو مولانا غزنوی لائل پور تشریف لے گئے۔ یہ جمعے کا دن تھا۔ خطبہ جمعہ مولانا نے وہاں کی جامع مسجد اہل حدیث میں ارشاد فرمایا۔ خطبے میں انھوں نے جامعہ سلفیہ کے تعلیمی سلسلے کو باقاعدہ طور سے شروع کرنے میں اب تک جو مشکلات پیش آتی رہیں، ان کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ ان مشکلات کے باوجود ہم نے (کل ۲۱ جون کو) لاہور میں درجہ تکمیل کا افتتاح کر دیا ہے اور اب جامعہ کی ثانوی تعلیم کے لیے لائل پور میں درس گاہ کا قیام ضروری ہے۔ چنانچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمعے کے بعد اس مدرسے کا افتتاح اور اس کے لیے مدرسین کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ تین مدرسین کا انتظام ہو گیا ہے۔ وہ ہیں مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا محمد صدیق اور مولانا محمد حسین طور۔ جب تک جامعہ سلفیہ میں چند کمرے تعمیر نہیں ہو جاتے، اس وقت تک یہ ثانوی مدرسہ جامع مسجد اہل حدیث میں جاری رہے گا۔ اس موقعے پر علماء وطلباء کے علاوہ جماعت کے بہت سے لوگ موجود تھے۔ طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے مولانا نے خاص طور سے نصیحت کی اور فرمایا:

”اس وقت اگر آپ لوگوں نے انتہائی جاں فشانی، ایثار و قربانی، حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ کام نہ کیا تو لادینیت کی جو وبا پھیل رہی ہے، اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ نبی ﷺ نے یہ دعا فرمائی ہے کہ

نضر الله امرأ سمع مقالتي فحفظها وبلغها .

(خدا اس شخص کو سرسبز اور بامراد کرے جس نے مجھ سے میری حدیث سنی اور اسے یاد کیا اور پھر دوسروں تک پہنچایا۔)

مولانا نے پھر یہ حدیث پڑھی:

ان العلماء هم ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكنهم ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر .

(علما ہی انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں اور ظاہر ہے کہ انبیا اپنی میراث میں سونا اور چاندی نہیں چھوڑ گئے بلکہ ان کی میراث علم ہے۔ پس جس نے علم حاصل کیا، اس نے اس میراث کا بہت بڑا حصہ حاصل کیا۔)

مولانا نے طلبا کو نصیحت کرتے ہوئے مزید فرمایا:

”دینی علم کی تحصیل کو دنیا کا ذریعہ نہ بنانا۔ اگر دینی علوم کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنایا تو خداوند تعالیٰ کی برکات سے محروم رہو گے اور اگر دینی علم رضائے الٰہی کے لیے حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو غنی کر دے گا اور تمھاری ضروریات کا وہ خود کفیل ہوگا۔ اور اگر دنیا پیش نظر ہوئی تو تمھیں

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں سے اسی قدر ملے گا جو تمھارے مقدر میں ہوگا، لیکن دل کو غنا حاصل نہ ہوگا۔"

اس کے بعد دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں اخلاص اور ہمارے کاموں میں برکت عطا فرمائے۔

۸ جولائی ۱۹۵۶ء کو دوبارہ تشریف آوری

اس سے دو ہفتے بعد ۸ جولائی کو حضرت مولانا غزنوی دوبارہ لائل پور تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس دورے کا مقصد جامعہ سلفیہ کے سلسلے میں بعض معاملات پر مزید غور وفکر کرنا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد جامع مسجد اہل حدیث میں جماعت کے بہت سے حضرات موجود تھے، جن سے مولانا غزنوی نے خطاب فرمایا۔ مولانا سلفی نے بھی تقریر فرمائی۔ جامعہ سلفیہ کے قیام کے فیصلے کی مختصر تاریخ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے فرمایا:

"ہمارے مدارس کے ناقص نصاب تعلیم اور جماعت بندی کے فقدان نے طلبا کے تعلیمی معیار کو اس بری طرح گرا دیا ہے کہ لائق اور مستعد طلبا کا ملنا بے حد دشوار ہو گیا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جب ہم نے جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل کے لیے طلبا سے درخواستیں طلب کیں اور ان سے انٹرویو میں معمولی سوالات کیے تو ان کی اکثریت معمولی سوالات کے جواب بھی صحیح طور سے نہ دے سکی۔ حالانکہ وہ سب اپنے اپنے مدرسے کے فارغ التحصیل تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ صحاح ستہ تو پڑھا ہے، لیکن اصول فقہ میں اصولِ شاشی بھی نہیں پڑھی۔ منطق میں مرقاۃ بھی نہیں پڑھی، ویسے وہ فارغ التحصیل ہیں۔ اردو کے ایک معمولی جملے کا عربی میں ترجمہ نہیں کر سکے۔ صرف تین طالب علم درجہ تکمیل میں لیے جا سکے۔ کئی طلبا کی درخواستیں بالکل مسترد کر دی گئیں۔ نو طلبا اس شرط پر رکھے گئے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ ایک سال درجہ تخصص (سپیشل کلاس) میں تعلیم حاصل کریں گے اور جن علوم میں کمی ہے اسے پورا کریں گے تاکہ آئندہ سال درجہ تکمیل میں داخل ہوسکیں۔"

جامعہ سلفیہ میں تمام درجات تعلیم کا آغاز اور تعاون

۲۱۔جون ۱۹۵۶ء کو جامعہ سلفیہ کے درجہ تکمیل کا افتتاح دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) میں ہوا تھا اور دوسرے دن ۲۲ جون کو جامعہ کے ثانوی مدرسے کا آغاز جامع مسجد اہل حدیث (امین پور بازار لائل پور) میں ہوا۔ اس سے گیارہ مہینے بعد ۱۸ مئی ۱۹۵۸ء کو جامعہ سلفیہ مکمل طور سے لائل پور کی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار میں منتقل کر دیا گیا اور حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد عبدہ اور مولانا شریف اللہ صاحب مستقل طور سے تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ اس وقت جامعہ سلفیہ کے لیے وقف شدہ زمین میں اس کی تعمیر کا سلسلہ مولانا عبیداللہ احرار ناظم تعمیرات کی نگرانی میں تیزی سے جاری تھا۔

افتتاح کے موقعے پر جماعت کے بہت سے سرکردہ حضرات لائل پور کی جامع مسجد اہل حدیث میں موجود تھے۔ پہلے مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے تقریر کی، پھر مولانا محمد اسماعیل سلفی نے چند باتیں ارشاد فرمائیں۔ بعد ازاں شیخ الجامعہ حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی نے صحیح بخاری کا درس دیا۔ ابتدا میں چالیس طلبا کا داخلہ ہوا تھا۔

اس وقت بھی اور بعد میں بھی متعدد حضرات نے جامعہ کے لیے نقد روپے بھی دیے، کمرے تعمیر کرانے کی پیش کش بھی کی اور بجری، سریا، سیمنٹ اور اینٹیں دینے کا اعلان بھی کیا۔ طلبا کے لیے گندم بھی دی۔ یہ نہایت مسرت انگیز ماحول تھا اور ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق تعاون کے لیے بے قرار تھا۔

اسی زمانے میں جامعہ سلفیہ کے لیے پینتیس ہزار روپے کی ایک ایکڑ مزید زمین خریدی گئی۔ پھر تھوڑی مدت میں طلبا اور اساتذہ کے لیے کمرے بھی تعمیر ہوگئے۔ پانی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتظام بھی ہو گیا اور جامعہ کے تمام درجات جامع مسجد سے اس کے اصل مقام پر آ گئے۔ طلبا کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی۔

یہ فقیر اس وقت اخبار ''الاعتصام'' میں خدمتِ ادارت انجام دیتا تھا۔ میں نے اس اخبار میں جامعہ سلفیہ کے متعلق مختلف پہلوؤں پر بے شمار اداریے لکھے۔ مختلف حضرات کے مضامین شائع کیے۔ اکابر جماعت کی تقریریں اور اعلانات خاص ترتیب کے ساتھ اخبار کی زینت بنائے اور ہر قسم کی کارروائی اور خبریں نمایاں طور پر شائع کیں۔ جس شخص نے اس سلسلے میں جو کوشش کی وضاحت سے اس کا ذکر کیا۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

ابتدا میں جامعہ سلفیہ کے بارے میں چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک غلط فہمی یہ تھی کہ اس میں صرف اعلیٰ جماعتوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا، ابتدائی اور ثانوی تعلیم کا انتظام نہیں ہو گا۔ اس غلط فہمی کا ازالہ اس اعلان سے کیا گیا کہ جامعہ سلفیہ میں ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ جماعتوں کی تعلیم کا پورا انتظام ہو گا بلکہ جامعہ سلفیہ کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مرکزی جمعیت کے مجوزہ نصاب کے مطابق ابتدائی اور ثانوی جماعتوں کو تیار کرنا نہایت ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کے طلبا اعلیٰ جماعتوں میں بہ آسانی شامل ہو سکیں۔

دوسری غلط فہمی مختلف مدارس کے ارباب اہتمام میں پیدا ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ جامعہ سلفیہ کے قیام کا مقصد ان کے مدارس کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس کے متعلق ۱۸۔ مئی ۱۹۵۶ء کو جامعہ سلفیہ کے افتتاح کے موقعے پر مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے یہ وضاحت فرمائی کہ جامعہ سلفیہ کسی مدرسے کی رقیب نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جتنے بھی مدارس دینی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہ ایک ہی نصاب کے مطابق تعلیم دیں۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم میں مرکزیت پیدا کی جائے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ہم تجربہ کار، ماہرین فن اور قابل اساتذہ کو مرکزی درس گاہ یعنی جامعہ سلفیہ میں جمع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں تا کہ جامعہ سلفیہ اعلیٰ تعلیم کے لیے معیاری درس گاہ بن سکے اور لائق طلباء قابل ترین اساتذہ کے زیر تربیت رہ کر قابل استاذ، اچھے خطیب اور مستند عالم بن سکیں۔

مولانا غزنوی نے صاف الفاظ میں فرمایا کہ:

''اس میں ہمارا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے، بلکہ جماعتی مفاد اور دینی علوم کی منظم طریقے سے خدمت پیش نظر ہے۔ اگر ہم نے مستقبل قریب میں فاضل اساتذہ جمع کر کے اعلیٰ تعلیم کا انتظام نہ کیا اور تمام مدارس نے اس سلسلے میں تعاون نہ کیا تو نہیں کہا جا سکتا کہ پرانے تجربہ کار علما و اساتذہ کی مقتدر ہستیاں ہم میں موجود ہوں گی یا نہیں اور لائق علما و طلبا ہم اپنی درس گاہوں میں تیار کر سکیں گے یا نہیں......؟ اس لیے وقت کو غنیمت سمجھ کر ہم سب کا فرض ہے کہ متحدہ کوشش سے جامعہ سلفیہ کے اہم منصوبے کو کامیاب بنایا جائے۔ اس ضمن میں جہاں ہم علمائے کرام، منتظمینِ مدارس اور طلبا سے اپیل کرتے ہیں، وہاں ارباب ثروت اور مخیّر حضرات سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس اعلیٰ مقصد میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ ''اللہ سے بڑھ کر کوئی سچے وعدہ والا نہیں'' ومن اصدق من اللہ قیلا۔''

تعاون کا ہمہ گیر سلسلہ

جامعہ سلفیہ کے قیام اور اس کی تعمیر و تدریس کے سلسلے نے اس وقت ایک بہت بڑی تحریک کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جماعت کا ہر فرد اس میں تعاون کے لیے پیش پیش رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی بھاگ دوڑ اور سرگرمیوں سے متاثر ہو کر پوری جماعت مصروف جہد ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جماعت کے سامنے صرف یہی مسئلہ ہے اور وہ ہر اعتبار سے اس منصوبے کو کامیابی سے ہم کنار کرنے کا عزم کیے ہوئے ہے۔

اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا محمد صدیق، مولانا اللہ بخش کمیر پوری، مولانا عبداللہ ثانی، مولانا عبدالواحد، میاں فضل حق، قاضی محمد اسلم سیف،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد یوسف انور، حافظ عبداللطیف (سمندری)، خلیل اثری، حکیم ثناء اللہ اور دیگر بہت سے رفقائے کرام مختلف گروپوں کی شکل میں دیہات میں جاتے اور طلبائے جامعہ کے لیے گندم فراہم کرتے۔ مولانا عبید اللہ احرار جامعہ کی تعمیر کے لیے بھی سرگرم عمل تھے اور دوستوں کے ساتھ دیہات میں جا کر فراہمی گندم میں بھی حصہ لیتے تھے۔

وہ سستا زمانہ تھا، لیکن پیسا بہت مہنگا تھا۔ اس کے باوجود جو کچھ میسر آتا لوگ بے حد خوشی سے دیتے۔ اس عمل خیر کی تکمیل کے لیے لوگوں کے دلوں میں انتہائی پرخلوص جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان سرگرمیوں میں شب و روز وقف رہنے والے بہت سے لوگ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، اور مولانا محمد یوسف انور جیسے جو حضرات اللہ کے فضل سے زندہ ہیں، انھیں معلوم ہے کہ عمل و حرکت کا وہ کیسا خوش کن زمانہ تھا۔

میاں محمد عالم اور میاں دین محمد دونوں بھائی تعمیرات کے ماہر تھے اور لاہور میں رہتے تھے۔ دونوں مولانا داؤد غزنوی سے بھی رابطہ رکھتے اور لائل پور جا کر جامعہ سلفیہ کے سلسلۂ تعمیر میں بھی دلچسپی لیتے اور ضروری مشورے دیتے۔ علاوہ ازیں فراہمیٔ زر کے لیے بھی کوشاں رہتے۔

یہ تمام سرگرمیاں اخبار ''الاعتصام'' میں شائع ہوتی تھیں اور جو بزرگ جس انداز میں کوئی خدمت سرانجام دیتے، اس کی پوری تفصیل اخبار میں چھپتی تھی۔ اخبار کی ادارت میرے سپرد تھی۔ میں اس موضوع پر موقعے کی مناسبت سے کبھی اداریہ لکھتا، کبھی شذرہ لکھتا اور کبھی مولانا غزنوی اور مولانا سلفی سے اجازت لے کر ان کی طرف سے کوئی اہم اعلان شائع کرتا۔ ہر شخص اپنی حیثیت اور استعداد و استطاعت کے مطابق مالی تعاون کرتا تھا۔ دس پانچ روپے دینا بھی اس عہد میں بڑی ہمت کا کام تھا۔ لیکن بہت سے لوگوں نے سیکڑے بلکہ ہزاروں روپے دیے۔ اس سلسلے میں چند حضرات کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ پرانی تاریخ نئے لوگوں کے سامنے آجائے۔

① ...... ڈاکٹر ریاض قدیر اسلامیہ پارک لاہور — دس ہزار روپے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

②...... میاں محمد عالم پونچھ روڈ لاہور	پانچ ہزار روپے
③...... عبدالرؤف قریشی سونی سٹریٹ گوالمنڈی لاہور۔	پانچ ہزار روپے
④...... میاں دین محمد آؤٹ فال روڈ لاہور۔	پانچ ہزار روپے
⑤...... حاجی محمد ابراہیم انصاری گوجراں والا	چھ ہزار روپے
⑥...... سیٹھ نذر محمد گوجراں والا	چھ ہزار روپے
⑦...... ایک صاحب جو اپنا نام نہیں بتانا چاہتے (گوجراں والا)	پانچ ہزار روپے
⑧...... حاجی مولا بخش نشاط ٹیکسٹائل ملز لائل پور	بیس لاکھ اینٹ
⑨...... میاں فضل حق لاہور	ایک لاکھ اینٹ
⑩...... محمد علی لائل پور	دس ہزار اینٹ
⑪...... محمد علی لاہور	پانچ ہزار روپے
⑫...... جمعیت اہل حدیث سمندری	سو بوری سیمنٹ
⑬...... جمعیت اہل حدیث سمندری	دس من گندم

وہ اتنا سستا زمانہ تھا کہ میاں فضل حق نے ایک لاکھ اینٹ چار ہزار تین سو روپے میں خرید کر دی تھی۔ اسی طرح لائل پور شہر اور ضلع کے لوگوں نے براہِ راست بھی اور مولانا عبدالواحد، مولانا عبیداللہ احرار، مولانا محمد اسحاق چیمہ، شیخ عنایت اللہ سوداگر چرم، حکیم نور الدین، مولانا اللہ بخش کمیر پوری اور بعض دیگر حضرات کی وساطت سے بھی جامعہ سلفیہ کی تعمیر کے سلسلے میں بھرپور تعاون کیا۔

جس زمانے کی بات کی جائے اس زمانے کے حالات کی روشنی میں اس پر غور کرنا چاہیے۔ پچپن سال قبل کے حالات کو موجودہ حالات پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ آج تو پانچ ہزار روپے کو کوئی شخص خاص اہمیت دینے کو تیار نہیں ہوگا، لیکن پچاس سال قبل کے پانچ ہزار روپے آج کے کم و بیش ایک لاکھ روپے کے برابر ہوں گے۔ اندازہ فرمائیے وقف زمین کے علاوہ جامعہ سلفیہ کے لیے ایک ایکڑ زمین پینتیس ہزار روپے میں خریدی گئی تھی۔ اب وہاں پینتیس ہزار میں آدھا مرلہ زمین بھی نہیں ملے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جامعہ سلفیہ کے قیام و تعمیر کے سلسلے میں پورے ملک کی جماعت میں جس مسرت آمیز جوش و خروش کا مظاہرہ کیا گیا اور ہر شخص نے اپنی استطاعت کے مطابق جس اخلاص اور جذبے سے تعاون کا ہاتھ بڑھایا، اس سے صاف پتا چلتا تھا کہ جامعہ سلفیہ جماعت کی دلی آرزو کا عملی پرتو اور اس کے ذہن کی صداے دیرینہ کا صحیح ترین جواب ہے۔ جہاں عوام نے اس کی معاونت کو اپنا فریضہ قرار دیا، وہاں عالی قدر معلمین نے بھی اس کا خیر مقدم کیا اور اپنی خدمات اس کے سپرد کر دیں۔ طلبا کی بھی وسیع تعداد نے اس مرکزِ تدریس کا رخ کیا اور اس میں تحصیل علم کو اپنی خوش بختی قرار دیا۔

بے شک عظیم المرتبت تھے وہ لوگ جنھوں نے جماعت کی اس مرکزی درس گاہ کے قیام کا منصوبہ بنایا۔ اس کی تعمیر و ترقی کے لیے جدوجہد کی، اس میں تدریسی سلسلے کا آغاز کیا اور آج تک یہ سلسلہ پوری شانِ عزیمت سے جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ بہت بڑی سعادت ان مردانِ باصفا کے حصے میں آئی جنھوں نے اس کے لیے جگہ عنایت کی اور جن کی مساعی مخلصانہ سے یہ جگہ جامعہ کو حاصل ہوئی۔ قابلِ رشک ہیں ان کے مقدر اور لائقِ توصیف ہے ان کا یہ عملِ خیر۔ یہ صدقہ جاریہ ہے، جس کا انھیں ہمیشہ بارگاہِ خداوندی سے اجر ملتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نیکی کا بدلہ ضرور عطا فرماتا ہے۔ نیک کام کرنے والوں کو دنیا میں بھی کامیابی سے نوازا جاتا ہے اور آخرت میں بھی ان کے درجات بلند ہوں گے۔

کون جانتا تھا جامعہ سلفیہ کے لیے زمین دینے والے دونوں بھائیوں کریم بخش اور امام الدین کو۔ لیکن اب ان کے اسماے گرامی دینی اور تدریسی تاریخ کا ایک مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ اللہ ان بزرگوں کی مغفرت فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب

مولانا عبدالواحد

جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا فیصل آباد میں جامعہ سلفیہ کے لیے زمین مولانا عبدالواحد صاحب کی وساطت سے حاصل ہوئی اور مولانا ممدوح نے اس کا ذکر مولانا عبیداللہ احرار سے کیا اور پھر اس زمین میں جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا۔

مولانا عبدالواحد جماعت اہل حدیث کے بہت بڑے محسن تھے اور جامعہ سلفیہ کے سلسلے میں جماعت کے اس عظیم محسن کا تذکرہ ان صفحات میں ضرور آنا چاہیے۔ جامعہ سلفیہ کے علاوہ لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کی اولین مسجد (جامع مسجد اہل حدیث) جو امین پور بازار میں واقع ہے، اسی مرد درویش کی ہمت مردانہ کی بدولت تعمیر ہوئی۔ تو آیئے اس پیکر خلوص کے جو حالات اس فقیر کو معلوم ہیں، ان کا مطالعہ فرمایئے۔

۱۹۴۹ء کے مئی کی آخری تاریخوں میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی پہلی کانفرنس لاہور (دارالعلوم تقویۃ الاسلام) میں منعقد ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں اپریل ۱۹۴۹ء کے آخر میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور ان سطور کا راقم عاجز فیصل آباد گئے اور بعض حضرات سے ملے، جن میں مولانا عبدالواحد مرحوم بھی شامل تھے۔ لیکن یہ مختصر سی ملاقات تھی۔ میں اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کا ناظم دفتر تھا۔

اس کے بعد اگست ۱۹۴۹ء میں گوجراں والا سے اخبار ''الاعتصام'' جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مولانا محمد حنیف ندوی تھے اور اس کے اجرا سے کچھ عرصے بعد مجھے معاون مدیر کی حیثیت سے گوجراں والا بھیج دیا گیا تھا۔ انھی دنوں گوجراں والا میں مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ مولانا عبدالواحد مجلس عاملہ کے رکن نہیں تھے، لیکن انھیں خاص طور سے دعوت شرکت دی گئی تھی۔ اس موقعے پر مولانا ممدوح سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیلی ملاقات کا موقع ملا اور بہت سی باتیں ہوئیں۔ یہ آج سے ساٹھ برس پہلے کی بات ہے۔

اکہرا بدن، لمبا قد، سرخی مائل گندمی رنگ، تیکھے نقوش، پتلی سی لمبی داڑھی، صحت مند وتوانا، سر پر سفید عمامہ، سفید قمیص پہنے اور تہبند باندھے ہوئے۔ لبوں پر مسکراہٹ، صاف اسلوبِ کلام، آنکھوں میں حیا اور چہرے پر متانت......! یہ تھے ۱۹۵۰ء کے مولانا عبدالواحد۔

میں ان سے عمر میں تقریباً تیس سال چھوٹا تھا۔ لیکن اس کی پروا کیے بغیر انھوں نے اسی مجلس میں مجھے اپنا ''معتمد علیہ'' سمجھ لیا تھا۔ علیحدگی میں بعض گھریلو معاملات بتائے اور مجھ سے مشورہ کیا۔ ایک صاحب سے مل کر نہایت ضروری بات کرنے کی بہت بڑی ذمہ داری مجھ پر ڈالی، جس کا نباہنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ میں نے ایسے انداز میں معذرت کر دی، جس پر انھوں نے خوشی کا اظہار کیا اور ایک صاحب سے اس کا ذکر بھی فرمایا۔

اسی مجلس میں مولانا عبدالواحد نے ہر ہفتے ''الاعتصام'' کے دس شمارے بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے کہا۔ چنانچہ یہ شمارے جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار کے خادم محمد اسماعیل کے نام بھیجے جاتے تھے۔ چار یا پانچ ہفتوں کے بعد بیس پرچے منگوانے لگے۔ اس کی قیمت وہ باقاعدگی سے ہر مہینے بذریعہ منی آرڈر دفتر کو ارسال فرما دیتے تھے۔ الاعتصام کی یہ پہلی ایجنسی تھی جو مولانا عبدالواحد نے لائل پور میں قائم کی۔ وہ حساب کتاب کے کھرے تھے۔ ایک ایک پیسے کا خیال رکھتے تھے۔ مجال کہیں کوئی گڑبڑ ہو جائے۔ مسجد کا خادم محمد اسماعیل بھی بہت نیک آدمی تھا۔ اس کے انتقال کو کئی سال گزر گئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔

میں نے ۱۹۹۲ء کے نومبر میں اپنے دوست علی ارشد سے (جو فیصل آباد سے تعلق رکھتے تھے اور جنھوں نے ۱۷۔ فروری ۲۰۰۹ء کو اچانک قلب کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال کیا) کہا کہ مولانا عبدالواحد عمر کی بہت سی منزلیں طے کر چکے ہیں، ان سے مل کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے حالات قلم بند کر کے مجھے بھجوایے۔ میں انھیں پڑھ کر آپ کو واپس کر دوں گا اور پھر وہ حالات کسی اخبار یا ماہانہ رسالے میں شائع کرائے جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے مولانا کو میرا پیغام پہنچایا۔ ان سے پوچھ کر ان کے ضروری حالات لکھے اور مجھے دکھائے۔ پھر یہ حالات جنوری ۱۹۹۳ء کے مجلّہ ''تعلیم الاسلام،'' (ماموں کانجن، ضلع فیصل آباد) میں علی ارشد کے نام سے شائع ہوئے اور مولانا عبدالواحد کے مطالعے میں آئے۔ اس کی انھوں نے مجھے بذریعہ مکتوب اطلاع دی۔ میں ان حالات میں حک و اضافہ کر کے ان کے متعلق مندرجہ ذیل سطور میں چند گزارشات پیش کر رہا ہوں۔

مولانا عبدالواحد اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں نصیر پور بھیرہ (موجودہ بھلوال ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ ان کے پردادا حافظ بدر دین پہلے شخص تھے جنھوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا اور مولانا کے دادا حافظ غلام حیدر اپنے خاندان کے پہلے شخص ہیں جو لائل پور (فیصل آباد) آئے۔ وہ اس شہر میں گڈے پر لوگوں کا سامان لادتے اور ادھر ادھر لے جاتے تھے۔ یہ ان کا ذریعہ معاش تھا۔ حافظ غلام حیدر نے بسم اللہ پور میں (جسے بعد میں منشی محلہ کہا جانے لگا) آٹھ سو روپے میں ایک احاطہ خریدا (جو غالباً پانچ مرلے کا تھا) اور پھر یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسی محلے کی مسجد میں انھیں پنجگانہ نمازوں کے لیے امام مقرر کیا گیا۔ مولانا عبدالواحد کے والد کا نام اللہ دین تھا۔ مولانا بچپن ہی میں اپنے دادا کے پاس لائل پور آ گئے تھے۔ ان کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے: عبدالواحد بن اللہ دین بن حافظ غلام حیدر بن حافظ بدر دین۔

قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ لائل پور (فیصل آباد) آنے سے پہلے اپنے وطن بھلوال میں عبدالواحد نے کچھ ابتدائی تعلیم حاصل کر لی تھی۔ یعنی اس زمانے کے مطابق قرآن مجید بھی پڑھ لیا تھا اور اردو کی بعض کتابیں بھی پڑھ لی تھیں۔ لائل پور آ کر انھوں نے مولانا فیض محمد سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں۔ کچہری بازار کی مسجد میں اس وقت مولانا عبداللہ ہوشیار پوری کا تھوڑا بہت سلسلہ درس جاری تھا، مولانا عبدالواحد نے ان سے مختلف درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر امرتسر مدرسہ غزنویہ میں چلے گئے۔ وہاں حضرت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مولانا نیک محمد مرحوم کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے کتب احادیث میں سے ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ کی تکمیل کی۔ علم نحو کی انتہائی کتاب شرح جامی بھی مدرسہ غزنویہ میں پڑھی، بعض دیگر درسی کتابیں بھی وہاں کے اساتذہ سے مکمل کیں۔ وہاں ان دنوں مولانا محمد یوسف (دینانگری) کلکتوی پڑھاتے تھے۔ مولانا عبدالواحد نے ان سے بھی استفادہ کیا۔

اس زمانے میں پورے برصغیر میں انگریزی حکومت کی مخالفت ہو رہی تھی۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کے مہتمم تھے، ملک کی ان سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے، جو انگریزی حکومت کی شدید مخالفت کر رہی تھیں۔ اس کے نتیجے میں مولانا کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ اس وقت وہ لاہور کی چینیاں والی مسجد کے خطیب بھی تھے۔ ان کی گرفتاری کے بعد مسجد میں خطیب کی ضرورت پڑی تو مولانا نے مسجد کی مجلس انتظامیہ سے کہا کہ وہ مولانا محمد علی لکھوی سے ملیں اور انھیں میرا یہ پیغام پہنچائیں کہ وہ میری عدم موجودگی میں چینیاں والی مسجد میں خطابت کا فریضہ ادا فرمائیں۔ انتظامیہ نے مولانا محمد علی لکھوی سے رابطہ پیدا کیا تو انھوں نے اس شرط پر خطابت کی ذمہ داری قبول فرمائی کہ مسجد میں حدیث کی انتہائی کتابیں پڑھنے والے کم سے کم دس طلبا کے قیام وطعام کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ طلبا کو حدیث کا درس دے سکیں۔

انتظامیہ نے بمسرت تمام مولانا محمد علی لکھوی کی یہ شرط قبول کی اور جیل میں مولانا غزنوی سے ملاقات کر کے طلبا کی فراہمی کے لیے کہا۔ مولانا غزنوی نے مدرسہ غزنویہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا نیک محمد کے نام تحریری پیغام بھجوایا کہ وہ مدرسہ سے آخری سال کے دس طلبا لاہور چینیاں والی مسجد میں بھیج دیں، چنانچہ انھوں نے مدرسے سے آٹھ طالب علم لاہور بھیج دیے اور دو کا انتظام لاہور سے ہو گیا۔ وہ دو تھے حافظ محمد یوسف گکھڑوی جو اُس وقت شیخ محمد اشرف کے مکتبے کے ناظم تھے اور مولوی عبدالعزیز کاتب۔

امرتسر کے مدرسہ غزنویہ سے جو آٹھ طالب علم لاہور آئے تھے، ان میں ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طالب علم مولوی عبدالواحد تھے، جنھوں نے لاہور آ کر مسجد چینیاں والی میں مولانا محمد علی لکھوی سے صحاح ستہ کی تکمیل کی اور سند لی۔ یہ آج سے ۷۸ برس قبل ۴ رجب ۱۳۵۱ھ (۳ نومبر ۱۹۳۲ء) کی بات ہے۔ اس وقت مولانا عبدالواحد عمر کی ۲۸ منزلیں طے کر چکے تھے اور شادی شدہ تھے۔ غالباً ایک بچے کے باپ بھی تھے اور یہ بچہ اس وقت ان کے ساتھ تھا، جب وہ امرتسر سے مولانا محمد علی لکھوی کی خدمت میں لاہور آئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے انھوں نے لائل پور اور امرتسر میں طلبِ علم کا سلسلہ عام طالب علموں کی بہ نسبت زیادہ عمر میں شروع کیا تھا۔ اس کے بعد وہ لائل پور آ گئے۔

لائل پور میں اس وقت مسلک اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے چند افراد تو تھے اور انجمن اہل حدیث لائل پور کے نام سے ان کی تنظیم بھی تھی، لیکن اس شہر میں ان کی کوئی مسجد نہ تھی۔ حکیم نور الدین وہاں کے سرکردہ اہل حدیث عالم تھے اور شہر کی موثر شخصیت......! لیکن ان کی دلچسپیوں کا زیادہ تر محور انگریز دشمن سیاست تھی اور لوگ ان کے اس سیاسی نقطہ نظر اور جرأت مندانہ کردار کی بے حد تحسین کرتے تھے، بلکہ ان کے گرویدہ تھے۔ اتنے بڑے شہر میں اہل حدیث کی مسجد نہ ہونے کا وہاں کے اہل حدیث حضرات کو بہت احساس تھا۔ اس اہم مسئلے سے متعلق اس انجمن کی پہلی قرارداد انجمن اہل حدیث لائل پور کے ۳۰۔ اگست ۱۹۳۶ء کے اجلاس میں پیش ہوئی اور منظور کی گئی۔ قرارداد حسب ذیل الفاظ پر مشتمل ہے، جو انجمن اہل حدیث لائل پور کے رجسٹر کارروائی کے صفحہ اول پر درج ہے۔

''چونکہ لائل پور شہر کافی آباد ہونے کے علاوہ علاقے کا مرکز بھی ہے، جہاں ہر مذہب وملت کے عبادت خانے موجود ہیں۔ اس طویل وعریض شہر میں جماعت اہل حدیث کی مسجد کی تعمیر ضروری ہے، جس میں سلفی عقیدے کے مطابق لوگ اجتماعی طور پر صلاۃ پنجگانہ اور صلاۃ جمعہ کا اہتمام کر سکیں۔ علاوہ ازیں درس قرآن مجید اور درس حدیث رسول ﷺ سے مستفید ہو سکیں۔ حکیم نور الدین صاحب سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ سیاسیات ملکی کے ساتھ اس اہم جماعتی فریضے کی جانب بھی توجہ دیں۔ نیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی عبدالواحد کو پروپیگنڈا سیکرٹری نامزد کیا جاتا ہے۔"

یہاں یہ بھی سنتے جایئے کہ ۱۹۴۰ء میں انجمن اہل حدیث لائل پور کو رجسٹرڈ کرایا گیا تھا اور اس کے لیے انجمن نے مولانا عبدالواحد کو لاہور بھیجا تھا۔

انجمن کے پروپیگنڈا سیکرٹری کا مطلب یہ تھا کہ تعمیر مسجد اور دیگر جماعتی امور کے سلسلے میں جماعت کے علما و زعما اور عوام و خواص سے رابطہ قائم کیا جائے اور قائم رکھا جائے۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا، جو اس وقت مولانا عبدالواحد کو دیا گیا اور ان پر اس اعتماد کا ثبوت تھا کہ جماعتی ضرورت کے وقت وہی یہ فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ چنانچہ اس قرارداد کے پاس ہونے کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ پنجاب کے اہل حدیث حضرات کا نمائندہ اجتماع جو لاہور کی مسجد مبارک میں ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو ہو رہا ہے، اس اجتماع میں مولوی عبدالواحد کو لائل پور سے نمائندہ مقرر کر کے بھیجا جائے تاکہ وہ اس اجتماع میں اپنے شہر کی جماعت کا تعارف بھی کرائیں اور مسجد کے لیے چندے کی تحریک بھی پیش کریں۔ چنانچہ مولوی عبدالواحد صاحب نے یہ مشن کامیابی سے مکمل کیا۔

مولوی صاحب ممدوح کی دیانت، شب و روز کی محنت اور مخلصانہ کارکردگی سے متاثر ہو کر لائل پور کی انجمن اہل حدیث نے تعمیر مسجد کے لیے چندہ وصول کرنے کی ذمہ داری مستقل طور پر انھیں سونپ دی تھی اور وہ بھرپور انداز میں اس خدمت کی انجام دہی میں مشغول ہو گئے تھے۔ انھوں نے ملک کے مختلف حصوں سے مخیّر حضرات کے پتے معلوم کر کے انھیں خطوط لکھے۔ پھر کلکتہ، بنارس، بمبئی، دہلی اور دکن کے شہروں میں سفیر کی حیثیت سے خود گئے۔ ملک کے طول و عرض میں ان کے سفر کے بھی بہترین نتائج نکلے اور خطوط کے بھی حوصلہ افزا جواب آئے۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جوابی کارڈ ۲۳۔ فروری ۱۹۴۳ء میں مولانا عبدالواحد کو تحریر فرماتے ہیں:

"آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے جلسے میں تحریکِ چندہ محض کانفرنس کے لیے ہو سکتی ہے، کسی ادارے کے لیے نہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کانفرنس کی تجویزوں میں ایک تجویز مسجد اہل حدیث لائل پور کی عمومی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعانت کے لیے پیش ہو کر پاس ہو جائے، اس کے لیے کسی نمائندے کو روانہ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔"

مولانا بنارسی برصغیر کے جلیل القدر عالم تھے۔ ان کے اس مکتوب گرامی سے واضح ہوتا ہے کہ ان دنوں آل انڈیا یا اہل حدیث کانفرنس کا سالانہ جلسہ ہونے والا تھا اور مولانا عبدالواحد نے ان کو خط لکھا کہ اس جلسے میں لائل پور کی مسجد اہل حدیث کے لیے چندہ وصول کرنے کی کوئی صورت پیدا کی جائے۔ مولانا بنارسی نے ان کے خط کا یہ جواب دیا:

یاد رہے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا یہ جلسہ مئوائمہ (یوپی) میں ۲، ۳، ۴ اپریل ۱۹۴۳ء کو حضرت مولانا ابوالقاسم بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔

اس خط سے ایک سال قبل ۱۹۴۲ء میں امین پور بازار کی (موجودہ) جامع مسجد اہل حدیث کے لیے جگہ خریدنے کی بات چل رہی تھی۔ یہ احاطہ کسی سکھ کا تھا۔ اسے چنیوٹ کے ایک شیخ نے خریدا تھا اور قیمت کے سلسلے میں ان کا جھگڑا چل رہا تھا۔ چوبیس مرلے جگہ کی قیمت بائیس ہزار روپے ادا کی گئی تھی اور اخبار میں "مشتری ہوشیار باش"، کا اشتہار چھپوایا گیا تھا۔ اسی زمانے میں چمڑہ منڈی کے ایک چودھری سے مکان حاصل کیا گیا تھا جہاں مسجد کی تعمیر ہوئی، وہاں ایک طرف سامان کی نقل و حرکت کرنے والے گڈے کھڑے کیے جاتے تھے اور دوسری طرف شراب خانہ تھا۔ مسجد کی تعمیر کے لیے قرضہ ڈاکٹر غلام رسول چیمہ سے لیا گیا تھا۔ (جہاں گڈے کھڑے کیے جاتے تھے، اب وہاں کاریں کھڑی کی جاتی ہیں۔)

مولانا عبدالواحد فرمایا کرتے تھے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مسجد کی تعمیر کے لیے نہایت سرگرم تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ جلد از جلد مسجد تعمیر ہو جائے۔ مولانا امرتسری دہلی گئے تو انھوں نے وہاں کی مسجد کلاں میں اس مسجد کے لیے چندے کی اپیل کی۔ مولانا عبدالواحد کے پاس ایک پوسٹ کارڈ تھا، جو ان کے نام ہفت روزہ "اہل حدیث" (امرتسر) کے دفتر سے آیا تھا۔ اس پوسٹ کارڈ پر لکھنے والے کا نام تو درج نہیں ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس کے الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط خود مولانا ثناء اللہ امرتسر نے لکھا تھا۔ اس پر (جنوری ۱۹۴۴ء کی تاریخ ہے) یہ خط مولوی عبدالواحد کے کسی خط کا جواب ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

"محبی مولوی عبدالواحد صاحب وعلیکم السلام

آپ نے خط میں لکھا تھا کہ ہم زمین خریدنے کے لیے جا رہے ہیں، جلد اطلاع دیں کہ اس ملاقات کا کیا فیصلہ ہوا۔

"بعض احباب نے کہا ہے کہ اگر زمین خرید لی جائے تو تعمیر میں مدد دیں گے۔ زمین جلدی خرید لیں۔ دہلی یا لاہور کی جامع مساجد کے برابر زمین ضروری نہیں، بلکہ حسب ضرورت کافی ہے۔ ہاں مسجد کے ساتھ کرایہ کی آمدنی کی صورت بھی ہو۔ زمین تھوڑی ہو تو مسجد چھت پر بن جائے اور نیچے کرایہ کے لیے دکانیں ہوں۔ چنیوٹ سے جو رقم ملنے کا وعدہ تھا، اس کا انجام کیا ہوا......؟ پچاس روپے مسجد کے لیے یہاں اور آئے ہیں۔ دوسرے تیسرے روز مجھے اپنی کوشش کی اطلاع دیا کریں۔ فقط والسلام۔"

واقعی مسجد اوپر ہے اور نیچے بہت سی دکانیں ہیں، جن کا کرایہ مسجد کے لیے آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

مولوی عبدالواحد صاحب نے بتایا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم اس مسجد کی تعمیر کے لیے نہایت بے تاب تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اسی جگہ مسجد کی تعمیر کی جائے، جہاں اب تعمیر ہے۔ دہلی کے ایک تجارت پیشہ بزرگ عبدالوہاب تھے جو مولانا عبدالواحد کے بقول کراچی میں فوت ہوئے۔ انھوں نے اس زمانے میں ڈھائی ہزار روپے چندہ دیا تھا (غالباً یہ شیخ عطاء الرحمٰن بانی دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے بیٹے ہوں گے) چمڑہ منڈی لائل پور کے ایک شخص کرم الٰہی نے دو ہزار روپے تعمیر مسجد کے لیے دیے تھے۔ اندازہ کیجیے مولانا ثناء اللہ امرتسری اس مسجد کی تعمیر کے لیے کس قدر فکر مند تھے اور مولانا عبدالواحد پر کتنا اعتماد فرماتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس زمانے میں مولانا عبدالواحد کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا لائل پور میں مسجد اہل حدیث کی تعمیر اور تکمیل۔ بغیر کسی صلے اور ستائش کے اس کام میں مصروف رہتے تھے۔ وہ مسجد کے لیے جگہ خریدنے کی غرض سے چندہ اکٹھا کرتے تھے۔ اس کی تعمیر کی نگرانی کرتے تھے۔ شہر اور شہر سے باہر کے لوگوں سے اس سلسلے میں میل ملاقات کرتے تھے، لیکن نہ اس کا کبھی کوئی معاوضہ طلب کیا اور نہ کبھی اس قسم کا انھیں کوئی خیال آیا۔ وہ محض رضائے الٰہی اور اشاعت مسلک اہل حدیث کے لیے یہ خدمت سرانجام دیتے تھے۔ کارروائی رجسٹر کے صفحہ ۳۶ پر مرقوم ہے کہ فروری ۱۹۴۲ء میں انجمن اہل حدیث لائل پور کا اجلاس ہوا، جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور ہوئی۔

"سفیر انجمن (مولوی عبدالواحد) اس سے قبل جب کبھی کسی دور دراز مقام پر برائے وصولیٔ چندہ اور پروپیگنڈا جاتے تھے، تو ان کو سوائے کرایہ ریل اور خرچ خوراک کے کچھ نہ دیا جاتا تھا۔ اب یہ تجویز احسان الحق بہ تائید مولوی عبدالمجید صاحبان پاس ہوئی کہ جتنے روز عبدالواحد باہر رہیں، انھیں چار آنے روزینہ دیا جائے۔"

کارروائی رجسٹر کے صفحہ ۵۲ پر مندرجہ ذیل قرارداد مرقوم ہے:

"۲۶ جولائی ۱۹۴۵ء کو پاس ہوا کہ جب سے مسجد کی عمارت کا کام شروع ہوا ہے، مولوی عبدالواحد نے اپنا سارا وقت اس کی نگرانی پر صرف کیا ہے، اس لیے ان کو بہ صورتِ امداد بہ مطابق گرانیٔ زمانہ مبلغ بیس روپے علاوہ مقرر شدہ رقم دیے جائیں۔"

یعنی طویل مدت کی بھاگ دوڑ کے انھیں کل بیس روپے ملے۔

جماعت کے لیے مولانا عبدالواحد ایسا ایثار پیشہ شخص ملنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ وہ غریبانہ زندگی بسر کرتے اور جماعت کی خدمت کرتے تھے۔ وہ لائل پور کی قدیم دور کی تاریخ تھے اور شہر کے تمام مذہبی اور سیاسی حالات سے باخبر تھے۔ انھوں نے بتایا کہ منٹگمری بازار میں شیخ عبدالرحیم نامی ایک شخص نے مسجد کے لیے احاطہ وقف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا تھا، جہاں آج کل مسجد مبارک اہل حدیث اور ادارہ علوم اثریہ قائم ہیں۔ ہندو یہاں مسجد کی تعمیر کے خلاف تھے اور سخت مزاحمت کر رہے تھے۔ اتفاق سے انھی دنوں مولانا ابوالکلام آزاد اور گاندھی جی لائل پور آئے اور دھوبی گھاٹ کے قریب کہیں ٹھہرے۔ چند مسلمان زعما ان کی خدمت میں گئے اور صورتِ حال بیان کی اور کہا کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر ہندوؤں کو مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ پیدا کرنے سے روکیں۔ انھوں نے جواب دیا یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ آپ مسجد کی تعمیر کریں، چنانچہ مسجد تعمیر ہو گئی۔ یہ مسجد جامع مسجد امین پور بازار کے بعد لائل پور میں اہل حدیث کی دوسری مسجد تھی۔

مولانا عبدالواحد نے لائل پور کی پہلی مسجد کے بارے میں بھی بتایا۔ انھوں نے فرمایا کہ تحصیل والی مسجد اس شہر کی پہلی مسجد ہے، جو عبداللہ پور کے ارائیں خاندان نے تعمیر کرائی تھی اور میاں عبدالباری کے بھائی غلام باری وکیل کی نگرانی میں مکمل ہوئی تھی۔

قدیم دور کے لائل پور کی مذہبی تاریخ کی یہ ایک ضمنی سی بات تھی۔ دراصل میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ امین پور بازار کی مسجد اہل حدیث کی تعمیر کا سلسلہ کافی عرصہ جاری رہا اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے اخبار ''اہل حدیث'' میں اس کی آمدنی کا حساب باقاعدہ شائع ہوتا رہا۔ اس اخبار کے مختلف شمارے اس وقت میرے سامنے ہیں، جن میں مسجد کے لیے چندہ دینے والوں کے نام بھی درج ہیں اور چندے کی رقوم بھی درج ہیں۔ چندے کی اپیل (بہ عنوان ''درخواست چندہ'') کرنے والے ''میر نور الدین طبیب (صدر) اور احسان الحق (ناظم) انجمن اہل حدیث لائل پور'' ہیں۔ ایک شمارے میں زیر تعمیر مسجد کا نقشہ بھی ہے۔ ایک اور شمارے میں ''انجمن اہل حدیث لائل پور کا چوتھا سالانہ تبلیغی جلسہ'' کے عنوان سے جلی قلم سے اشتہار چھپا ہے۔ یہ جلسہ ۶، ۷، ۸۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو عید باغ لائل پور میں منعقد ہوا۔ ایک شمارے میں ''جامع مسجد اہل حدیث لائل پور'' کے عنوان سے چندے کے لیے اپیل کنندگان کے نام اس طرح درج ہیں:

''حکیم نور الدین صدر انجمن اہل حدیث، احسان الحق ناظم انجمن، عبدالواحد محصل چندہ لائل پور''۔ اسی شمارے میں ''حساب مسجد لائل پور'' مرقوم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اہل حدیث'' اخبار (امرتسر) کا یہ ۱۸۔ اگست ۱۹۴۴ء کا شمارہ ہے۔''

۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۶ء تک کے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' (امرتسر) کی فائلیں ملاحظہ فرمایئے۔ ان میں مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں مولوی عبدالواحد کی سرگرمیوں کا پتا چلتا ہے۔ چندے کے لیے اعلانات و اشتہارات، اس کی وصولی اور خرچ کی پوری تفصیلات مندرج ہیں۔ پھر وہاں کے سالانہ تبلیغی جلسوں کے بارے میں تمام ضروری امور اس اخبار کے مختلف شماروں میں چھپے ہیں۔

لائل پور میں انجمن اہل حدیث کا پہلا تبلیغی جلسہ بروایت مولانا عبدالواحد ۱۹۴۰ء میں ہوا تھا، جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبداللہ ثانی اور مولانا نور حسین گرجاکھی تشریف لائے تھے۔ تیسرا سالانہ جلسہ ان کے بقول مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے زیر صدارت منعقد ہوا تھا۔ اس زمانے میں لائل پور سے شامیانے وغیرہ نہیں ملتے تھے۔ یہ ضروری سامان خود مولوی عبدالواحد لاہور سے لائے تھے۔

اس عہد کے تمام علمائے کرام مولانا عبدالواحد پر مشفقانہ نگاہ رکھتے تھے اور لائل پور میں ان کی مسلکی خدمت اور جماعتی جدوجہد کی تحسین فرماتے اور انھیں دعائیں دیتے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کانگریس یا احرار کے جلسوں میں شرکت کے لیے لائل پور جاتے تو نمازیں جامع مسجد اہل حدیث (امین پور بازار) میں پڑھتے اور جمعے کا دن ہوتا تو خطبہ جمعہ اسی مسجد میں ارشاد فرماتے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی گوجراں والا سے لائل پور جاتے تو مولانا عبدالواحد سے ضرور ملتے اور جامع مسجد میں نماز ادا فرماتے اور درسِ قرآن دیتے یا تقریر کرتے۔ مولانا عبدالواحد شروع سے اس مسجد کے امام تھے۔ ان کی امامت پر سب لوگ خوش تھے اور ان کی صالحیت سے آگاہ۔

ہفت روزہ ''الاعتصام'' مورخہ ۲ تا ۶ جنوری ۲۰۰۶ء (جلد نمبر ۵۷، شمارہ نمبر ۲) میں مولانا عبداللہ صاحب گورداس پوری (خطیب جامع مسجد اہل حدیث بورے والا) کا اخبار الاعتصام کے ایڈیٹر کے نام ایک مکتوب شائع ہوا ہے، جس میں انھوں نے جامع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسجد اہل حدیث (امین پور بازار فیصل آباد) کا تذکرہ فرمایا ہے۔

مولانا عبداللہ تحریر فرماتے ہیں کہ تقسیم ملک سے کئی سال قبل اس وقت کے لائل پور (اور آج کے فیصل آباد) میں ضلع لائل پور، جھنگ، سرگودھا اور شیخوپورہ کی جماعت اہل حدیث نے مشترکہ طور پر لائل پور میں بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار تین روزہ تبلیغی کانفرنس منعقد کی۔ بذریعہ اشتہار اعلان کیا گیا تھا کہ جامع مسجد کچہری بازار میں خطبہ جمعہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری (مرحوم و مغفور) ارشاد فرمائیں گے۔ مسجد کی مجلس انتظامیہ سے اس کی اجازت بھی لے لی گئی تھی۔ اس وقت اس مسجد کے خطیب دیوبند کے فارغ التحصیل مولانا محمد یونس صاحب تھے جو دیوبند کے زمانہ طالب علمی میں مولانا امرتسری کے ہم سبق رہ چکے تھے اور مجلس انتظامیہ کے صدر میاں نور اللہ تھے۔ لیکن جمعرات کو جامع مسجد کی انتظامیہ نے اہل حدیث کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے صدر کو اطلاع دی کہ جامع مسجد کی انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ جامع مسجد میں مولانا ثناء اللہ صاحب کو خطبہ جمعہ کی اجازت نہیں دے سکتی۔ چنانچہ فوری طور پر دھوبی گھاٹ میں نمازِ جمعہ کا انتظام کیا گیا، جہاں حضرت مولانا امرتسری نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور بے شمار لوگ اس میں شامل ہوئے۔ خطبے کے آخر میں مولانا امرتسری نے فرمایا:

"آج کے بعد میں اس وقت تک لائل پور میں نہیں آؤں گا جب تک کہ اس شہر میں اہل حدیث کی مسجد تعمیر نہیں ہو جاتی۔"

چناں چہ اسی وقت ضلع شیخوپورہ کے موضع ماموں والی کے ایک بزرگ چودھری محمد عمر مرحوم نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ "مسجد کے لیے جگہ لائل پور کے لوگ تلاش کر لیں اور اس کی جو قیمت ہو گی، وہ میں ادا کر دوں گا۔"

"اس کے بعد امین پور بازار میں جگہ لی گئی اور اس کی قیمت اٹھارہ سو روپے چودھری محمد عمر (ساکن ماموں والی) نے ادا کر دی۔ پھر اس مسجد کی تعمیر وغیرہ کے تعاون کے سلسلے میں حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ کے اخبار "اہل حدیث" (امرتسر) میں اعلانات ہونے لگے اور مولوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالواحد مرحوم (سابق امام مسجد) نے پورے پنجاب بلکہ دہلی تک اس مسجد کے لیے بلامعاوضہ سفارت کے فرائض سرانجام دیے۔''

مولانا عبداللہ گورداس پوری لکھتے ہیں کہ تقسیم ملک کے بعد فیصل آباد میں اہل حدیث کی سیکڑوں مسجدیں بن گئیں۔لیکن اس شہر کی مرکزی مسجد بلکہ شہر کی ام المساجد یہی مسجد ہے۔

مولانا ممدوح فرماتے ہیں کہ بعد میں (یعنی پاکستان آنے کے کئی سال بعد) میاں فضل حق مرحوم و مغفور نے ایک مکان پینسٹھ ہزار روپے میں خرید کر اس مسجد کے ساتھ ملا دیا تھا۔ اس مسجد کے بارے میں یہ محترم و مکرم مولانا عبداللہ صاحب گورداس پوری کی روایت ہے جو جماعت اہل حدیث کی گزشتہ تاریخ کے بہت سے واقعات کے عینی شاہد ہیں۔

اس وقت لائل پور میں اہل حدیث زیادہ تعداد میں نہیں تھے،لیکن جتنے تھے وہ اصحابِ اثر ورسوخ تھے۔مثلاً حکیم نورالدین، دینی، سیاسی اور معاشرتی اعتبار سے شہر کی موثر شخصیت تھے۔مولانا محمد حسین سیالکوٹی منشی محلے کی مسجد میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔احسان الحق صاحب اس شہر کے قابل احترام بزرگ تھے۔ملک خدا بخش کچہری میں ناظر کے عہدے پر فائز تھے۔

مولانا عبدالواحد نے تبلیغ دین کے لیے چند رسالے بھی شائع کیے اور لوگوں میں مفت تقسیم کیے۔ وہ رسالے حسب ذیل ہیں:

① ...... اسعاد العباد بحقوق الوالدین واولاد

② ...... مسئلہ داڑھی: اس میں حدیث کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ داڑھی رکھنی سنت ہے۔ پوری داڑھی رکھنی چاہیے۔

③ ...... صفوں کی درستی: یعنی نماز میں صفیں سیدھی اور درست ہونی چاہئیں۔

④ ...... حقوق الوالدین: یہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تصنیف ہے۔

⑤ ...... مسئلہ وسیلہ:

''اسعاد العباد'' کا پیش لفظ مولانا محمد عبدہ الفلاح مرحوم نے لکھا ہے۔ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں۔ ''مولانا عبدالواحد صاحب کے کتب خانے سے یہ رسالہ دست یاب ہوا اور مولانا کی کوشش ہی سے یہ رسالہ آپ کے سامنے ہے۔''

مولانا عبدالواحد کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ وہ اس قسم کے تبلیغی رسائل، تبلیغی مشن کے سلسلے میں شائع کرتے رہے ہیں، جب کہ دوسرے اشخاص کاروباری نقطہ نظر سے ایسا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

تحصیل بھلوال (ضلع سرگودھا) میں ایک گاؤں کا نام ''کوڈے کوٹ'' ہے۔ وہاں مولانا عبدالواحد نے کوشش کر کے ڈیڑھ کنال زمین خریدی جس میں مسجد اور مدرسے کی تعمیر ہوئی۔ یہ اس نواح میں اب تبلیغ دین اور تدریس کا بہت بڑا مرکز ہے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ اس زمانے میں مولانا عبدالواحد کا سیاسی نقطہ نظر وہی تھا جو حکیم نورالدین یا مولانا داؤد غزنوی یا مولانا اسماعیل سلفی کا تھا۔

فیصل آباد کی اس اوّلیں مسجد اہل حدیث میں ملک کی تقسیم کے بعد مولانا عبداللہ ویرووالوی مرحوم و مغفور نے دارالقرآن والحدیث کے نام سے درس گاہ جاری کی تھی، جس میں کئی سال تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا تو اسی مسجد میں اس کا اجرا ہوا۔ اس وقت اس کے شیخ الحدیث حضرت حافظ محمد گوندلوی تھے۔ جامعہ سلفیہ کے اصل مقام میں اسے کچھ عرصہ بعد میں منتقل کیا گیا تھا۔ یعنی اس مسجد کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ بارونق رکھا۔ یہ اس کی تعمیر کے لیے کوشاں رہنے والوں کی خلوصِ نیت کا نتیجہ ہے۔

بے شبہ مولانا عبدالواحد کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انھوں نے فیصل آباد کی پہلی مسجد اہل حدیث کی تعمیر کے لیے بے حد بھاگ دوڑ کی۔ اس وقت مسجد کی تعمیر بہت مشکل کام تھا۔ ایک تو پیسا ملنا مشکل تھا۔ دوسرے غیر مسلم اس کی مخالفت کرتے تھے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے بعض گروہ بھی اہل حدیث کی تعمیر مساجد کے خلاف تھے۔ اب تو حالات بالکل مختلف ہیں۔ پیسا عام ہے اور کسی کی مخالفت نہیں ہے۔ سنا ہے فیصل آباد میں اس وقت تین سو کے لگ بھگ اہل حدیث کی مساجد ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لیکن اصل معاملہ تو اولیت کا تھا، جو بہت مشکل تھا۔ اس کی ضروری تفصیل ہم گزشتہ سطور میں لکھ آئے ہیں۔

مسجد کی تعمیر کے علاوہ مولانا عبدالواحد کی وجہ سے جامعہ سلفیہ کے لیے جگہ حاصل ہوئی، جہاں دن رات قال اللہ وقال الرسول کی دل کش صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ مسجد کی تعمیر اور جامعہ سلفیہ کے لیے جگہ کا حصول مولانا عبدالواحد کے لیے صدقات جاریہ ہیں۔ ان کے نامۂ اعمال میں اور بھی بہت سی حسنات ہوں گی، لیکن ان کی مغفرت تو ان شاء اللہ ان دونوں نیکیوں کے باعث ہوگئی۔

یہ گریڈوں اور سکیلوں کا دور ہے۔ علمائے کرام بھی اسی دور سے متاثر ہیں۔ مولانا عبدالواحد تمام عمر اپنے شہر کی جامع مسجد میں امامت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، لیکن کبھی کسی سے ایک پیسا وصول نہیں کیا۔ سب کام بلا معاوضہ فقط رضائے الٰہی کے لیے کرتے رہے۔ ان کی معاش کا ذریعہ بہت محدود تھا اور وہ تھا معمولی سا جلد سازی کا کام، جو وہ اپنے گھر میں کرتے تھے۔ کسی نے کتاب کی جلد بندھوانے کے بعد کچھ دے دیا تو لے لیا، ورنہ خاموش ہوگئے۔ مانگنا ان کی فطرت کے خلاف تھا۔

ان پر ہمیشہ غربت کا شامیانہ تنا رہا اور ان کی زندگی کے شب و روز فقر کے سایہ میں گزرے، لیکن انھوں نے کبھی امارت کے سامنے گردن نہیں جھکائی اور کسی سرمایہ دار کے دروازے پر دستک نہیں دی۔ گزشتہ سطور میں ان کے حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں پتا چلا ہے کہ دینوی زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لیے کسی زمانے میں انھیں چار آنے روزانہ ملتے تھے۔ وہ اس آمدنی پر صابر و شاکر تھے۔ انھوں نے اپنی غربت کی ہر موقع پر حفاظت کی اور اس پر نازاں رہے۔ کبھی اسے سرمایہ کی بھینٹ نہیں چڑھایا، بلکہ اس کا تصور بھی کبھی ان کے ذہن میں نہیں آیا۔ غریب کسی اسمبلی کا رکن نہیں ہوتا کہ ''ضمیر کی آواز'' کے نام سے اپنے ضمیر کا سودا کرتا پھرے۔ کبھی کسی سیاسی جماعت نے خرید لیا اور کبھی کسی جماعت نے اس کی قیمت لگا دی۔ وہ نیلام کی منڈی کا مال نہیں ہوتا۔

میرا نصف صدی سے زیادہ عرصے تک مولانا عبدالواحد سے تعلق رہا۔ میرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے زمانۂ ادارت میں وہ لاہور تشریف لاتے تو مجھے ضرور ملتے۔ پھر میں ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ ہوا تو مجھے دعائیں دیتے اور میرا عاجزانہ سلام قبول کرنے کے لیے بارہا وہاں پہنچے۔ میں بھی جب فیصل آباد گیا، ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بے حد مہمان نواز تھے۔ اکڑباز کے سامنے سینہ تان لیتے اور نرم کے سامنے زبان بند کر لیتے۔ جماعتی اعتبار سے وہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، میر حکیم نورالدین اور اس عمر کے بعض دیگر حضرات کے معتمد ترین ارکانِ جماعت میں سے تھے۔ مولانا عبیداللہ احرار ہنسی مذاق میں بعض دوستوں کے نام بدل دیتے تھے۔ انھیں وہ بے تکلفی سے مولوی واحد بخش کہا کرتے تھے۔ مولوی واحد بخش بات سنو۔ مولوی واحد بخش ادھر آؤ۔

اس سراپا خلوص اور جماعت کے بے لوث خادم نے ۹۵ سال عمر پا کر بدھ کے روز ۱۸۔ جون ۱۹۹۷ء کو اپنے شہر فیصل آباد میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ نماز جنازہ ہمارے عزیز دوست مولانا ارشادالحق اثری نے پڑھائی، جس میں تمام مکاتب فکر کے علما و زعما اور اساتذہ وطلبا نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه .

مولانا عبدالواحد کے گھر میں بعض قدیم بزرگانِ دین کی تصانیف کا خاصا ذخیرہ موجود تھا۔ انجمن اہل حدیث لائل پور کے پرانے رجسٹر کارروائی بھی انھوں نے سنبھال کر رکھے تھے، جنھیں وہاں کی جماعت کی تاریخ سے تعبیر کرنا چاہیے، نیز ان کا جلد سازی کا مختصر سا سامان بھی تھا۔ ان کی وفات پر بارہ سال گزر چکے ہیں۔ معلوم نہیں اب یہ چیزیں محفوظ ہیں یا نہیں۔ میں جامعہ سلفیہ کے مدیر تعلیم جناب چودھری محمد یٰسین ظفر سے عرض کروں گا کہ وہ مولانا مرحوم کے اکلوتے فرزند جناب عبدالحیّ صاحب سے رابطہ قائم کریں۔ اگر یہ چیزیں ان کے گھر میں موجود ہیں تو انھیں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ میرا خیال ہے وہ نہایت خوشی سے یہ چیزیں عنایت فرما دیں گے۔ ان کتابوں اور رجسٹروں کو جامعہ سلفیہ کی لائبریری کی ایک خاص الماری میں مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالواحد کا اسم گرامی لکھ کر محفوظ کر لینا چاہیے۔ ان کی جلد سازی کا سامان بھی (اگر مل جائے تو) یہ تبرک جامعہ کی لائبریری کے ایک کونے میں رکھ دینا چاہیے، تا کہ دیکھنے والوں کو پتا چلے کہ ہمارے بزرگ کس طرح اپنی روزی کماتے اور جماعت اور اپنے مسلک کی خدمت کرتے تھے۔

کاش ہمارے دلوں میں بھی خدمت مسلک و جماعت کا وہ پُرخلوص جذبہ پیدا ہو جو اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالواحد جیسے درویش خو لوگوں میں پیدا کیا تھا۔ لیکن یہ مادی دور ہے اور صلہ و ستائش کا طالب دور...... اب وہ سانچے کہیں نظر نہیں آتے، جن میں مولانا عبدالواحد ایسے فقر پیشہ لوگ ڈھلے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں باب

مولانا عبید اللہ احرار

کسی زمانے میں متحدہ پنجاب کے شہر فیروز پور میں ایک راجپوت صراف خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ کا نام حاجی نور محمد تھا...... صالحیت، دیانت اور صاف ستھرے کردار کی وجہ سے شہر اور ضلع فیروز پور میں حاجی نور محمد کا بڑا نام تھا۔ ان کا تعلق حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور حضرت سید احمد شہید کی تحریک مجاہدین سے تھا اور اس نواح میں ان کے گھر اور ان کی ذات کو اس تحریک کے خفیہ مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حاجی صاحب کو مال و دولت سے بھی نوازا تھا اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کا حوصلہ بھی عطا فرمایا تھا۔ وہ تحریک مجاہدین کے بہت بڑے معاون تھے اور خفیہ طور سے ان کے گھر میں جماعت مجاہدین کے کارکنوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حاجی نور محمد اور ان کے خاندان کے لوگ پنجاب کے دو خاندانوں کے علمی اور عملی کارناموں سے بہت متاثر تھے۔ وہ تھے غزنوی اور لکھوی خاندان۔ ان خاندانوں کے مراسم بھی جماعت مجاہدین سے تھے۔ حاجی صاحب کی زیارت کا مجھے شرف حاصل نہیں۔

فیروز پور میں جماعت اہل حدیث کی ایک ہی مسجد تھی، جسے گنبداں والی مسجد کہا جاتا تھا۔ حاجی صاحب اور ان کے خاندان کے افراد اس مسجد کی دیکھ بھال میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ مولانا عبید اللہ احرار جن کا ان سطور میں تذکرہ کرنا مقصود ہے انہی حاجی نور محمد کے فرزندِ نام دار تھے، جو ۱۹۰۰ء کے پس وپیش پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ رکھا اور جماعت مجاہدین کی خدمت اور انگریزی اقتدار کی مخالفت کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ قرار دیا۔ وہ مجلس احرار سے والہانہ وابستگی رکھتے تھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور احرار مقررین بالخصوص سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بے حد مداح تھے۔ شاہ جی کی تقریر، ان کی مجلسی گفتگو، ان کی جرأت مندانہ انگریز دشمنی، ان کے لطائف، توحید کے موضوع پر ان کے دلنشیں مواعظ، اور مرزائیت پر ان کی جارحانہ تنقید کے متعلق مولانا عبیداللہ احرار ایسے لہجے میں گفتگو کرتے اور اس انداز میں ان کے مختلف واقعات کو موضوعِ سخن بناتے کہ لطف آ جاتا اور ایسے معلوم ہوتا کہ واقعۃً ہم شاہ جی کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور براہِ راست ان کی زبان سے ان کے ارشادات سن رہے ہیں۔

عبیداللہ احرار معروف معنوں میں عالم دین نہ تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے اوصاف سے نوازا تھا۔ قرآن مجید پر بڑا استحضار تھا۔ بہت اچھے مقرر تھے اور دورانِ تقریر یا عام مجلس کی گفتگو میں برمحل قرآنی آیات کی تلاوت کرتے۔ مناسب مواقع پر نبی ﷺ کی احادیث پاک کے حوالے دیتے۔ صحابہ کرام، ائمہ عظام اور بزرگان دین کے بے شمار واقعات انھیں زبانی یاد تھے۔ ضرورت کے وقت ان کا خوب صورت الفاظ میں تذکرہ کرتے، اردو کے متعدد قدیم و جدید شعرا کے درجنوں اشعار ان کے حافظے میں محفوظ تھے۔ پنجابی شعرا کے بھی کتنے ہی اشعار ان کے نوکِ زبان تھے۔ لطائف کی بھی ان کے ہاں کمی نہ تھی۔ لہجہ خالص مقررانہ تھا۔ تقریر کرتے تو سماں بندھ جاتا۔ بے خوف، جری اور بہادر آدمی تھے اور یہ صفات انھیں اپنے پاک باز اسلاف سے ورثے میں ملی تھیں۔

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے وہ دستِ راست تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تنظیم کے قیام (جولائی ۱۹۴۸ء) سے زندگی کے آخری دم تک اس کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ صائب اور صحیح مشورے دیتے۔ فیصل آباد کی شہری اور ضلعی جمعیت میں ان کو باوقار مقام حاصل تھا اور ان کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ شہر کے تمام سیاسی و مذہبی حلقوں کے لوگ ان کے قدردان تھے اور ہر حلقۂ فکر میں اس بلند آہنگ شخص کو پذیرائی حاصل تھی۔

جماعت اہل حدیث کے ممتاز رکن ہونے کے علاوہ پاکستان کی مجلس احرار کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدر تھے۔ اس حیثیت سے بھی ہر طبقے میں انھیں تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس فردِ عالی ہمت کا ذکر چھڑ ہی گیا ہے تو کیوں نہ ان کے بارے میں چند اور باتیں بھی بیان کر دی جائیں تاکہ ان کی عملی زندگی اور عادات و اطوار کے مختلف پہلو قارئین ذی احترام کے سامنے اجاگر ہو سکیں۔

عبید اللہ احرار کو میں نے سب سے پہلے ۱۹۳۷ء میں فیروز پور میں دیکھا، جب حضرت مولانا محمد علی لکھوی کی کوشش سے وہاں مجلس احرار کا سہ روزہ جلسہ عام منعقد ہوا تھا۔ اس میں تمام احرار رہنما شریک تھے اور مجلس احرار اس عہد کے متحدہ ہندوستان کی اہم سیاسی جماعت تھی۔ اس کے مقرر انگریزی سامراج کے خلاف تقریریں کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ان کی زبانیں آگ اگل رہی ہیں اور ان کے جذبات کی شدت نے گویائی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ احرار جیسے تیز کلام اور صاف لہجے کے شجاعت پیشہ انگریز دشمن مقرر برصغیر کی کسی جماعت نے پیدا نہیں کیے۔ وہ اُس ہنگامہ خیز دور کے ہنگامہ خیز مقرر تھے۔ میں نے تقریباً تمام احرار مقرروں کی تقریریں سنی ہیں۔ ان کا سٹیج انگریز اور اس کے حامیوں کے خلاف شعلہ جوالہ کا منظر پیش کرتا تھا۔ وہ غیر ملکی محکومی کی وجہ سے تقریروں کا زمانہ تھا۔ اب نہ وہ زمانہ رہا ہے، نہ اس قسم کی تقریریں کی جا سکتی ہیں اور نہ یہ ان تقریروں کا موسم ہے۔

اسی زمانے میں مولانا محمد علی لکھوی کی تحریک سے فیروز پور میں وہاں کی انجمن اہل حدیث کا سہ روزہ سالانہ جلسہ ہوا تھا۔ وہاں بھی مولانا عبید اللہ احرار کو دیکھا۔ پھر ایک مرتبہ ہمارے ہاں (کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ) کی انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں مولانا عبید اللہ احرار اور ان کے دیگر احرار ساتھی اس دور کے ایک احرار مقرر مولانا محمد علی جالندھری کو لے کر وہاں گئے تھے۔ انھوں نے ریاستی حالات کے مطابق سلجھے ہوئے انداز میں بڑی موثر تقریر کی تھی۔

اس کے بعد ایک وقت آیا کہ ۱۹۳۸ء میں فیروز پور کی انجمن اہل حدیث کے ارکان حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو گنبداں والی مسجد کے خطیب اور مدرس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی حیثیت سے وہاں لے گئے۔ میں بھی طالب علم کے طور پر مولانا ممدوح کے ساتھ وہاں گیا۔ اب مولانا عبید اللہ احرار سے تعلقات استوار ہوئے۔ وہ عمر میں مجھ سے کم وبیش پچیس چھبیس سال بڑے تھے، لیکن ان کی شفقت اور اسلوب کلام نے مجھے ان سے اتنا قریب کر دیا کہ آہستہ آہستہ تفاوتِ عمر کے باوجود فکری ہم آہنگی کی بنا پر ہمارے درمیان باہم دوستی کے آثار ابھر آئے، جن کی وہ بھی عمر بھر آب یاری کرتے رہے اور میں نے بھی ہمیشہ انھیں تروتازہ رکھنے کی کوشش کی۔

اس زمانے کے مولانا عبید اللہ احرار کا حلیہ ملاحظہ فرمایئے! پورا قد، گداز جسم، بھرا ہوا گول گندم گوں چہرہ، ابھری ہوئی ناک، روشن آنکھیں، کھلی پیشانی، کشادہ سینہ، خوش مزاج اور خوش اخلاق۔ صاف ستھرا سادہ لباس، سفید شلوار قمیص زیب تن۔ سر پر کلے والا عمامہ، دوستوں کے دوست۔ لوگوں سے بنا کر رکھنے کے عادی، کھنک دار آواز، کسی کے سامنے جھکنا اور کمزوری کا اظہار کرنا ان کی فطرت کے خلاف تھا۔

فیروز پور میں احراری عددی لحاظ سے کم تھے، لیکن زوردار اور عالی ہمت لوگ تھے۔ عبید اللہ احرار کی صرافے کی دکان پر کانگرسی بھی آتے تھے، مسلم لیگی بھی آتے تھے اور احراری بھی آتے تھے۔ وہ سیاسی بحثوں کا دور تھا اور ان کی دکان پر یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ عبید اللہ احرار سب سے پنجہ آزمائی کرتے اور ہنسی مذاق میں ایسی باتیں کہہ جاتے، جو دوسروں کے لیے کہنی مشکل ہوتی تھیں۔ ان کی باغ و بہار طبیعت سب کے لیے باعث کشش تھی۔

ایک مرتبہ انھوں نے مجھے مطالعہ کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہفت روزہ ''الہلال'' کا مجلد فائل دیا۔ میں نے اسے بے حد شوق سے پڑھا اور بعض مضامین کا ایک سے زیادہ مرتبہ مطالعہ کیا۔ پھر وہ فائل مجھ سے میرے ایک بزرگ رشتے دار حاجی محمد علی نے لیا۔ انھوں نے بھی اسے دلچسپی سے پڑھا۔ ان سے میرے پاس واپس آیا تو ایک تعلیم یافتہ ہندو کو اس کا پتا چل گیا، وہ مجھ سے ملا اور ''الہلال'' کے وہ شمارے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ پھر ملک تقسیم ہو گیا اور ''الہلال'' کا فائل اسی کے پاس رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے فیروز پور کے زمانہ طالب علمی میں مولانا عبیداللہ احرار کی اہلیہ اور ان کی ہمشیرہ (یا بھانجی) وہاں کے رام سکھ درس کالج (آر ایس ڈی کالج) میں پڑھتی تھیں۔ ان کی اہلیہ غالباً بی اے کی طالبہ تھیں۔ کالج کے پرنسپل کا نام پی وی کنل تھا جو دراصل لاہور کا رہنے والا تھا اور ہندوؤں کے دیو سماج فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ ملک کے سیاسی لیڈروں کا وہ شدید مخالف بلکہ دشمن تھا اور "نیتی کی گھنٹی" میں سیاسی رہنماؤں کو نشانہ تنقید بناتا تھا۔ طلبا نے اس پر احتجاج کیا، بعض اور لوگوں نے بھی اس کے طرزِ تنقید کو ناروا قرار دیا، لیکن اس نے کسی کی بات کو اہمیت نہ دی اور اپنا اندازِ تنقید جاری رکھا۔ یہ صورت حال فیروز پور کے عوام اور طلبا کے لیے ناقابل برداشت تھی، چنانچہ شیخ غلام حیدر ایڈووکیٹ جو فیروز پور کے مشہور احرار لیڈر تھے، آگے بڑھے اور گوکھلے ہال میں رات کو جلسہ کیا اور بہت بڑے مجمع میں کالج کے سامنے پکٹنگ کرنے کا اعلان کر دیا۔ پکٹنگ میں عبیداللہ احرار نے بھی حصہ لیا۔ میں بھی پکٹنگ کرنے والوں میں شامل تھا اور روزانہ گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پکٹنگ کا مطلب یہ تھا کہ ہم کالج کے دروازے کے آگے لیٹ جاتے تاکہ کوئی استاد یا طالب علم کالج میں داخل نہ ہو سکے۔ پولیس بہت بڑی تعداد میں وہاں موجود رہتی تھی۔ پولیس ہمیں گرفتار کر کے پہلے تھانے لے گئی، پھر فیروز پور جیل میں بند کر دیا۔ بہت سے لوگ گرفتار تھے۔ مولانا عبیداللہ احرار کا جیل میں سلسلہ تقریر جاری رہتا تھا۔ پندرہ دن ہم لوگ جیل میں رہے۔ پھر پرنسپل نے ملک کے سیاسی قائدین پر تنقید نہ کرنے کا تحریری وعدہ کیا تو تحریک ختم ہو گئی اور ہمیں رہا کر دیا گیا۔

مولانا عبیداللہ احرار کی اہلیہ بی اے بی ٹی تھیں اور فیروز پور کے ایک گرلز ہائی سکول میں ہیڈ مسٹرس تھیں۔ تقسیم ملک کے بعد یہ خاندان لائل پور آیا تو یہاں بھی لڑکیوں کے ہائی سکول میں انھیں ہیڈ مسٹرس مقرر کیا گیا۔ ان کی وفات شوہر نام دار کی وفات کے بعد ہوئی۔

مروجہ تعلیم سے فراغت کے بعد میں کچھ عرصہ محکمہ انہار (ہیڈ سلیمان کی) میں کلرکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا رہا۔ کچھ عرصہ ہندوستان کے مختلف شہروں میں گھومنے اور آوارہ گردی میں گزرا۔ بعدازاں اپنے دوست مولانا معین الدین لکھوی صاحب کے کہنے پر بطور مدرس اپریل ۱۹۴۳ء میں مرکز الاسلام چلا گیا۔ یہ جگہ ان کے آبائی گاؤں لکھوکے سے دو میل دور تھی اور فیروز پور سے چودہ میل کے فاصلے پر بہاول نگر اور سماسٹہ جانے والی ریلوے لائن پر دوسرے ریلوے اسٹیشن جھوک ٹہل سنگھ کے قریب تھی۔ جولائی ۱۹۴۷ء تک میں یہاں رہا۔ اس زمانے میں کئی دفعہ فیروز پور گیا اور مولانا عبیداللہ احرار سے ملا۔ ان سے ملنا اور ان کی باتیں سننا یوں سمجھیے کہ میرے لیے روح کی غذا تھی اور ذہن کی طراوت کا سامان۔ اِس زمانے میں لاہور سے سہ روزہ اخبار ''زمزم'' شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر محمد عثمان فارقلیط تھے۔ یہ اخبار نیشلزم کا حامی تھا اور بہت پڑھا جاتا تھا۔ اس کا دفتر اردو بازار میں تھا، جسے اُس وقت موہن لال روڈ کہا جاتا تھا۔ میں اور مولانا عبیداللہ احرار اس اخبار کے ایڈیٹر سے ملنے کے لیے ایک مرتبہ لاہور آئے تھے۔ یہ اب یاد نہیں رہا کہ ان سے ہم نے کس سلسلے میں ملاقات کی تھی۔ بس اتنا یاد ہے کہ کافی دیر ہم نے ان سے باتیں کیں اور انھوں نے نہایت توجہ سے ہماری باتیں سنیں اور ان کے جواب سے ہم مطمئن ہوئے۔

۱۹۴۵ء میں انتخابات کا اعلان ہوا تو حضرت مولانا محمد علی لکھوی نے مدینہ منورہ سے اپنے صاحب زادوں مولانا محی الدین اور مولانا معین الدین لکھوی کو خط لکھا کہ ضلع فیروز پور سے نواب ممدوٹ (افتخار حسین خاں) مسلم لیگ کی طرف سے انتخاب لڑیں گے، آپ لوگ ان کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ مولانا محی الدین لکھوی نے مجلس احرار کے ٹکٹ پر نواب ممدوٹ کے خلاف انتخاب لڑنے کا اعلان کر دیا۔ کئی دن میں اور مولانا معین الدین لکھوی ان کے حلقے میں گھومتے رہے۔ اچانک ایک دن کسی شخص کی معرفت مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی مرحوم کا پیغام آ گیا کہ نواب ممدوٹ کا مقابلہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ مولانا محی الدین لکھوی نے ارادہ بدل دیا۔

جنوری کا مہینا اور سال ۱۹۴۶ء تھا۔ ایک دن دوپہر کے وقت مرکز الاسلام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احاطے میں ایک کار داخل ہوئی۔ اس سے مولانا عبیداللہ احرار اور مولانا عبدالرحیم کوٹلوی باہر نکلے۔ ان کے بعد ایک اور صاحب باہر آئے۔ درمیانہ قد اور نہایت خوب صورت۔ معلوم ہوا کہ یہ مولانا عبدالغفار غزنوی ہیں۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے چھوٹے بھائی۔ تحصیل چونیاں سے کانگرس کے ٹکٹ پر انتخاب لڑ رہے ہیں اور مسلم لیگ کی طرف سے ان کے مدِ مقابل میاں افتخار الدین ہیں، جو تھوڑا عرصہ قبل پنجاب کانگرس کی صدارت سے مستعفی ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے۔ مولانا عبدالرحیم اور مولانا عبیداللہ احرار مولانا سید محمد داؤد غزنوی کا یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ مولانا عبدالغفار غزنوی کے حلقہ انتخاب میں جا کر ان کی مدد کی جائے۔ مجھے یاد پڑتا ہے مولانا معین الدین اس وقت مرکز الاسلام میں نہیں تھے۔ میں اور مولانا محی الدین لکھوی موجود تھے۔ چنانچہ ہم دونوں ان کے ساتھ گئے۔ مولانا عبیداللہ احرار تو فیروزپور چلے گئے اور مولانا محی الدین لکھوی اور یہ بندۂ عاجز مولانا عبدالغفار غزنوی کے ساتھ گئے۔ مولانا عبدالرحیم بھی ساتھ تھے جو حضرت مولانا محمد علی لکھوی کے پرانے شاگرد تھے اور اس دور کے بہت بڑے احراری اور زوردار مقرر تھے اور پہلے سے مولانا عبدالغفار غزنوی کے حلقہ انتخاب میں کام کر رہے تھے۔ ہم چھ سات روز ان کے ساتھ رہے اور مختلف مقامات میں گئے اور ان کے حق میں تقریریں کیں۔ لیکن وہ مسلم لیگ کا زمانہ تھا اور مسلم لیگی امیدوار ہی کامیاب ہوئے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ۱۹۷۱ء پیپلز پارٹی کا زمانہ تھا اور پیپلز پارٹی کے امیدوار بہت بڑی اکثریت سے کامیاب ہوئے تھے۔ دریائے اٹک سے لے کر دلّی کی دیواروں تک پھیلے ہوئے پنجاب کے انتیس ضلعوں میں کانگرس کے ٹکٹ پر صرف ایک مسلمان کی کامیابی کا اعلان ہوا تھا اور وہ تھے مولانا سید محمد داؤد غزنوی۔ کانگرس کے ٹکٹ پر انتخاب لڑنے والے باقی تمام مسلمان ہار گئے تھے۔ البتہ چند آزاد مسلمان اور یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب میں حصہ لینے والے کچھ مسلمان جیت گئے تھے۔

پہلے عرض کیا گیا ہے کہ مولانا محی الدین لکھوی انتخاب سے دست بردار ہو گئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اب نواب ممدوٹ کے مقابلے میں میاں محمد سرور بودلہ تھے جو نواب ممدوٹ کے بعد ضلع فیروز پور کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ بارہ دیہات کے مالک تھے اور یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑ رہے تھے۔ میں اور مولانا عبیداللہ احرار دو تین مرتبہ ان کے حلقے میں گئے اور ان کو ووٹ دینے کے لیے بعض لوگوں سے کہا۔ ایک یا دو جگہ پبلک تقریریں بھی کیں، لیکن اس وقت ہر طرف مسلم لیگ کا چرچا تھا۔

ملک تقسیم ہوا تو ہم لوگ ضلع لائل پور کی تحصیل جڑاں والا کے ایک گاؤں چک نمبر ۵۳ گ۔ ب میں آ گئے۔ ان دنوں پرانے دوست بہت یاد آتے تھے اور جی بہت اداس تھا۔ کوئی پتا نہیں چل رہا تھا کہ کون کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ ایک دن کسی نے بتایا کہ تمھارے فیروز پوری دوست مولوی عبیداللہ احرار لائل پور آ گئے ہیں۔ یہ سن کر بے حد مسرت ہوئی۔ میں نے لائل پور نہیں دیکھا تھا اور کچھ پتا نہیں تھا کہ یہ کتنا بڑا شہر ہے۔ خیال ہوا کہ مولوی عبیداللہ احرار جس طرح فیروز پور میں مشہور تھے، اسی طرح لائل پور میں مشہور ہوں گے اور سب لوگ انھیں جانتے ہوں گے۔ کسی سے پوچھ کر ان کے گھر پہنچ جاؤں گا۔ ہمارا گاؤں جڑاں والا سے لائل پور جانے والی سڑک سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ہوگا۔ یہ عصر کے بعد کا وقت تھا۔ میں اسی وقت گاؤں سے چلا اور سڑک پر آ گیا کہ یہاں سے بس پر سوار ہو کر لائل پور چلا جاؤں گا اور رات مولوی عبیداللہ احرار کے پاس رہوں گا۔ ابھی سڑک پر آیا ہی تھا کہ جڑاں والا کی طرف ایک ٹرک آیا اور میرے پاس آ کر رکا۔ وہ ہمارے عزیزوں کا ٹرک تھا جو لائل پور جا رہا تھا۔ ہمارے پرانے وطن میں ہمارا ٹرانسپورٹ کا کام تھا۔

ڈرائیور نے نیچے اتر کر مجھے کہا یہاں کیوں کھڑے ہو......؟ اور کہاں جانا چاہتے ہو......؟ میں نے کہا لائل پور جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا آؤ میرے ساتھ بیٹھو، میں وہیں جا رہا ہوں۔ جہاں کہو گے چھوڑ آؤں گا۔ چنانچہ میں لائل پور پہنچ گیا۔ شہر کی حد میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ایک خوب صورت عمارت نظر آئی، جس پر انگریزی اور اردو میں لکھا تھا خالصہ کالج لائل پور۔ اس میں بہت سے سکھ اور ہندو بیٹھے تھے، جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان جانا چاہتے تھے۔ یہ کالج اس وقت ان کا کیمپ تھا۔ اب میرے خیال میں اس کا نام میونسپل کالج ہے۔

بہر حال میں ٹرک سے ریل بازار کے باہر اتر گیا۔ اب سورج غروب ہو چکا تھا۔ میں نے مولانا عبیداللہ احرار کے بارے میں بعض لوگوں سے پوچھا لیکن کچھ پتا نہ چلا۔ پوچھتے پچھاتے کارخانہ بازار پہنچ گیا۔ اس کی ایک گلی میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ ٹمبر مارکیٹ ہے۔ وہاں بچے کھیل رہے تھے۔ ان سے پوچھا تو ایک بچے نے ایک مکان کی طرف اشارہ کر کے کہا ''اس مکان کی اوپر کی منزل میں رہتے ہیں۔'' میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ اس بچے نے گھنٹی بجائی تو مولانا عبیداللہ احرار نے اوپر کھڑکی سے سر نکال کر اونچی آواز میں کہا ''او اسحاق! تو کتھے......؟'' (او اسحاق! تم کہاں......؟) پھر جلدی سے نیچے اترے اور بغل گیر ہو گئے۔ ان کی مرحومہ بیوی مجھے جانتی تھیں۔ وہ بھی بہت خوش ہوئیں۔ کہا ہم تمھیں حلوا کھلائیں گے۔ لیکن یہ گڑ کا حلوا ہے اور گڑ بھی کالا ہے۔ چینی نہیں ملتی۔ میں اور عبیداللہ احرار شب کے دو بجے تک باتیں کرتے اور پرانی یادیں تازہ کرتے رہے۔

۲۴۔ جولائی ۱۹۴۸ء کو لاہور میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا عبیداللہ احرار اس کے تاسیسی اجلاس میں شامل تھے۔

مولانا عبیداللہ احرار اپنے روزگار کے علاوہ فیروز پور میں دو کاموں میں سرگرم رہتے تھے۔ ایک جماعتی کام اور مسجد گنبداں والی کی دیکھ بھال میں، دوسرے مجلس احرار کے سیاسی معاملات میں۔ لائل پور میں بھی اپنے معاشی معاملے کے علاوہ انھی دو کاموں کو انھوں نے ہدف التفات ٹھہرائے رکھا۔ ان کو یہاں خوش قسمتی سے احراری بھی مل گئے تھے اور جماعت اہل حدیث کے ارکان بھی کثیر تعداد میں میسر آ گئے تھے۔ ان کی کوشش سے تقسیم ملک سے تھوڑا عرصہ بعد لائل پور میں مجلس احرار کا جلسہ عام ہوا، جس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری سمیت تمام احرار رہنما شریک ہوئے اور نئے حالات کے مطابق انھوں نے تقریروں میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور صاف لفظوں میں کہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم اپنی سیاست میں ہار گئے اور مسلم لیگ جیت گئی۔ اب ہم نئے دور میں داخل ہو گئے ہیں۔ ہم نے برصغیر کی آزادی کے لیے جدوجہد کی تھی اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں۔ ہمارا اس میں کوئی ذاتی مفاد نہ تھا۔ ہم اس ملک سے انگریز کو نکالنا چاہتے تھے، وہ نکل گیا اور برصغیر آزاد ہو گیا، لیکن اس آزادی کی ہمیں بہت قیمت ادا کرنی پڑی۔

غالباً ۱۹۴۹ء کے آخر کی بات ہے کہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عطاء اللہ حنیف اور یہ فقیر جمعیت کی ایک میٹنگ کے سلسلے میں لائل پور گئے۔ ہم چاروں کا قیام مولانا عبیداللہ احرار کے مکان پر رہا اور میٹنگ جامع مسجد اہل حدیث میں ہوئی۔ مولانا عبیداللہ احرار نے مولانا غزنوی اور ان کے رفقا کے اپنے یہاں قیام کو ایک اعزاز قرار دیا۔

لائل پور میں جمعیت کے تنظیمی معاملات سے متعلق مولانا غزنوی ہمیشہ مولانا عبیداللہ احرار کو اہمیت دیتے رہے۔ اس کی کئی وجوہ تھیں۔

ایک وجہ یہ کہ مولانا عبیداللہ احرار کے اسلاف مولانا غزنوی کے اسلاف سے تعلق عقیدت رکھتے تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ عبیداللہ احرار کا تعلق مجلس احرار سے تھا اور مجلسِ احرار کے قیام کے بعد کئی سال مولانا غزنوی اس کے جنرل سیکرٹری رہے تھے اور ۱۹۳۰ء کی تحریک کشمیر اور ملک کی دیگر سیاسی تحریکوں میں فیروز پور کے احرار کارکنوں نے جو سرگرم کردار ادا کیا تھا، اس سے مولانا خوب آگاہ تھے۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ مولانا عبیداللہ احرار صاف گو اور جرأت مند رکن جماعت تھے اور دھڑلے سے بات کرتے تھے۔

چوتھی وجہ یہ تھی کہ جو ذمے داری ان کے سپرد کی جاتی اسے پورا کرنے کی آخری حد تک کوشش کرتے اور بالعموم اس میں کامیاب رہتے۔

مرزائیوں سے مولانا عبیداللہ احرار کو شدید تنفر تھا اور مرزائیوں کے خلاف جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریک اٹھی اس میں انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی مرزائیت کے خلاف تحریک میں پنجاب نے خاص طور سے بے پناہ قربانیاں دی تھیں اور صوبے کے دیہات، قصبات اور شہروں سے لاتعداد لوگوں کو حکومت نے گرفتار کر لیا تھا۔ لائل پور کی جامع مسجد میں ضلع کے ہزاروں لوگ گرفتاریاں پیش کرنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ ایک دن لاہور سے میں اور مولانا محمد حنیف ندوی لائل پور گئے اور جامع مسجد میں حاضری دی تو وہاں مولانا علی محمد صمصام اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی موجود تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی اور کافی دیر ان سے تحریک کے بارے میں سلسلۂ گفتگو جاری رہا۔ شام کو ہم لاہور واپس آ گئے۔ اس وقت مولانا عبید اللہ احرار گرفتار تھے اور اپنے متعدد رفقائے کرام کے ساتھ لائل پور کی جیل میں قید تھے۔

ایک روز میں ان سے ملاقات کے لیے گیا تو ملاقات کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ جیل کی ڈیوڑھی میں جیل کے عملے سے بات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ کسی قیدی سے ملاقات کرانا اب ہمارے اختیار میں نہیں، البتہ سپرنٹنڈنٹ جیل ملاقات کرا سکتا ہے...... وہ شریف آدمی ہے اور قیدیوں کا ہمدرد ہے۔ آپ ان سے ملیے، وہ ملاقات کرا دے گا۔ ان لوگوں نے مجھے جیل کے سپرنٹنڈنٹ کا مکان بتایا اور میں اس سے ملا۔ وہ واقعی بہت شریف آدمی تھا۔ بڑے احترام سے ملا اور پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کیا کرتے ہو......؟ میں نے بتایا کہ لاہور سے آیا ہوں اور ایک اخبار میں کام کرتا ہوں۔ اس نے مجھے پانی پلایا اور جیل کے اندر مولانا عبید اللہ احرار اور ان کے ساتھیوں کی بارک میں لے گیا اور کہا کہ ایک گھنٹے تک آدمی آئے گا اور آپ کو باہر لے آئے گا۔ اتنی دیر آپ ان سے باتیں کیجیے۔

وہاں مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف اور میرے جاننے والے متعدد حضرات موجود تھے۔ اس وقت یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر عبید اللہ احرار نے نعرہ لگایا ''وہ دیکھو! اسحاق بھی آ گیا۔'' مولانا عبید اللہ احرار کی وہی زندہ دلی، وہی خوش کن ادائیں اور وہی خوش طبعی اور لطیفہ بازی جیل میں بھی ان کے ساتھ تھی، جو ہمیشہ سے ان کا طرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امتیاز چلی آ رہی تھی۔ ان دنوں چک نمبر ۳۶ گ۔ب کے بہت سے لوگ اس تحریک میں گرفتار تھے اور جیل میں بند تھے۔ مولانا عبیداللہ احرار ان کی بارک میں بھی مجھے لے گئے اور ان سے ملاقات ہوئی۔

مولانا عبیداللہ احرار جماعت اہل حدیث کے مخلص ترین خادم تھے۔ جامعہ سلفیہ کے قیام اور اس کی تعمیر میں انھوں نے بے حد خدمات سرانجام دیں۔ وہ جامعہ کے بانی رکن تھے اور ہر طبقے میں اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ اس لیے مولانا غزنوی کی تجویز سے انھیں جامعہ کے ناظم تعمیرات بنایا گیا تھا اور اس کی تعمیر میں انھوں نے جو بھاگ دوڑ کی، اس کا اللہ تعالیٰ ہی انھیں اجر عطا فرمانے والا ہے۔ وہ بالکل ابتدائی کام تھا اور دن رات کا کام تھا۔ مزدوروں اور معماروں سے رابطہ رکھنا اور ان سے کام لینا، تعمیر کے لیے لوگوں سے چندے کی اپیل کرنا، اینٹیں، بجری، سریا اور سیمنٹ وغیرہ کے حصول کے لیے مختلف مقامات میں آمدورفت، یہ تمام کام انتہائی ذمہ دارانہ اور بے حد محنت طلب تھے۔ انھوں نے اپنے ذاتی کام پر جامعہ اور جماعت کی خدمت کو ترجیح دی اور کثرتِ کار کی وجہ سے ان کی مضبوط جسمانی صحت کا ڈھانچا ہل گیا اور انھیں شوگر کا مرض لاحق ہوگیا۔ لیکن انھوں نے ہمت نہیں ہاری اور عمل و حرکت کا سلسلہ بہ دستور جاری رکھا۔

وہ پاکستان کی مجلس احرار کے صدر بھی تھے۔ یہ ذمہ داری بھی وقت اور محنت کی طالب تھی۔ اس میں بھی وہ تندہی سے مصروف رہے۔ پھر شہر کی سماجی انجمنوں میں بھی ان کا عمل دخل تھا۔ اس ضمن میں پبلک جلسوں میں ان کی تقریروں کا سلسلہ بھی چلتا تھا۔ ان کی سب سے زیادہ مساعی جماعت اور جامعہ کے لیے وقف تھیں۔ اس تگ و تاز میں ان کے پاؤں زخمی ہو گئے اور بیماری نے پوری طرح انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ نوعیت یہاں تک پہنچی کہ علاج معالجے کے تمام دروازے بند ہو گئے۔ بالآخر ۲۰۔ فروری ۱۹۷۵ء (۹۔ صفر ۱۳۹۵ھ) کو جمعرات کے دن ۳ بجے دوپہر، ۷۵ برس کی عمر پا کر وہ مردِ باہمت تمام جھمیلوں سے آزاد ہو کر راہیٔ ملک بقا ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرے دن نمازِ جمعہ کے بعد ان کا جنازہ مولانا عبداللہ لائل پوری نے پڑھایا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس میں ضلع اور شہر فیصل آباد، سیالکوٹ، گوجراں والا ، چنیوٹ ، سرگودھا، لاہور، قصور، ملتان، خانیوال، ساہیوال، اوکاڑہ، جھنگ وغیرہ بلا دوقصبات کے بے شمار لوگوں نے شرکت کی۔ دور ونزدیک سے سیکڑوں احرار قائدین وارکان نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے۔ شہر کی تمام سیاسی، مذہبی اور سماجی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شریک جنازہ تھے اور سب ان کے کارناموں کے مداح اور ان کے لیے دعاے مغفرت کر رہے تھے۔

مولانا عبید اللہ احرار کی گوناگوں خدمات کی بنا پر ہم عاجز بندوں کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی ہوگی اور وہ جنت الفردوس میں شاداں و فرحاں ہوں گے۔ وفات کے وقت مولانا عبید اللہ احرار کے تین بیٹے تھے۔ بڑے سیف اللہ احرار تھے جو والد کی وفات سے کچھ عرصہ بعد وفات پا گئے تھے۔ ان سے چھوٹے محمد توقیر اور محمد طاہر ہیں، جو کاروبار کرتے ہیں اور ملنسار اور خوش اخلاق ہیں۔ اپنے باپ سے تعلق رکھنے والوں کا انتہائی احترام کرتے ہیں۔ وضع قطع اور دین داری میں اپنے بزرگوں کی خوب صورت نشانی ہیں۔ مولانا عبید اللہ احرار کے نواسوں میں ایک نواسے کا نام ڈاکٹر محمد نوید ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس خاندان کے تمام افراد وارکان کو خوش رکھے اور اپنے نیک بخت اسلاف کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین یارب العالمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بارھواں باب

سنگ بنیاد رکھنے والے حضرات

ہم طویل عرصے تک یہ سنتے رہے کہ جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد شیخین نے رکھا......! شیخین سے ان کی مراد حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی تھے۔ یہ بات تقریروں میں بھی کہی جاتی رہی اور بعض جماعتی اخباروں میں بھی چھپتی رہی۔ جامعہ کے بانیوں میں میاں فضل حق مرحوم کا نام بھی آتا رہا۔ یہ ان بزرگانِ دین کا ارشادِ گرامی تھا جو بزعمِ خویش اپنے آپ کو جماعت اور جامعہ کے مالک سمجھتے ہیں۔ یہی باتیں ہم نے جامعہ سلفیہ کے صدر دروازے پر جلی حروف میں لکھی ہوئی دیکھیں۔ جنھوں نے جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کے لیے محنتیں کیں ان کا دور دور تک کہیں نام ونشان نظر نہیں آتا۔ تاریخ میں غلط بیانی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ جس کا جس کام میں جو حصہ ہے، اسے وہ حصہ فراخ دلی سے دینا چاہیے۔ اہل حدیث کو تو خاص طور پر اس باب میں انتہائی احتیاط کا ثبوت بہم پہنچانا چاہیے۔ ہر شخص بے خبر نہیں ہوتا، کسی نہ کسی وقت کوئی نہ کوئی شخص اصل حقیقت واضح کر دیتا ہے۔ ہمیشہ غلط بیانی نہیں چل سکتی۔ چناں چہ اس فقیر نے اپنے بعض مضامین میں اصل حقیقت واضح کی اور اپنی کتاب ''میاں فضل حق اور ان کی جماعتی خدمات'' میں تفصیلات بیان کیں تو ان حضرات کا لہجہ بدلا اور کسی حد تک قرین صواب بات زبان پر آئی۔ لیکن سنگِ بنیاد کی صحیح تاریخ کا غالباً اب بھی ان مالکانِ جماعت اور سرپرستانِ جامعہ میں سے کسی کو علم نہیں۔ یہ سطور ۳۰۔ اپریل ۲۰۰۵ء کو لکھی جا رہی ہیں۔ جماعت کے انھی دنوں کے ایک ہفت روزے میں جماعت کی ایک میٹنگ کی کارروائی چھپی ہے، جو جامعہ سلفیہ میں ہوئی۔ اس میں بعض اونچے منصب کے حامل حضرات نے سنگِ بنیاد کی تاریخ بار بار ۵۔ اپریل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۵۵ء ارشاد فرمائی۔ انھیں کون سمجھائے کہ جس جماعت کے یہ حضرات منصب دار ہیں اور جس تعلیمی اور تدریسی ادارے کو یہ بلاشرکت غیرے اپنا ادارہ قرار دیتے ہیں، اس کی تاریخ کا تو ان کو تھوڑا بہت علم ہونا چاہیے۔ یہ صرف پچاس برس پہلے کی بات ہے اور اس میں شرکت کرنے والے لوگ ابھی اللہ کے فضل سے موجود ہیں۔ جب اتنی تھوڑی مدت کی باتوں کا ان بزرگانِ جماعت کو علم نہیں تو اس سے زیادہ عرصہ پہلے کی باتوں کا انھیں کس طرح علم ہوسکتا ہے اور وہ باتیں یہ لوگ بیان فرمائیں گے تو ان کی صحت و عدم صحت کے متعلق ان پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے......؟ سنیے! نوٹ فرما لیجیے اور پھر کسی کا حوالہ دیے بغیر بوقت ضرورت اپنی طرف سے جلسوں اور میٹنگوں میں اس کا تذکرہ فرماتے رہیے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی تیسری سالانہ کانفرنس بروز اتوار اور پیر ۳،۴/ اپریل ۱۹۵۵ء (۹، ۱۰ شعبان ۱۳۷۴ھ) کو لائل پور کے عید باغ میں بصدارت مولانا اسماعیل غزنوی منعقد ہوئی تھی۔ صدر استقبالیہ مولانا محمد صدیق لائل پوری تھے۔ جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد ۴- اپریل ۱۹۵۵ء کو رکھا گیا تھا، یعنی کانفرنس کے دوسرے دن جو اس کا آخری دن تھا۔ اس موقعے پر جماعت کے بہت سے علمائے کرام، متعدد زعمائے ذی احترام، مختلف مدارس کے مدرسین اور شیوخ الحدیث تشریف فرما تھے۔ لائل پور کے اخباری نمائندے بھی موجود تھے۔ وہاں کے روزنامہ ''اعلان'' اور ہفت روزہ ''المنیر'' کے خاص نمبر شائع ہوئے تھے۔ ''المنیر'' بعد ازاں ''المنبر'' ہوا۔ یہ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کا اخبار تھا۔ مولانا ممدوح اس وقت جماعت اسلامی میں شامل تھے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد جماعت اسلامی سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ دیگر اخباروں میں بھی تفصیل کے ساتھ یہ خبر چھپی تھی۔ لاہور کے اخبارات نے بھی اس موقعے کی کارروائی شائع کی تھی۔

جماعتی باتیں نہایت احتیاط سے کرنی چاہئیں۔ واقعات سے ہٹ کر بات کرنا ثقاہت کے خلاف اور منصب داری کے تقاضوں کے منافی ہے۔ یہ لوگ بارہ تیرہ سو سال پہلے کے بعض راویانِ حدیث کو تو سہو و نسیان اور عدمِ احتیاط وغیرہ کے الزام میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناقابلِ اعتماد قرار دیتے ہیں اور خود چند برس پہلے کی موٹی موٹی اور مشہور باتیں جو انہی سے تعلق رکھتی ہیں، ذہن میں محفوظ نہیں رکھ سکتے اور بلا تحقیق جو جی میں آئے کہتے رہتے ہیں۔

ذیل میں اختصار کے ساتھ ان حضرات کا ترتیب وار تذکرہ کیا جاتا ہے، جنھوں نے جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔

میر حکیم نور الدین

جامعہ سلفیہ کی پہلی اینٹ میر حکیم نور الدین نے رکھی۔ اب چند الفاظ میں ان کے حالات پڑھیے۔ لائل پور کی جماعت اہل حدیث کے سب سے قدیم رکن میر حکیم نور الدین مرحوم تھے، جو ۱۸۵۸ء کے پس و پیش ضلع گجرات کے قصبے جلال پور جٹاں میں پیدا ہوئے۔ ان کے ابتدائی حالات کا علم نہیں ہو سکا۔ لائل پور کی بنیاد ۱۸۹۲ء میں پنجاب کے گورنر لائل نے رکھی تھی۔ اسی سال حکیم نور الدین سرکاری طبیب کی حیثیت سے لائل پور آئے۔ وہ عالم دین اور بہت اچھے طبیب تھے اور اولین اہل حدیث تھے جو لائل پور میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر تینتیس چونتیس سال کی تھی۔ بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ لمبا قد، گورا رنگ، چوڑا سینہ، مضبوط جسم، آنکھوں پر نظر کی عینک۔ اس شہر میں انھوں نے بھرپور زندگی گزاری۔

۱۹۰۴ء میں لائل پور کی میونسپل کمیٹی بنی تو حکیم نور الدین کو شہر کی صفائی کا انسپکٹر بنا دیا گیا۔ انگریزی حکومت کے اہل کار ان کی کارگزاری اور حسن انتظام سے اتنے خوش ہوئے کہ انھیں اس خدمت کے صلے میں سرکار کی طرف سے لائل پور کے نواحی قصبے چک جھمرہ میں دو مربعے (یعنی پچاس ایکڑ) زمین دی گئی۔

پھر حالات نے پلٹا کھایا اور حکیم نور الدین صاحب ملازمت چھوڑ کر سیاست کی پُرخار وادی میں داخل ہو گئے اور ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت میں حصہ لینے کی پاداش میں ان کی زمین ضبط کر لی گئی اور ڈیڑھ سال قید کی سزا سنا کر انھیں جیل بھیج دیا گیا۔ سیاسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیدی کے طور پر لائل پور جیل میں قید ہونے والے یہ پہلے شخص اور پہلے مسلمان اور پہلے اہل حدیث تھے۔ پھر ۱۹۳۰ء میں گرفتار کیے گئے اور ایک سال کی قید ہوئی۔ ان کے بہت سے سیاسی واقعات ہیں اور سب واقعات حیرت انگیز ہیں۔

حکیم نورالدین پہلے شخص ہیں جنھوں نے لائل پور کے منشی محلے میں ایک چھوٹی سی مسجد بنا کر درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا، جو پچاس سال جاری رہا۔ انھوں نے اس شہر میں انجمن اہل حدیث قائم کی۔ امین پور بازار میں اہل حدیث کی پہلی جامع مسجد کی تعمیر میں تندہی سے حصہ لیا۔ تین ارکانِ انجمن نے بالخصوص اپنی تمام کوششیں تعمیر مسجد کے لیے وقف کر دیں، وہ تھے حکیم نورالدین، مولانا عبدالواحد اور صوفی احسان الحق۔ یہ تینوں اس فقیر کے مہربان تھے۔

حکیم صاحب پہلے شخص ہیں، جنھوں نے لائل پور میں اپنے چند رفقا کی معیت میں اہل حدیث کے تبلیغی جلسوں کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔ انھوں نے اس شہر میں انجمن اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور اس انجمن کے ماتحت لڑکیوں کا مڈل سکول اور لڑکوں کا ہائی سکول بنایا۔ انھوں نے اس شہر میں مسلم یتیم خانہ قائم کیا۔ وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے اس شہر میں جامع مسجد تعمیر کرنے کی تحریک کی اور ان کی تحریک کے نتیجے میں کچہری بازار میں جامع مسجد تعمیر ہوئی۔ انھوں نے انگریزی حکومت کے خلاف کانگریس، مجلس خلافت اور مجلس احرار کی طرف سے ضلع اور شہر لائل پور کی تمام تحریکوں میں قائدانہ کردار ادا کیا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور دیگر اکابر اہل حدیث لائل پور تشریف لے جاتے تو حکیم نورالدین صاحب کے مکان پر قیام فرماتے ...... متحدہ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے سیاسی رہنما ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دوسرے قائدین لائل پور کا عزم فرماتے تو حکیم صاحب کا مکان ان کی قیام گاہ ہوتا ...... ضلع اور شہر کے ہر مذہب و مسلک کے لوگ ان کی تکریم کو ضروری قرار دیتے۔ اس ذی مرتبت شخصیت نے تقریباً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک سو دو سال عمر پا کر ۱۱ جون ۱۹۶۰ء کو صبح سات بجے سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(میر حکیم نور الدین کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''کاروانِ سلف'، از صفحہ ۱۳۵ تا ۱۵۱۔ شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

صوفی عبداللہ مرحوم

دوسرے بزرگ جنھوں نے جامعہ سلفیہ کی دوسری اینٹ رکھی جامعہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا اور ماموں کانجن کے بانی صوفی عبداللہ مرحوم ومغفور تھے۔ والدین نے ان کا نام سلطان رکھا تھا۔ وہ وزیر آباد (ضلع گوجراں والا) میں پیدا ہوئے۔ آغاز جوانی ہی میں مولانا فضل الٰہی کی جہادی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر چمرکنڈ کی جماعت مجاہدین سے وابستہ ہو گئے تھے اور وہاں ان کا عرفی نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ بعد ازاں انھوں نے صوفی عبداللہ کے نام سے شہرت پائی۔ طویل عرصے تک مجاہدین کے ساتھ رہے اور اس جماعت میں انھوں نے بہت کام کیا۔ ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ وہ چک نمبر ۴۹۳ گ۔ب اوڈاں والا آ گئے تھے۔ یہاں انھوں نے پہلے محدود پیمانے پر بچوں کے لیے درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ پھر ۱۹۳۲ء میں باقاعدہ طور سے مدرسہ تعلیم الاسلام کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی، جس میں متعدد مشاہیر علمائے عظام نے تدریسی خدمات سر انجام دیں۔ اس سے کئی سال بعد انھوں نے ماموں کانجن میں بہت بڑی عمارت بنوائی اور وہاں جامعہ تعلیم الاسلام کے نام سے وسیع پیمانے پر سلسلۂ تدریس کا اجرا کیا۔ وہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ بلند ہمت، جفاکش، دور اندیش۔ ان کا حلقہ ارادت پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا۔

علما و طلبا اور عام لوگوں میں انھیں بے حد توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ بھی سب کا اکرام کرتے تھے۔ ان کے قائم کردہ دارالعلوم (اوڈاں والا اور ماموں کانجن) میں بے شمار علما و طلبا نے تعلیم حاصل کی، جنھوں نے آگے چل کر لا تعداد تشنگانِ علوم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمی پیاس بجھانے کا اہتمام کیا۔ صوفی عبداللہ صاحب نے ۲۸۔ اپریل ۱۹۷۵ء (۱۳۔ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ) کو وفات پائی اور انھیں اپنے قائم کردہ دارالعلوم (ماموں کانجن) کے احاطے میں دفن کیا گیا۔

(ان کے مفصل حالات میں نے ایک مستقل کتاب میں بیان کیے ہیں، جو ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے۔)

میاں محمد باقر

تیسرے بزرگ جنھوں نے جامعہ سلفیہ کی تیسری بنیادی اینٹ رکھی، میاں محمد باقر تھے۔ میاں صاحب طور برادری کے فرد تھے۔ تقریباً ۱۸۹۵ء میں موضع چک نمبر ۴۲۷ گ۔ب جھوک دادو (تحصیل تاندلیاں والا ضلع فیصل آباد) میں پیدا ہوئے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے تلمیذِ رشید تھے اور حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے تعلیمی فیض کے علاوہ روحانی فیض بھی حاصل کیا...... ان دونوں بزرگان ذی شان کی صحبت و تربیت کے اثرات ان کے قلب و ذہن پر مرتسم تھے، جن کا اظہار ان کے عمل وقول سے ہر آن ہوتا رہتا تھا۔ بات چیت میں محبتِ الٰہی کی چاشنی ہویدا اور اتباعِ سنت کا جذبہ موجزن۔ لبوں پر تبسم اور آنکھوں میں حیا کا غلبہ۔ قرآن و حدیث کی تدریس سے خاص شغف۔ انھیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس دبلے پتلے اور منحنی سے وجود کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت ومحبت کے لیے خاص کر لیا ہے۔ اپنے گاؤں میں مدرسہ خادم القرآن والحدیث قائم کیا، جس میں مختلف اوقات میں متعدد علمائے کرام فریضہ تدریس سرانجام دیتے رہے۔

اس کے علاوہ انھوں نے مدرسۃ البنات جاری کیا، جس کی وہ خود نگرانی فرماتے تھے۔ اس مدرسے میں صرف ونحو کے علاوہ تفسیر قرآن اور صحاح ستہ تک لڑکیوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ مدرسہ اچھے خاصے رقبے میں پھیلا ہوا ہے اور اس میں لڑکیوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔اپریل ۱۹۵۵ء کو جامعہ سلفیہ کے حجر اساسی کی تنصیب کے لیے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم نے خاص طور پر ان سے درخواست کی تھی۔

میاں محمد باقر صاحب نے ۱۱۔جون ۱۹۷۷ء (۲۲۔جمادی الاخری ۱۳۹۷ھ) کو شب کے گیارہ بجے جنت کی راہ لی۔ اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وادخله جنة الفردوس۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر فرمائی، جس میں اہل حدیث کی تاریخ اور برصغیر میں ان کی تدریسی، تصنیفی اور سیاسی سرگرمیوں کا موثر ترین انداز میں تذکرہ فرمایا۔ پھر مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے طویل دعا فرمائی۔ ان دونوں حضرات کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے اس فقیر کی کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'')

جامعہ سلفیہ کے حجر اساسی کی تنصیب اور دعا کے وقت ایک اور بزرگ بھی تشریف فرما تھے جو نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے۔ یہ بزرگ اپنی تقویٰ شعاری اور انابت الی اللہ میں پوری جماعت میں بے حد قدر و منزلت کے حامل تھے۔ ان کا اسم گرامی تھا ''سید مولا بخش کوموی''۔ ان کا قدیم وطن ''کوم کلاں'' تھا جو ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) کا مشہور قصبہ تھا۔ آزادیٔ برصغیر کے بعد ترکِ وطن کر کے ٹوبہ ٹیک سنگھ آ گئے تھے، جو اس وقت ضلع لائل پور کی ایک تحصیل تھا۔ اب کئی سال سے اسے ضلع بنا دیا گیا ہے۔ سید مولا بخش کوموی نے ۱۲۔مئی ۱۹۷۵ء کو وفات پائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں باب

میاں فضل حق

متحدہ پنجاب کے ضلع امرتسر میں بہت سے نیک اطوار اور خوش کردار لوگ پیدا ہوئے، جنھوں نے اپنے اپنے انداز میں حالات کے مطابق دین کی بے حد خدمت کی۔ ان لوگوں میں ایک بزرگ میاں حسن محمد تھے، جو ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتارن کے ایک گاؤں ''رعیہ'' کے رہنے والے تھے۔ اپنے علاقے میں اچھی شہرت کے مالک تھے۔ صحیح معنوں میں خادم دین تھے اور علما کے قدردان۔ ۱۹۴۳ء کے پس و پیش اپنے گاؤں رعیہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے۔

میاں فضل حق انہی میاں حسن محمد کے فرزند دلبند تھے، جو ۱۹۲۰ء کے قریب اپنے آبائی گاؤں موضع رعیہ میں پیدا ہوئے اور گھر میں کچھ تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا عبداللہ صاحب کی خدمت میں حاضری دی۔ مولانا عبداللہ صاحب کا سلسلہ درس ضلع امرتسر کے ایک قصبے ''ویرووال افغاناں'' میں جاری تھا اور وہ مولانا عبداللہ ویرووالوی کی نسبت سے مشہور تھے۔ تقسیم ملک کے بعد لائل پور (موجودہ فیصل آباد) آ گئے تھے۔ اس شہر میں انھوں نے ''دارالقرآن والحدیث'' کے نام سے دارالعلوم قائم کیا، جس میں بے شمار علما و طلبا نے تحصیل علم کی۔ مولانا عبداللہ ویرووالوی ۲۔ فروری ۱۹۹۱ء (۱۶ رجب ۱۴۱۱ھ) کو فیصل آباد میں فوت ہوئے۔ میاں فضل حق انہی مولانا عبداللہ ویرووالوی کے شاگرد تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد میاں فضل حق اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان آئے اور کاروبار شروع کیا۔ اس کے ساتھ دین کی خدمت میں بھی مصروف رہے۔ چنانچہ حافظ آباد میں مدرسہ جاری کیا اور بہت سے طلبا اس مدرسے کے فاضل اساتذہ سے مستفید ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے میاں صاحب کو پہلی دفعہ اپریل ۱۹۵۵ء میں لائل پور کانفرنس کے موقعے پر دیکھا تھا۔ پورا قد، متناسب الاعضا، گندمی رنگ، گول چہرے پر سرخی کی لہریں، پینتیس چھتیس سال کی جوان عمر، ناک نقشہ خوب صورتی کا آئینہ دار۔ دیکھنے میں متانت و سنجیدگی کے پیکر، سر پر قراقلی ٹوپی۔ سفید شلوار قمیص اور میاں والی انداز کی پیچھے سے کٹ والی شیروانی زیب تن۔ پوری سیاہ داڑھی۔ چہرے بشرے پر صالحیت کے آثار نمایاں۔ یہ تھے اس دور کے میاں فضل حق۔

ان کا تعلق حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم سے تھا اور میں نے انھی سے پوچھا تھا کہ یہ کون صاحب ہیں......؟ انھوں نے بتایا کہ ان کا نام میاں فضل حق ہے۔ کاروبار کرتے ہیں اور حافظ آباد رہتے ہیں۔ اس وقت میاں صاحب جمعیت اہل حدیث کی مجلس شوریٰ کے رکن نہیں تھے۔ لائل پور میں کانفرنس کے دنوں میں مجلس شوریٰ کے دو اجلاس ہوئے تھے، وہ کسی اجلاس میں شامل نہیں تھے۔

اس سے ڈیڑھ سال بعد ۱۲، ۱۳، ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو گوجراں والا میں علامہ خلیل عرب کے زیر صدارت مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی چوتھی سالانہ کانفرنس ہوئی تو اس میں میاں صاحب کو دوسری دفعہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اس وقت بھی میاں صاحب جمعیت اہل حدیث کی مجلس شوریٰ کے رکن نہیں تھے۔ اب تو مجھے معلوم نہیں کیا صورت حال ہے، اس زمانے میں مرکزی جمعیت کے آئین کے مطابق صدر جمعیت کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کے لیے دس آدمیوں کو اجازت نامے دینے کا اختیار حاصل تھا، لیکن شرط یہ تھی کہ وہ دس آدمی نہ مجلس شوریٰ میں تقریر کر سکتے ہیں اور نہ کوئی رائے دے سکتے ہیں، صرف اجلاس میں شریک ہو سکتے اور اس کی کارروائی سن سکتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی سے میاں صاحب کے اچھے تعلقات تھے، ان کی سفارش پر صدر جمعیت مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے میاں فضل حق کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کا اجازت نامہ دیا اور وہ شوریٰ کے اجلاس میں شریک ہوئے، جو گوجراں والا کانفرنس کے موقعے پر منعقد ہوا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گوجراں والا کانفرنس کے بعد یا یوں کہیے کہ جامعہ سلفیہ کے قیام کے ڈیڑھ سال بعد میاں فضل حق صاحب مرکزی جمعیت میں شامل ہوئے اور پھر انھوں نے جمعیت اور جامعہ سلفیہ کی مالی اعتبار سے بے حد خدمت کی۔ مرکزی جمعیت میں بالخصوص جامعہ سلفیہ کے سلسلے میں وہ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم کے قریب تر تھے۔ لیکن وہ جامعہ سلفیہ کے بانیوں میں سے نہیں تھے۔ انھیں جامعہ کے بانی حضرات میں شامل کرنا تاریخ کے ساتھ بے انصافی ہے، جو ایک مذہبی اور دینی جماعت کی شان کے خلاف ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث اور جامعہ سلفیہ کی جو خدمت میاں صاحب اور ان کے خاندان نے کی، وہ اور کسی نے نہیں کی۔ لاہور کے راوی روڈ پر مرکزی جمعیت کے دفتر کے لیے چودہ پندرہ کنال جگہ انھوں نے اپنی گرہ سے رقم دے کر خریدی، اس میں جدید تعمیر کا سلسلہ بھی انہی نے شروع کیا۔ جامعہ سلفیہ کے لیے بہت سی رقوم ان کی کوشش سے جمع ہوئیں۔ جماعت کی مالی مدد کے لیے وہ کھلا دل اور فراخ حوصلہ رکھتے تھے۔ میرا گمان ہے کہ ان کے بیٹوں (میاں عطاء الرحمٰن طارق اور میاں نعیم الرحمٰن طاہر) میں بھی یہ اوصاف موجود ہیں اور یہ اوصاف انھیں کشادہ دست باپ سے ورثے میں ملے ہیں۔

جامعہ سلفیہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قائم کردہ تعلیمی ادارہ تھا، لیکن اس کے ابتدائے قیام ہی سے ایک مستقل کمیٹی (جسے جامعہ سلفیہ کمیٹی کہا جاتا تھا) اس کے مختلف معاملات سر انجام دیتی اور اس کی نگرانی کرتی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور ناظم مولانا محمد اسماعیل سلفی تھے اور ارکان تھے مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، میاں فضل حق، مولانا محمد صدیق، حاجی محمد اسحاق حنیف، مولانا عبید اللہ احرار اور میاں عبدالمجید۔ مختلف اوقات میں بعض دیگر حضرات کو بھی اس کا رکن بنایا گیا جن میں شیخ عنایت اللہ اور حاجی محمد یوسف شامل تھے۔

۱۹۶۱ء میں میاں فضل حق کو اس کمیٹی کا صدر بنایا گیا۔ میاں صاحب نے یہ قابل تحسین کام کیا کہ جامعہ سلفیہ ٹرسٹ قائم کر دیا۔ میاں صاحب نے ۱۲۔ جنوری ۱۹۹۶ء کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفات پائی۔ یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ ان پر دل کا حملہ ہوا اور رات کے دس بجے ان کا انتقال ہو گیا۔

میاں صاحب کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے میاں نعیم الرحمٰن طاہر کو جامعہ سلفیہ کا صدر بنایا گیا۔ وہ بڑی محنت اور توجہ سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ (میں نے میاں فضل حق مرحوم کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام ہے "میاں فضل حق اور ان کی خدمات" میاں صاحب کے مفصل حالات کے لیے اس کتاب سے رجوع کیجیے۔ مجھے کچھ عرصہ پیشتر جامعہ ملیہ دہلی کے ایک صاحب نے ٹیلی فون پر بتایا تھا کہ یہ کتاب ہندوستان میں بھی چھپ گئی ہے۔ اس لیے کہ اس میں برصغیر کی جماعت اہل حدیث کے بہت سے اہم واقعات ضبط تحریر میں آ گئے ہیں۔)

فیصل آباد کا اعزاز

جامعہ سلفیہ کے سلسلے میں فیصل آباد ضلع اور شہر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کے لیے زمین فیصل آباد کے دو ایک نیک خصلت بھائیوں کریم بخش اور امام الدین نے دی اور اسی شہر کے باشندے مولانا عبدالواحد کی معرفت دی۔ اس کا سنگ بنیاد ۴۔اپریل ۱۹۵۵ء کو فیصل آباد کے علی الترتیب تین بزرگوں حکیم نور الدین، صوفی عبداللہ اور میاں محمد باقر نے رکھا۔ اس کی تعمیر کے لیے کئی لاکھ اینٹ حاجی مولا بخش (مالک نشاط ٹیکسٹائل ملز فیصل آباد) نے دی۔ ناظم تعمیر اس شہر کے مولانا عبید اللہ احرار مقرر ہوئے اور انھوں نے اس کی تعمیر میں بے حد محنت کی۔ اس کے پہلے مہتمم اسی شہر کے مولانا محمد اسحاق چیمہ کو بنایا گیا۔ جامعہ کے اب تک کے دس شیوخ الحدیث میں سے پانچ کا تعلق اسی ضلع اور شہر سے ہے۔ وہ ہیں علی الترتیب حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا محمد صدیق، حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی اور حافظ عبدالعزیز علوی۔ قیام جامعہ کے ابتدائی دور میں فیصل آباد ضلع اور شہر کی دو شخصیتوں صوفی عبداللہ اور حکیم نور الدین نے (مولانا عبدالواحد مرحوم کی روایت کے مطابق) ستر اسی ہزار روپے جامعہ کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمع کیے جو اس کی تعمیر پر خرچ ہوئے۔ جامعہ کے موجودہ صدر (یا رئیس الجامعہ) میاں نعیم الرحمٰن طاہر کا بھی اچھا خاصا کاروبار فیصل آباد میں ہے۔ اس اعتبار سے یہ بھی فیصل آبادی ہوئے۔ یہ خود اور ان کے بڑے بھائی میاں عطاء الرحمٰن طارق جامعہ کے بفضل خدا بہت بڑے معاون ہیں اور ان کا تعاون ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ اس اعتبار سے یہ دونوں بھائی اپنے مخیرؒ والد میاں فضل حق مرحوم کے صحیح جانشین ہوئے۔ جامعہ سلفیہ ٹرسٹ کے ارکان کا تعلق بھی فیصل آباد سے ہے۔ ان سطور کا راقم عاجز بھی جس نے جماعت اور جامعہ کے سلسلے میں یہ معلومات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی ہیں اور کرتا رہا ہے، ضلع فیصل آباد سے تعلق رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چودھواں باب

ابتدائی دور کے مدرسین عالی مقام

جامعہ سلفیہ میں تدریس کا آغاز ۲۱ جون ۱۹۵۶ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام (شیش محل روڈ، لاہور) کی بلڈنگ میں ہوا تھا۔ اس وقت اس میں پانچ مدرسین عالی مقام نے سلسلہ تدریس کا آغاز فرمایا تھا۔ بہ الفاظ دیگر یہ جامعہ سلفیہ کے اولین استاذ تھے۔ ان کے اسمائے گرامی گزشتہ صفحات میں آ چکے ہیں۔ ذیل میں ان کے مختصر حالات بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱)......مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ

مولانا غزنوی نے علومِ قرآن کی تعلیم کی ذمے داری قبول فرمائی تھی۔ مولانا ممدوح جولائی ۱۸۹۵ء کے آخری ہفتے یا اگست ۱۸۹۵ء کے پہلے ہفتے میں بمقام امرتسر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی اور مولانا سید عبدالاول غزنوی سے حاصل کی۔ اردو اور حساب وغیرہ میں ان کے استاذ مولانا گل محمد تھے۔ پھر دہلی جا کر حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری اور بعض دیگر اساتذہ سے حصول علم کیا۔ مولانا غزنوی نے علمی اور سیاسی اعتبار سے بھرپور زندگی بسر کی۔ پیر کے روز ۱۶۔ دسمبر ۱۹۶۳ء کو صبح نو بجے حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پائی۔ دوسرے دن ۱۷ دسمبر کو انھیں لاہور میانی صاحب کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ (مولانا غزنوی کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'' از صفحہ ۱۱ تا ۱۲۲)

(۲)......مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

حضرت ممدوح نے جامعہ سلفیہ کے طلبا کو علوم اصول حدیث کی تدریس کا سلسلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروع فرمایا۔ مولانا محمد اسماعیل ضلع گوجرانوالا کی تحصیل وزیر آباد کے ایک گاؤں موضع ڈھونیکے میں ۱۸۹۷ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم مولانا محمد ابراہیم نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹے کی بہترین انداز میں تربیت کی اور ابتدائی تعلیم خود ہی دی۔ اس کے بعد وہ انھیں وزیر آباد حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت حافظ صاحب وزیر آبادی سے انھوں نے کچھ عرصہ استفادہ کیا۔ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کی اس زمانے میں بڑی شہرت تھی۔ مولانا سلفی کو وہاں کے بعض اساتذہ سے بھی مستفید ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ دہلی میں بھی انھوں نے حصولِ علم کیا۔ فارغ التحصیل ہو کر ۱۹۲۱ء میں گوجرانوالا کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطابت و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ مولانا ممدوح کی دینی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ۲۰۔ فروری ۱۹۶۸ء کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ (حضرت مولانا سلفی کے مفصل حالات کے لیے دیکھیے اس فقیر کی تصنیف "نقوش عظمت رفتہ" از صفحہ ۱۵۵۔ تا ۲۵۰)

(۳)......مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

گوجرانوالا کی سرزمین میں جن عظیم شخصیتوں نے جنم لیا اور آگے چل کر بے حد علمی و تحقیقی خدمات سرانجام دیں، ان کی فہرست میں مولانا محمد حنیف ندوی کا اسم گرامی جلی حروف میں مرقوم ہے۔ مولانا ممدوح جدید و قدیم کے ماہر اور قرآن و حدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ نہایت ذہین اور عالی فکر......! ان کا مولد گوجرانوالا ہے اور تاریخ ولادت ہے ۱۰ جون ۱۹۰۸ء۔ درس نظامی کی تکمیل حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی سے کی۔ پھر ۱۹۲۵ء میں ان کے مشورے سے لکھنؤ جا کر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا۔ وہاں کا نصاب پانچ سال میں مکمل کیا۔ قرآن مجید میں درجہ تخصص کا اعزاز بھی وہیں سے حاصل ہوا۔

۱۹۳۰ء میں علوم مروجہ اور ندوۃ العلماء کے نصاب سے فارغ ہوئے تو مسجد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبارک لاہور کی خطابت کے منصب پر فائز کیے گئے۔ وہاں روزانہ درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ تقریباً بیس سال یہ اہم خدمت انجام دیتے رہے۔ جماعت اہل حدیث کا اخبار ''الاعتصام'' جاری ہوا تو اس کی ادارت ان کے سپرد ہوئی۔ ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء کو ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ ہو گئے اور الاعتصام کا مدیر ان سطور کے راقم کو بنا دیا گیا، جو اس سے قبل اس کا مدیر معاون تھا۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ میں مولانا ندوی نے جو تصنیفی خدمات سرانجام دیں، وہ انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم و مغفور نے دارالدعوۃ السّلفیہ قائم کیا تو کچھ عرصے کے بعد اس کا منصب صدارت مولانا محمد حنیف کو پیش کیا گیا۔ مولانا ندوی نے ۱۲۔ جولائی ۱۹۸۷ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

مولانا ندوی کے تفصیلی حالات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ ہوں۔

① ...... ارمغانِ حنیف: مرتبہ محمد اسحاق بھٹی

② ...... قافلہ حدیث از صفحہ ۲۷۲ تا ۳۷۹: از محمد اسحاق بھٹی

③ ...... برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن: محمد اسحاق بھٹی

④ ...... ہفت روزہ الاعتصام: مولانا محمد حنیف ندوی نمبر

⑤ ...... تذکرہ علمائے اہل حدیث۔ حصہ دوم: مرتبہ پروفیسر یوسف سجاد

⑥ ...... تذکرہ علمائے پنجاب۔ حصہ دوم: پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر

(۴) ...... مولانا شریف اللہ خاں سواتی

سابق ریاست سوات کے ایک قصبے کا نامِ گرام (نیک سنچیل) ہے۔ وہاں پٹھانوں کا ایک قبیلہ یوسف زئی کے نام سے موسوم ہے۔ اس قصبے اور قبیلے میں بہت سے علمائے دین پیدا ہوئے۔ ان میں ایک عالم دین کا اسم گرامی مولانا فقیہ اللہ خاں تھا۔ مولانا شریف اللہ خاں سواتی انہی مولانا فقیہ اللہ خاں کے فرزند دلبند تھے۔ ان کا سالِ ولادت ۱۳۰۷ھ (۹۰۔۱۸۸۹ء) ہے۔ مولانا شریف اللہ خاں ابھی کم عمر تھے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والد مکرم (مولانا فقیہ اللہ خاں) وفات پا گئے۔ اس وقت مولانا شریف اللہ خاں کے ماموں مولانا حنیف اللہ خاں (سابق ریاست) دیر کے عہدۂ قضا پر متمکن تھے۔ وہ کم عمر شریف اللہ خاں کو اپنے پاس لے گئے اور خود درسی کتابیں پڑھائیں۔

۱۹۰۶ء (۱۳۲۴ھ) میں مولانا شریف اللہ خاں رام پور گئے اور وہاں کے مدرسہ عالیہ میں داخلہ لیا۔ اس مدرسے میں وہ نو سال تعلیم حاصل کرتے رہے اور سند فراغت حاصل کی۔ اس دور کے مدرسہ عالیہ کے ممتاز اساتذہ میں مولانا فضل حق رام پوری کا نام نامی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

رام پور کے مدرسہ عالیہ سے سندِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد مولانا شریف اللہ دیوبند گئے اور مولانا محمود حسن کے حلقۂ شاگردی میں شامل ہونے کی غرض سے تبرکاً ان سے دوبارہ صحیح بخاری پڑھی۔

علوم متداولہ کی تکمیل کر چکے تو تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے رام پور کے مدرسہ ارشاد العلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہے۔ پھر لکھنؤ کے نواح میں ''لاہر پور'' کے مدرسہ رکنیہ سے وابستگی اختیار کی۔ یہ مدرسہ رکن الدین نامی ایک بزرگ نے جاری کیا تھا، جو انہی کے نام سے منسوب ہوا۔ پانچ سال اس مدرسے سے منسلک رہے۔ پھر دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں مسجد فتح پوری کے مدرسہ عالیہ میں نائب صدر مدرس کی حیثیت سے تدریس کا آغاز کیا۔ بعد ازاں صدر مدرس کا منصب عطا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اہتمام کی ذمے داری بھی انہی کے سپرد ہوئی۔ قیامِ پاکستان تک اس مدرسے سے انسلاک رہا۔ اس اثنا میں بے شمار علما و طلبا نے ان سے استفادہ کیا۔ حضرت مولانا محمد جونا گڑھی دہلوی ان کے حلقہ شاگردی میں آئے اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے ان سے تفسیر بیضاوی پڑھی اور کتب احادیث میں سے جامع ترمذی کا درس لیا۔ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ اور بلاغت و معانی کی مطول بھی انہی سے پڑھیں۔ فتح پوری کی تدریس کے زمانے میں مولانا شریف اللہ خاں دہلی کے مدرسہ رحمانیہ میں بھی کچھ عرصہ طلبا کو پڑھاتے رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقسیم ملک کے بعد لاہور آ گئے۔ یہاں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی مسندِ تدریس پیش کی۔ یہ دارالعلوم امرتسر سے لاہور منتقل ہوا تھا۔

۴۔ اپریل ۱۹۵۵ء کو لائل پور میں جامعہ سلفیہ کی بنیاد رکھی گئی اور ۲۱۔ جون ۱۹۵۶ء کو عارضی طور سے اس کا آغاز لاہور میں ہوا تو مولانا شریف اللہ خاں کا تقرر علوم فقہیہ و کلامیہ کے مدرس کی حیثیت سے ہوا۔ پھر لائل پور میں جامعہ سلفیہ میں باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا تو مولانا ممدوح وہاں تشریف لے گئے۔ ۱۹۶۳ء کے آخر تک وہیں رہے۔ اسی دوران ان پر فالج کا حملہ ہوا تو لاہور آ گئے۔ دو سال صاحبِ فراش رہے اور سلسلۂ تدریس منقطع رہا۔ لاہور میں کچھ عرصہ جامعہ اشرفیہ میں بھی پڑھایا۔ مدرسہ نصرۃ الحق میں بھی کچھ مدت رہے۔ پھر جامعہ مدنیہ کے اصحاب انتظام نے ان کی خدمات حاصل کر لیں۔

حضرت مولانا شریف اللہ خاں سواتی کم و بیش ۶۶ سال خدمت تدریس میں مشغول رہے اور اس طویل مدت میں لاتعداد شائقینِ علم نے ان سے استفادہ کیا۔ ان کی وفات ۳۱۔ اگست ۱۹۷۹ء (۷شوال ۱۳۹۹ھ) کو ہوئی اور لاہور کے قبرستان میانی صاحب میں دفن کیے گئے۔ (ہفت روزہ ''الاعتصام مورخہ ۵، ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۷۹ء، ہفت روزہ ''آئین''، لاہور یکم نومبر ۱۹۷۹ء...... تذکرہ علمائے پنجاب مرتبہ ڈاکٹر پروفیسر سفیر اختر جلد اول صفحہ ۲۲۲، ۲۲۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پندرھواں باب

شیوخ الحدیث

جامعہ سلفیہ میں (جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا) تعلیم کا آغاز ۲۱ جون ۱۹۵۶ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) میں ہوا تھا۔ اس وقت پانچ مدرسین عالی قدر نے یہ سلسلہ شروع کیا تھا، لیکن ہم نے ذکر چار مدرسین کا کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو (جن کا ذکر نہیں کیا گیا) شیخ الحدیث کا منصب عطا کیا گیا تھا، اس لیے ذہن میں آیا کہ ان کا تذکرہ جامعہ سلفیہ کے شیوخ الحدیث کی فہرست میں کیا جائے۔ یہ سطور 14 اپریل 2006ء کو لکھی جا رہی ہیں۔ اس اثنا میں اب تک یعنی کم و بیش ۵۵ سال کے عرصے میں مختلف اوقات میں دس حضرات جامعہ سلفیہ کے منصب شیخ الحدیث پر متمکن ہوئے، جس کی تفصیل (بہ ترتیب تقرری اور بہ تعینِ سنین) حسب ذیل ہے۔

(۱)......مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتارن میں "بھوجیاں" ایک مشہور قصبہ تھا، جو اہل علم کا مرکز اور صالح لوگوں کا مسکن تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کی پیدائش ۱۹۰۹ء کے لگ بھگ اسی قصبے میں ہوئی اور یہیں انھوں نے تربیت پائی۔ والد کا اسم گرامی میاں صدر الدین حسن تھا، جو حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کے ارادت مند تھے۔ اس قصبے میں ایک جلیل القدر عالم مولانا فیض اللہ خاں صاحب فروکش تھے، جو علماے غزنویہ کے شاگرد اور مرید تھے۔ انھوں نے وہاں مدرسہ فیض الاسلام جاری کیا تھا، جس میں وہ خود اور ان کے بڑے بیٹے مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی طلبا کو پڑھاتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف نے قرآن مجید کا ترجمہ اور کچھ درسی کتابیں اسی مدرسے میں پڑھیں۔ فارسی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض کتابیں وہاں کے ایک بزرگ حاجی امان اللہ سے پڑھیں۔

مزید تعلیم کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی اور مولانا شرف الدین دہلوی سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں مختلف فنون کی کتابیں لکھوکے میں حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی سے پڑھیں۔ حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی اس زمانے میں اپنے آبائی مسکن گوندلاں والا میں فریضہ تدریس انجام دیتے تھے، مولانا ممدوح نے ان سے بھی مستفید ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح انھیں اپنے عہد کے عظیم القدر علما کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان سے شرف تلمذ کے مواقع میسر آئے۔

حصولِ تعلیم کے بعد گوجراں والا، کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) مرکز الاسلام (لکھوکے) فیروز پور، اوڈاں والا (ضلع فیصل آباد) گوندلاں والا، دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور، جامعہ سلفیہ (لاہور) میں فرائض تدریس انجام دیے۔ ان کی تصانیف میں التعلیقات السلفیہ (شرح نسائی) کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف جامعہ سلفیہ کے اولین شیخ الحدیث تھے اور یہ وہ زمانہ تھا، جب عارضی طور پر جامعہ میں تعلیم کا آغاز لاہور میں کیا گیا تھا اور اس کے مدرسین تھے مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی اور مولانا شریف اللہ خاں سواتی۔

مولانا عطاء اللہ حنیف نے ۲ اور ۳۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء کی درمیانی شب کو لاہور میں وفات پائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں انھیں دفن کیا گیا۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''نقوشِ عظمت رفتہ'' از صفحہ ۲۶۷ تا ۳۰۲، نیز دیکھیے ''الاعتصام'' کا مولانا عطاء اللہ حنیف نمبر مارچ ۲۰۰۵ء یہ نمبر تقریباً بارہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔)

یہاں یہ بھی عرض کرنے کو جی چاہتا ہے کہ مولانا عطاء اللہ صاحب غریب گھر میں پیدا ہوئے تھے اور ابھی عمر کی ابتدائی منزل میں تھے کہ والد وفات پا گئے۔ اب غربت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ساتھ وہ یتیم بھی تھے اور پھر وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس غریب اور یتیم کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ کے معاملات عجیب و غریب قسم کے ہیں، جنھیں ہم ظاہر بینوں کے لیے سمجھنا ممکن نہیں۔ بے شمار لوگوں کی زندگی کا آغاز غربت اور یتیمی کی حالت میں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و فضل کی عظیم دولت سے نوازا اور ان پر اس قدر اپنے کرم کی بارش فرمائی کہ عام حالات میں جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ غور فرمایئے ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ یتیم تھے کہ بارگاہِ خداوندی سے منصب نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ حضور ﷺ کے بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حالت یتیمی میں شعور کی منزل میں قدم رکھا اور مرتبہ صحابیت کو پہنچے۔ اسی طرح بہت سے محدثین عظام، شارحین حدیث اور فقہائے کرام نے یتیمی سے اٹھ کر مراتبِ بلند تک رسائی حاصل کی۔ یہ فہرست بہت طویل ہے۔ اس میں ماضی قریب کی صرف جماعت اہل حدیث کے چند افراد کو لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان یتیموں پر کس درجہ کرم فرمایا۔

① ...... ایک بہت بڑا نام حضرت نواب سید صدیق حسن خاں کا ہے، جو ابھی چھ برس کے بچے تھے کہ والد گرامی (سید اولاد حسن) نے اس عالم ناپائدار سے رخت سفر باندھا اور جنت کی راہ لی۔ نواب صاحب نے قرآن، حدیث، شروحِ حدیث، فقہ، تاریخ اور دیگر علوم سے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا اس سے ایک دنیا نے استفادہ کیا اور کر رہی ہے۔ حضرت نواب صاحب ۱۷۔ فروری ۱۸۹۰ء کو عازمِ فردوس ہوئے۔

② ...... حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری صرف سات برس کے تھے کہ والد (خضر جو) وفات پا گئے۔ چودھویں سال میں تھے کہ والدہ بھی فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا مرحوم کو اللہ عزوجل نے جو اعزاز بخشا، وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت مرحوم نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں وفات پائی۔

③ ...... حضرت حافظ محمد گوندلوی آٹھ سال پورے کر کے نویں سال میں داخل ہوئے تھے کہ والد (مولوی فضل الدین) پینتیس سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر اندازہ کیجیے کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو کس عظیم مرتبے پر پہنچایا۔ حضرت مرحوم ۴۔ جون ۱۹۸۵ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔

④...... حضرت مولانا محمد علی لکھوی متحدہ پنجاب کے بہت بڑے علمی خاندان کے رکن تھے۔ ابھی چار برس کے بچے تھے کہ والد محترم (حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی) نے ۱۵۔ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ (۱۰۔ مئی ۱۸۹۵ء) کو حالت سجدہ میں مسجد نبوی میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔ ان کے فرزندِ گرامی قدر مولانا محمد علی لکھوی کا شمار جلیل القدر علما میں ہوا۔ وہ طویل عرصے تک مسجد نبوی میں قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے۔ انھوں نے ۱۹۔ دسمبر ۱۹۷۳ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں ان کی تدفین ہوئی۔

⑤...... مولانا محمد حنیف ندوی کے والد مکرم (نور الدین) بھی انھیں یتیم ہی چھوڑ گئے تھے۔ مولانا ندوی نے قرآن و حدیث اور دیگر علوم پر جس خوب صورت انداز سے لکھا، اس میں اس صدی کا کوئی شخص ان کا ثانی نہیں۔ مولانا کی تاریخ وفات ۱۲۔ جولائی ۱۹۸۷ء ہے۔

⑥...... مولانا غلام رسول مہر گیارہ سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انھوں نے جو تصنیفی اور صحافتی خدمات سرانجام دیں، وہ اپنی جگہ خاص اہمیت کی حامل ہیں اور انفرادیت کی بھی۔ مولانا مرحوم نے ۱۶۔ نومبر ۱۹۷۱ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

⑦...... مولانا عبدالمجید سوہدروی گیارہ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ والد مکرم (مولانا عبدالحمید سوہدروی نے ۲۴۔ مئی ۱۹۲۱ء کو) وفات پائی۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے نواسے تھے۔ مولانا سوہدروی نے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھیں اور ہر موضوع پر لکھیں۔ انھوں نے ۶۔ نومبر ۱۹۵۹ء کو وفات پائی۔

⑧...... مولانا محمود احمد میرپوری کا شمار بھی اسی زمرے میں ہوتا ہے۔ انھوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹ اور ۱۰/ اکتوبر ۱۹۸۸ء کی درمیانی شب کو انگلستان کے شہر نیو کاسل سے بذریعہ کار برمنگھم آتے ہوئے ایک حادثے میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۴۸ برس کی تھی۔

⑨...... مولانا عبدالغفار حسن کی عمر ابھی چار سال کی تھی کہ والد، والدہ اور دادا سب فوت ہو گئے۔ دادی نے تربیت کی اور ان کا شمار ممتاز علماء میں ہوا۔ مولانا ممدوح ۲۰۔ جولائی ۱۹۱۳ء کو پیدا اور ۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء کو فوت ہوئے۔ ان کے صاحب زادگان ماشاء اللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ (مولانا ممدوح کے مفصل حالات اس فقیر نے اپنی ایک کتاب ''دبستانِ حدیث'' میں لکھے ہیں۔)

⑩...... ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری کا بھی تقریباً اسی قسم کا معاملہ ہے۔ انھوں نے بے حد تنگ دستی کے عالم میں تعلیم حاصل کی اور پھر برصغیر کے نامور مصنف و مؤلف کے طور پر شہرت پائی۔ (ڈاکٹر صاحب کے حالات کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب ''بزم ارجمنداں'' از صفحہ ۶۱۵ تا ۶۲۹)

⑪...... ہمارے دوست مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی کے والد بھی اپنے بچوں کو یتیم چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ لیکن مولانا عبدالرشید ہزاروی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا فرما دیے کہ وہ معروف مدرس، مشہور خطیب اور شیخ الحدیث کے طور پر متعارف ہوئے۔ (مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب ''سوانح صوفی عبداللہ'' میں کیا ہے۔ جو مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے۔ اپنی ایک اور تصنیف ''گلستانِ حدیث'' میں ان کے حالات زیادہ تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

یہ چند حضرات کے اسمائے گرامی ہیں، ان کے علاوہ اور بھی متعدد بزرگان دین ہیں، جنھوں نے یتیمی کی حالت میں زندگی کی ابتدا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے دین کی بے پناہ خدمت لی۔ ''غلامانِ اسلام'' کی طرح ''یتیمانِ اسلام'' بھی ہماری تاریخ کا ایک مستقل موضوع ہے، جس پر کسی ایسے صاحبِ قلم کو لکھنا چاہیے جو عربی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زبان سے آگاہ ہوں اور ان حضرات کی تصنیفی خدمات کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں۔ پھر اس باب میں صرف اہل حدیث کے علما کا ہی ذکر نہ کیا جائے، بلکہ کھلے دل سے دیگر مسالک کے اصحابِ علم اور ان کی علمی مساعی کو بھی اجاگر کیا جائے۔ اس قسم کے کاموں میں وسعت قلب سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تنگ ذہن، بخیل فکر اور کنجوس قلم لوگوں کا کام ہمیشہ ادھورا رہتا ہے۔ اس لیے کہ ان کی نظر اپنے حلقے کے چند افراد سے آگے نہیں بڑھ پائی۔

اسی طرح ایک موضوع اور ہے۔ وہ ہے ان حضرات کا تذکرہ جو پہلے غیر مسلم تھے، پھر اسلام قبول کیا اور مشہور علما میں گردانے گئے۔ مثلاً مولانا محمد سعید بنارسی، مولانا عبیداللہ مالیر کوٹلوی، مولانا عبیداللہ سندھی، ڈاکٹر ضیاء الدین اعظمی، مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی اور دیگر اصحاب علم۔ غربا و یتامیٰ کے بارے میں بات کچھ لمبی ہوگئی، تاہم میرا خیال ہے خالی از فائدہ نہیں ہے۔

(۲)......حضرت حافظ محمد گوندلوی

جامعہ سلفیہ کے دوسرے شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت حافظ صاحب کو اس وقت شیخ الحدیث بنایا گیا تھا، جب جامعہ کو لاہور سے لائل پور (فیصل آباد) منتقل کیا گیا۔ اس زمانے میں حضرت حافظ صاحب جامعہ اسلامیہ گوجراں والا کی مسند شیخ الحدیث پر فائز تھے اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کی درخواست پر انھوں نے جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث کا منصب قبول فرمایا تھا۔

حافظ صاحب ۲۷۔ جنوری ۱۸۹۸ء کو گوندلاں والا میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی مولوی فضل الدین تھا، جو نہایت پرہیزگار بزرگ تھے۔ ابھی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور صرف آٹھ سال کی عمر تھی کہ والدین عالم جوانی میں پینتیس سال کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔ حافظ صاحب کی والدہ محترمہ نے بچے کو تعلیم کے لیے امرتسر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ غزنویہ بھیج دیا۔ پھر دہلی چلے گئے۔ وہاں کے اساتذہ سے حصولِ علم کیا اور حکیم محمد اجمل خاں کے طبیہ کالج میں علم طب پڑھا۔ تحصیل علم کے بعد مختلف مدارس میں فریضہ تدریس انجام دیتے رہے۔ بے شمار علما وطلبا نے بیسویں صدی کے اس محدث کبیر سے استفادہ کیا۔ ۴۔ جون ۱۹۸۵ء کو عازمِ جنت الفردوس ہوئے۔ (تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'' از صفحہ ۱۲۳، تا ۱۵۳)

(۳)......مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی

جامعہ سلفیہ کے تیسرے شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی کو بنایا گیا تھا۔ حافظ صاحب کو درسیات پر عبور حاصل تھا اور فن تدریس میں ماہر کامل تھے۔ یکم مارچ ۱۹۰۹ء کو موضع بڈھیمال (تحصیل مکتسر ضلع فیروز پور) میں پیدا ہوئے۔ مختلف مشہور اساتذہ سے تحصیل علم کی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد متعدد بڑے بڑے دینی مدارس میں خدمت تدریس سرانجام دیتے رہے۔ لاتعداد طالبانِ علم ان کے دائرۂ شاگردی میں شامل ہونے کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے عمل کی نعمت بھی فراوانی سے عطا فرمائی تھی۔ حضرت حافظ صاحب کا سانحہ ارتحال ۹۔ مئی ۱۹۸۷ء کو پیش آیا۔ (مفصل حالات کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب ''قافلہ حدیث'' از صفحہ ۲۲۷ تا ۲۷۱)

(۴)......مولانا محمد عبدہ الفلاح

ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر میں ایک گاؤں کا نام ''وٹو'' تھا۔ اس گاؤں میں زیادہ تر آبادی پنجاب کی وٹو برادری کی تھی۔ اس لیے اس گاؤں کا نام ہی ''وٹو'' پڑ گیا تھا۔ مولانا محمد عبدہ الفلاح کا تعلق اسی برادری سے تھا اور یہی گاؤں ان کا مولد تھا۔ وہ جولائی ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ سرکاری سکول کی چند جماعتیں اپنے گاؤں میں پڑھیں۔ دینیات کی کچھ تعلیم بھی وہیں کے ایک صاحب علم سے حاصل کی۔ ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں بڈھیمال تھا، جو اہل علم کا مرکز تھا۔ وہاں کے بعض اساتذہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اخذ فیض کیا۔ ضلع فیروزپور میں ایک قصبہ کھپیاں والی کے نام سے موسوم تھا۔ وہاں ایک دینی دارالعلوم حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے شاگرد مولانا عبداللہ صاحب نے جاری کیا تھا، مولانا محمد عبدہ نے وہاں بھی حاضری دی اور درسِ نظامی کی چند کتابیں پڑھیں۔ تین سال دہلی کی مسجد فتح پوری کے مدرسے میں حصولِ علم میں مصروف رہے۔ گوجراں والا میں حضرت حافظ محمد گوندلوی سے صحیح بخاری اور بعض دیگر کتابیں پڑھیں۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد گوجراں والا، اوڈاں والا، دارالحدیث رحمانیہ (دہلی)، دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور)، جامعہ محمدیہ (اوکاڑہ)، جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن)، ادارہ علوم اثریہ (فیصل آباد) اور جامعہ سلفیہ میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

ترجمہ و تصنیف کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ امام راغب اصفہانی کی مبسوط کتاب ''مفردات القرآن'' کا اردو ترجمہ کیا۔ اشرف الحواشی ترتیب دیے اور چھوٹے چھوٹے کئی رسالے سپرد قلم کیے۔ متعدد رسائل و جرائد میں مقالات لکھے۔

تدریس کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ کچھ عرصہ جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں شیخ الحدیث کے منصب عالی پر متمکن رہے۔ (تفصیل کے لیے راقم کی کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' ملاحظہ فرمائیے۔)

(۵)...... پیر محمد یعقوب قریشی

۱۹۲۶ء میں بمقام چک حافظاں (تحصیل و ضلع جہلم) پیدا ہوئے۔ حصولِ علم کی ابتدا جہلم سے کی۔ بعد ازاں مدرسہ محمدیہ گوجراں والا اور مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا میں تحصیل علم کرتے رہے۔ سندِ فراغ اوڈاں والا سے لی اور وہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اساتذہ میں حضرت حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، حافظ محمد اسحاق حسینوی شامل ہیں۔ تدریس کا آغاز مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا سے کیا۔ اس کے علاوہ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں کافی عرصہ فریضہ تدریس انجام دیتے رہے۔ پھر کچھ مدت جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں شیخ الحدیث کا منصب ان کے سپرد رہا۔ بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ازاں سالہا سال مولانا حافظ عبدالغفور جہلمی کے قائم کردہ جامعۃ العلوم الاثریہ (جہلم) میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور وہیں ۲۰۔ جولائی ۲۰۰۳ء کو وفات پائی۔ اپنے پیچھے مستفیدین علما وطلبا کا وسیع حلقہ چھوڑا۔ مختلف شرعی مسائل سے متعلق فتوؤں کا کچھ ذخیرہ مسودات کی شکل میں موجود ہے۔ بعض درسی کتابوں کے حواشی قلم بند کیے جو ان کے گھر میں غیر مطبوعہ صورت میں پڑے ہیں۔

(۶)......مولانا سلطان محمود

حضرت مولانا سلطان محمود کا مسکن جلال پور پیر والا تھا۔ سال ولادت ۱۹۰۳ء کے پس وپیش ہے۔ نامور حضرات علما سے تعلیم حاصل کی۔ احمد پور شرقیہ میں مولانا عبدالحق ہاشمی مہاجر مکی اور ملتان میں حضرت مولانا عبدالتواب ملتانی سے کتب حدیث پڑھیں اور سند واجازۂ روایت سے مفتخر ہوئے۔ علما وطلبا کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ جامعہ سلفیہ میں شیخ الحدیث کی مسندِ عالی پر متمکن رہے۔ مولانا کا انتقال ۴۔ نومبر ۱۹۹۵ء کو ہوا۔ (تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب ''کاروانِ سلف'' از صفحہ ۴۱۱ تا ۴۴۱۔ ان کے حالات میں ''شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود'' کے نام سے مولانا محمد رفیق اثری شیخ الحدیث جلال پور پیر والا نے مفصل کتاب لکھی ہے۔ اہل علم کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔)

(۷)......حافظ ثناء اللہ مدنی

ہفت روزہ ''الاعتصام'' اور دیگر رسائل وجرائد میں مولانا حافظ ثناء اللہ خاں صاحب مدنی کے فتوے ہمارے مطالعے میں آتے ہیں اور دینی معلومات میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب فروری ۱۹۴۰ء میں ضلع قصور کے ایک گاؤں ''کلس'' میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم موضع سرہالی کلاں (ضلع قصور) میں حاصل کی۔ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ بعدازاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الشریعہ میں داخلہ لیا اور سندِ فراغت حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی اور ایم اے اسلامیات کے امتحانات دیے اور اول درجے میں کامیاب ہوئے۔

اساتذہ مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، حضرت علامہ حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا عبدالغفار حسن، سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز، علامہ ناصرالدین البانی، شیخ محمد امین شنقیطی، شیخ شیبۃ الحمد، شیخ عبدالمحسن العباد، شیخ حماد انصاری اور شیخ محمد بن ارمان علی۔

مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں سرہالی کلاں میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر اپنے استادِ مکرم حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کی جگہ جامعہ قدس اہل حدیث (لاہور) میں طلبا کو پڑھاتے رہے۔ لاہور جامعہ اسلامیہ (ماڈل ٹاؤن) میں بھی خدمت تدریس میں مصروف رہے۔ ۱۹۷۲ء میں سعودی حکومت کے مبعوث کی حیثیت سے جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں مدیر تعلیم اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ آج کل لاہور جامعہ اسلامیہ (ماڈل ٹاؤن، لاہور) میں شیخ الحدیث ہیں۔ درس حدیث میں تقریباً پچاس مرتبہ طلبا کو صحیح بخاری پڑھا چکے ہیں۔

حافظ ثناء اللہ مدنی کے فتووں کا ضخیم مجموعہ فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جائزۃ الاحوذی کے نام سے عربی میں جامع ترمذی کی شرح لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ عربی میں صحیح بخاری کی شرح لکھ رہے ہیں۔

جہاں تک اس فقیر کی معلومات کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و حلم، انکسار و تواضع اور تدین و تقویٰ کی نعمت سے خوب نوازا ہے۔

(۸)......مولانا محمد صدیق لائل پوری

منڈی تاندلیاں والا (ضلع فیصل آباد) کے قریب ایک گاؤں کا نام کرپالا ہے۔ ۴ فروری ۱۹۲۱ء کو مولانا محمد صدیق کی ولادت اس گاؤں میں ہوئی۔ خاندان کے لوگوں کا تعلق شیعیت سے تھا۔ چنانچہ والدین نے ان کا نام صادق علی رکھا۔ بعد ازاں مولانا محمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدیق نے شیعیت ترک کی اور اپنا نام خود ہی محمد صدیق رکھ لیا۔ دل میں حصولِ علم کا جذبہ ابھرا تو جھوک دادو (چک نمبر ۴۲۷ گ۔ب) میں میاں محمد باقر مرحوم کے قائم کردہ مدرسے میں پڑھنا شروع کیا۔ یہ گاؤں ان کے گاؤں سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ پھر حافظ عبداللہ بڈھیمالوی اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ مشہور مقرر اور مناظر تھے۔ شیعہ حضرات کے ساتھ ان کے مناظروں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار (فیصل آباد) میں طویل عرصے تک فریضہ خطابت سر انجام دیتے رہے۔ کچھ عرصہ جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کا منصبِ شیخ الحدیث ان کے سپرد رہا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب بزمِ ارجمنداں صفحہ ۴۹۱ تا صفحہ ۵۰۱)

(۹)...... حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی

مشرقی پنجاب کے ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر کے ایک گاؤں بڈھیمال میں ۱۹۔فروری ۱۹۱۹ء کو ایک آسودہ حال گھرانے میں حافظ احمد اللہ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے اساتذہ سے حاصل کی۔ پھر لکھوکے کا عزم کیا، وہاں حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی سے اکتسابِ علم کیا۔ حضرت حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی سے بھی درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ مروجہ تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں میں مسند درس بچھائی۔ قیام پاکستان کے بعد ضلع فیصل آباد کی تحصیل جڑاں والا کے ایک گاؤں چک نمبر ۳۶ گ۔ب میں سکونت اختیار کی۔ پھر دارالحدیث اوکاڑہ، تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی، دارالقرآن والحدیث فیصل آباد وغیرہ میں ان کا سلسلۂ تدریس جاری رہا۔ جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں شیخ الحدیث کے طور پر خدمات سر انجام دیں۔

حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی نے ۲۸ نومبر ۱۹۹۸ء کو حرکتِ قلب بند ہو جانے سے اچانک داعی اجل کو لبیک کہا۔ (حافظ صاحب کے تفصیلی حالات میری کتاب ''دبستانِ حدیث'' میں ملاحظہ فرمایئے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۰)...... حافظ عبدالعزیز علوی

جامعہ سلفیہ کے موجودہ شیخ الحدیث کا اسمِ گرامی مولانا حافظ عبدالعزیز علوی ہے۔ وہ مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی کے فرزند گرامی قدر ہیں۔ ان کی تاریخ ولادت ۱۵ فروری ۱۹۴۳ء اور مقام ولادت بڈھیمال (ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب) ہے۔ قیام پاکستان کے وقت عمر چار سال تھی۔ پڑھنے میں ابتدائی زندگی ہی میں تیز تھے۔ سرکاری سکول میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ دینی تعلیم کے باقاعدہ حصول کا آغاز فیصل آباد کے دارالقرآن والحدیث سے کیا جو حضرت مولانا عبداللہ ویروالوی نے جاری کیا تھا، جس میں بے شمار شائقین علم نے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔

مولانا عبدالعزیز علوی جامعہ محمدیہ اوکاڑہ اور جامعہ عباسیہ بہاول پور میں بھی حصول علم میں مشغول رہے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مختلف مدارس میں خدمت تدریس انجام دی۔ عالی کردار عالم، منجھے ہوئے مدرس اور سلجھے ہوئے مقرر ہیں۔ قلم و قرطاس سے بھی رابطہ ہے۔ فنونِ درسیہ میں تو مہارت ہے ہی، اس کے علاوہ عام مطالعہ بھی وسیع ہے۔ کئی سال سے جامعہ سلفیہ میں شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سولھواں باب

ناظمین تعلیمات

مختلف اوقات میں جامعہ سلفیہ کے جو ناظمین منتخب کیے گئے، ان کی تعداد آٹھ ہے۔ اور وہ حسبِ ذیل ہیں:

(۱)......مولانا محی الدین احمد قصوری

مرکزی جمعیت اہل حدیث کی چوتھی سالانہ کانفرنس ۱۲، ۱۳، ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو گوجرانوالا میں بہ صدارت علامہ خلیل عرب منعقد ہوئی تھی۔ اسی موقعے پر مولانا محی الدین احمد قصوری کو جامعہ سلفیہ کے ناظم تعلیمات منتخب کیا گیا تھا اور وہ جامعہ کے پہلے ناظم تعلیمات تھے۔

مولانا محی الدین احمد قصوری اپریل ۱۸۸۹ء میں بمقام قصور پیدا ہوئے۔ پیدائشی نام برکت علی تھا۔ ۱۹۱۱ء میں بی اے کی سند حاصل کی۔ دینیات کی تعلیم سے بھی بہرہ مند ہوئے۔ ان کے والد مولانا عبدالقادر قصوری اپنے عہد کے مشہور سیاسی رہنما اور ممتاز عالم دین تھے۔ اس خاندان کے حالات میں نے ایک مستقل کتاب ''قصوری خاندان'' میں لکھے ہیں۔

مولانا محی الدین احمد قصوری کئی سال مولانا ابوالکلام آزاد کے پاس کلکتہ میں رہے۔ ۸۲ سال عمر پا کر ۲۴ جنوری ۱۹۷۱ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور قصور میں دفن کیے گئے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''قصوری خاندان'' صفحہ ۶۱ تا ۱۱۴ نیز ملاحظہ ہو ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن''۔)

(۲)......مولانا محمد اسماعیل سلفی

جامعہ سلفیہ کے دوسرے ناظم تعلیمات حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کو بنایا گیا تھا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ تھے۔ مولانا کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

(۳)...... مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

اس کے بعد مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ نے مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو جامعہ سلفیہ کا ناظم بنانے کا فیصلہ کیا۔ مولانا تقریباً چار ماہ اس عہدے پر فائز رہے۔ پھر مستعفی ہو گئے۔ (ان کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔)

(۴)...... مولانا عبداللہ ثانی امرتسری

جامعہ سلفیہ کی نظامت تعلیمات کا مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا دورانیہ مختصر رہا، اس لیے کہ مولانا سلفی اس وقت مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ تھے۔ پھر گوجراں والا میں ان کا تدریس و خطابت کا سلسلہ بھی بڑا اہم تھا۔ لہٰذا وہ جلد ہی اس ذمے داری سے سبک دوش ہو گئے تھے۔ مولانا عطاء اللہ صاحب بھی اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ پھر مولانا عبداللہ ثانی کو ناظم تعلیمات مقرر کر لیا گیا تھا۔

مولانا عبداللہ ثانی دراصل امرتسر کے محلّہ ڈھاپ کھٹیکاں کے رہنے والے تھے اور وہاں کی مسجد اہل حدیث کے خطیب تھے۔ مشہور واعظ اور مقرر تھے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے تربیت یافتہ حضرات میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد جڑاں والا (ضلع فیصل آباد) آ گئے تھے اور وہاں کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ مولانا ثانی ۱۹۰۰ء کے پس و پیش پیدا ہوئے اور ۸۳ سال عمر پا کرے ستمبر ۱۹۸۳ء کو لاہور میں انتقال فرما گئے۔

(۵)...... حافظ محمد اسماعیل ذبیح

جماعت اہل حدیث کے مشاہیر مقررین میں سے ایک بزرگ مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح تھے۔ خوش شکل، خوش اطوار، خوش اخلاق، خوش آواز۔ حضرت مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالجبار کھنڈیلوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ دہلی کے دارالحدیث رحمانیہ میں بھی کچھ عرصہ تحصیل علم کرتے رہے۔ جماعتی خدمات کے سلسلے میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے قابل اعتماد ارکان میں گردانے جاتے تھے۔ سرگرم خادم جماعت تھے۔ اصلاً ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتارن سے تعلق رکھتے تھے۔ تقسیم ملک کے نتیجے میں لاہور آئے اور مغل پورہ میں مسجد توحید کے نام سے اہل حدیث کی مسجد تعمیر کرائی۔ پھر راولپنڈی تشریف لے گئے اور زندگی کے آخری دم تک وہیں رہے۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے لیے بے حد تگ و دو کی۔ اس کے ناظم تعلیمات بھی رہے۔ ہر جماعتی کام میں پیش پیش رہنے کے عادی تھے۔ اس اخلاص پیشہ عالم دین نے ۲۔ مئی ۱۹۷۵ء کو راولپنڈی میں وفات پائی۔

(۶)......حافظ محمد یحییٰ عزیز میرمحمدی

جماعت اہل حدیث کے جن علمائے کرام نے صالحیت، تقویٰ شعاری، سادگی اور تبلیغ دین میں سرگرم عمل رہنے کے سلسلے میں شہرت پائی، ان میں مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میرمحمدی کا اسم گرامی لائق تذکرہ ہے۔ انکسار اور حلم ان کی زندگی کے خاص اوصاف ہیں۔ حافظ صاحب کچھ عرصہ جامعہ سلفیہ کے ناظم تعلیمات رہے۔ ان کا اصل کام ہمیشہ تبلیغ دین رہا۔ اس کے لیے انھوں نے بنگا بلوچاں نزد بھائی پھیرو (ضلع قصور) کو مرکز بنا لیا تھا۔ وہاں بہت بڑا دینی مدرسہ بھی قائم کیا، جس میں متعدد اساتذہ مصروف درس وتدریس ہیں۔ حفظ قرآن کا بھی انتظام ہے۔ حافظ صاحب نے طویل علالت کے بعد یکم و دو نومبر ۲۰۰۸ء کی درمیانی شب کو انتقال کیا۔ ان کے مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن۔''

(۷)......سید حبیب الرحمٰن شاہ

ضلع فیروز پور کے موضع ''دکھو'' کے خاندانِ سادات کے ایک بزرگ سید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحیم شاہ تھے جو تقریر و خطابت اور علم و عمل میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے رفقائے خاص میں شمار کیے جاتے تھے۔ ۱۹۴۲ء کے پس و پیش فوت ہوئے۔ سید حبیب الرحمٰن شاہ انہی کے اخلاف میں سے تھے جو تقسیم ملک سے چار سال قبل ۱۹۴۳ء میں اپنے آبائی مسکن لکھو میں پیدا ہوئے۔ اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہوا تو اس خاندان کے بعض لوگ راولپنڈی آ بسے تھے۔ حبیب الرحمٰن شاہ نے یہیں شعور کی دہلیز پر قدم رکھا اور تحصیل علم کا آغاز کیا۔ سکول اور کالج کی تعلیم ایف اے تک حاصل کی۔ پھر دینیات کا مروجہ نصاب مکمل کیا۔ دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور، جامعہ قدس لاہور اور مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں تحصیل علم کی۔ اساتذہ میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا شریف اللہ خاں سواتی، مولانا عبداللہ میر پوری، حافظ عبدالرشید گوہڑوی، مولانا غلام اللہ خاں اور مولانا حامد میاں شامل ہیں۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد بہت سی دینی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے خلاف جو تحریک چلی تھی، راولپنڈی کے علاقے میں سید حبیب الرحمٰن شاہ اس کی مجلس عمل کے جنرل سیکرٹری تھے۔ پرجوش مقرر اور سرگرم رہنما تھے۔ تبلیغی سلسلے میں سعودی عرب، جرمنی، ہالینڈ اور انگلستان کے دورے کیے۔ اسلام آباد میں مولانا معین الدین لکھوی کی مسلسل جدوجہد سے سابق صدر پاکستان ضیاء الحق نے جامعہ سلفیہ کے لیے جو زمین دی تھی، سید حبیب الرحمٰن شاہ نے اس کی تعمیر کے لیے بے حد کوشش کی اور اللہ نے اس کارِ خیر میں انھیں کامیابی عطا فرمائی۔ آج وہ جماعت اہل حدیث کی بہت بڑی درس گاہ ہے۔

جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کی زمام نظامت تعلیمات کئی سال سید حبیب الرحمٰن شاہ کے ہاتھ میں رہی۔ وہ عام گفتگو میں سنجیدگی کے پیکر اور کارِ خیر میں بے حد متحرک تھے۔ اس سراپا عمل شخص نے ۱۸۔ اپریل ۲۰۰۰ء کو اس جہانِ فانی سے منہ موڑا اور عالم جاودانی کی راہ لی۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۸)......مولانا محمد صدیق لائل پوری

مولانا موصوف کچھ عرصہ جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث بھی رہے اور ناظم تعلیم بھی۔ ان کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ ان کے مفصل حالات اس فقیر نے اپنی کتاب ''بزم ارجمنداں'' میں تحریر کیے ہیں۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے مختلف اوقات میں جامعہ سلفیہ کے منصب تعلیمات پر یہی آٹھ بزرگ فائز رہے اور انھوں نے حالات کے مطابق جامعہ کی بہت خدمت کی۔ یہ سب حضرات اپنی اپنی باری سے سفر آخرت اختیار کر چکے ہیں۔

انا للّٰه وانا الیه راجعون .

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سترھواں باب

جامعہ سلفیہ کے اصحابِ اہتمام

صفحاتِ سابقہ میں جامعہ سلفیہ کے ناظمین تعلیمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب آئندہ سطور میں جامعہ کے اصحاب اہتمام کے بارے میں چند الفاظ ملاحظہ فرمایے۔ آپ انھیں جامعہ کے مدیرانِ تعلیم بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۱)......مولانا محمد اسحاق چیمہ

جامعہ سلفیہ کے پہلے مہتمم یا مدیر تعلیم مولانا محمد اسحاق چیمہ تھے، جنھیں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مجلس عاملہ نے اس خدمت کے لیے منتخب کیا تھا۔ انھوں نے قیام جامعہ سلفیہ کے ابتدائی دور میں اپنے بعض دوستوں کے ساتھ اس کی ترقی کے لیے بے حد بھاگ دوڑ کی اور کسی ادارے کے لیے اصل بھاگ دوڑ وہی ہوتی ہے، جو اس کے قیام کے ابتدائی دور میں کی جاے۔ بعد میں تو چلتی گاڑی کو آگے بڑھانے کا معاملہ ہوتا ہے اور یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہوتا۔

چیمہ صاحب کے آبا و اجداد دراصل ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے گاؤں کا نام ملکھاں والا تھا، جو سمبڑیال کے قریب واقع تھا۔ ان کے دادا ۱۸۹۲ء کے قریب آباد کار کی حیثیت سے علاقہ لائل پور میں آئے اور لائل پور کے قریب چک نمبر ۲۲۶ گ۔ب میں سکونت اختیار کی۔ ان کے پرانے گاؤں کے نام کی وجہ سے ان کے موجودہ گاؤں کو چک نمبر ۲۲۶ گ۔ب ملکھاں والا کہا جانے لگا۔ محمد اسحاق چیمہ کی ولادت اسی گاؤں میں ۱۵ مئی ۱۹۲۱ء کو ہوئی۔ قمری حساب سے یہ ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کی تاریخ بنتی ہے۔

چیمہ صاحب نے متعدد علماے کرام سے تحصیل علم کی اور سندِ فراغ لینے کے بعد کئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سال سلسلہ تدریس جاری رکھا۔ درسی کتابوں پر اچھی نظر تھی۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ پھر تدریس چھوڑ کر فیصل آباد میں کاروبار میں مشغول ہو گئے تھے، لیکن جماعتی سرگرمیاں ہمیشہ جاری رہیں۔ بڑے معاملہ فہم تھے۔ عمل و حرکت ان کی زندگی کا لازمی حصہ تھا۔

مولانا محمد اسحاق چیمہ نے ۲۳ مارچ ۱۹۹۳ء (۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ) کو نمازِ تراویح کے بعد حرکتِ قلب بند ہو جانے سے وفات پائی۔ دوسرے دن نمازِ ظہر کے بعد فیصل آباد میں ان کا جنازہ پڑھا گیا اور ان کے گاؤں چک نمبر ۲۲۶ گ۔ب ملکھاں والا میں انھیں دفن کیا گیا۔ (ان کے تفصیلی حالات میں نے ماہنامہ ''تعلیم الاسلام'' (ماموں کانجن ضلع فیصل آباد) کے جولائی اگست ۱۹۹۴ء کے شمارے میں لکھے تھے جو اس رسالے کے ۶۱ صفحات میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ان میں حک و اضافہ کر کے ان کے حالات اپنی کتاب ''ہفت اقلیم'' میں لکھے۔ حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ مولانا محمد اسحاق چیمہ رمضان المبارک میں پیدا ہوئے اور رمضان المبارک ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

(۲)......مولانا ابو حفص عثمانی

جامعہ سلفیہ کے دوسرے مدیر تعلیم جو جامعہ کے دارالاقامہ کے سپرنٹنڈنٹ بھی تھے، مولانا ابو حفص عثمانی تھے۔ مولانا ممدوح ۱۹۱۰ء کے لگ بھگ موضع داجل ضلع ڈیرہ غازی خاں میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے قبل ان کے والد محترم وفات پا گئے تھے۔ ابتدائی زندگی نہایت عسرت میں گزری۔ طالب علمی کا آغاز اس نواح کے مشہور بزرگ سردار احمد خاں پتافی (بانی تنظیم اہل سنت) کی رہنمائی میں کیا۔ بعد ازاں ملتان جا کر حضرت مولانا عبدالتواب ملتانی مرحوم و مغفور کی شاگردی اختیار کی اور ان سے درسِ نظامی کی بعض کتابیں پڑھیں۔ کچھ عرصہ حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے حلقہ تلامذہ میں رہے۔ ذہن مناظرانہ پایا تھا۔ مرزا بشیر الدین محمود سے پنجہ آزمائی کے لیے قادیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ پھر ایک وقت آیا کہ سرکاری بس سروس (جی ٹی ایس) میں ملازمت اختیار کر لی اور بطور چیکر کام کرنے لگے۔ صاف بیان مقرر تھے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ وعظ و تقریر کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

جی ٹی ایس کی ملازمت کے سلسلے میں مولانا ابوحفص عثمانی خوشاب میں مقیم تھے کہ میاں فضل حق کو (جو اس وقت وہاں سکونت پذیر تھے اور کاروبار کرتے تھے) ان کا پتا چلا اور معلوم ہوا کہ وہ کسی مسجد میں رہائش پذیر ہیں۔ چنانچہ ایک دن میاں صاحب نے ان کو مسجد میں جا پکڑا اور جی ٹی ایس کی ملازمت ترک کر کے جامعہ سلفیہ کی خدمت قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کے بعد وہ فیصل آباد آ گئے اور جامعہ سلفیہ کے مہتمم اور دارالاقامہ کے نگران کے طور پر خدمات انجام دینے لگے۔ کئی سال اس خدمت پر مامور رہے۔ بعد ازاں ڈیرہ غازی خاں تشریف لے گئے اور وہاں کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطیب مقرر کر لیے گئے۔ کچھ عرصہ یہ فریضہ انجام دیا۔ پھر اپنے سسرالی گاؤں آڑہ (دائرہ دین پناہ) چلے گئے۔ وعظ و خطابت کے علاوہ تصنیف و تالیف اور مضمون نویسی سے بھی شغف تھا۔

درد گردہ کے مریض تھے۔ علاج کے لیے ڈیرہ غازی خاں گئے۔ وہاں افاقہ نہ ہوا تو میاں فضل حق مرحوم نے ان کو لاہور بلا لیا اور میو ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ لیکن زندگی کے ماہ و سال ختم ہو چکے تھے۔ چنانچہ ۲۹ مارچ ۱۹۸۲ء کو بارگاہِ خداوندی میں پہنچ گئے۔ دائرہ دین پناہ میں نمازِ جنازہ مولانا فضل کریم (فاضل مدرسہ سعیدیہ دہلی) نے پڑھائی اور وہیں دفن کیے گئے۔

(۳)......مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

مولانا ابوحفص عثمانی کے بعد جامعہ سلفیہ کے اہتمام کی ذمہ داری حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے سپرد ہوئی۔ مولانا نے تقریباً تین مہینے یہ خدمت سرانجام دی۔ اس کے بعد حالات نے کچھ ایسا رخ اختیار کیا کہ مولانا اس منصب سے مستعفی ہو گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴)......حافظ مسعود عالم

جن حضرات نے جامعہ سلفیہ کے مدیرانِ تعلیم ہونے کا اعزاز حاصل کیا، ان میں مولانا حافظ مسعود عالم بھی شامل ہیں۔ حافظ صاحب ممدوح ہمارے مرحوم عالم دین دوست مولانا محمد یحییٰ شرق پوری کے فرزند ارجمند ہیں۔ صالحیت اور صلاحیت کے اوصافِ حمیدہ سے بہرہ ور۔ مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل اور تجربہ کار مدرس ہیں۔ طویل مدت سے جامعہ سلفیہ میں خدمت تدریس انجام دینے پر مامور ہیں۔ کافی عرصہ جامعہ کے مدیر تعلیم رہے۔

(۵)......چودھری محمد یٰسین ظفر

اب چند باتیں جامعہ سلفیہ کے موجودہ مدیر تعلیم چودھری محمد یٰسین ظفر کے بارے میں۔

چودھری صاحب ممدوح یکم جنوری ۱۹۵۶ء کو ملائشیا کے شہر کولالمپور میں پیدا ہوئے، جہاں اس زمانے میں ان کے والدین فروکش تھے۔ کچھ بڑے ہوئے تو سرکاری سکول میں تعلیم کا آغاز کیا اور مڈل پاس کرنے کے بعد دارالقرآن والحدیث (فیصل آباد) میں دینی علوم پڑھنا شروع کیے۔ پانچ سال وہاں رہے۔ پھر جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں داخلہ لیا اور تین سال یعنی ۱۹۷۷ء تک جامعہ سلفیہ میں تعلیم حاصل کی۔ پھر ایک سال جامعہ میں مدرس رہے۔ ۱۹۷۸ء میں مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور ۱۹۸۲ء میں وہاں سے سندِ فراغ لی۔ واپس آ کر پنجاب یونیورسٹی سے درجہ اول میں ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا۔ اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا محمد صدیق لائل پوری، حافظ ثناء اللہ مدنی، حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، حافظ عبدالرحمٰن صاحب، مولانا عبدالقیوم، مولانا قدرت اللہ فوق، مولانا محمد خاں، مولانا محمد اسحاق، شیخ محمد المجذوب، شیخ علی مرشد، شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی (امام و خطیب مسجد نبوی) شیخ عبداللہ بن صالح العبود (مدیر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)

مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد میاں فضل حق مرحوم کی دعوت پر جامعہ سلفیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بطور مدرس تقرر ہوا۔ اس وقت جامعہ کے مدیر تعلیم حافظ مسعود عالم صاحب تھے۔ ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۶ء تک خدمت تدریس انجام دیتے رہے۔ ۱۹۸۶ء میں جامعہ سلفیہ کمیٹی کے فیصلے کے مطابق مدیر تعلیم مقرر کیے گئے اور اب تک اس منصب پر فائز ہیں۔

ان کی کوششوں سے جامعہ میں تدریسی اور انتظامی سلسلے میں استحکام پیدا ہوا اور تعمیرات میں وسعت ہوئی۔ تدریسی معیار بلند ہوا اور طلبا میں سلفیت کے آثار اجاگر ہوئے۔ مقررہ نصاب کی تکمیل لازمی قرار پائی اور نظم وضبط کے دائرے مستحکم ہوئے۔ امتحانات میں اصلاح ہوئی۔ سابقہ نتائج کا خاص ترتیب کے ساتھ رجسٹر میں اندراج لازمی قرار دیا گیا۔ رجسٹر داخل خارج اور داخلہ فارم محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا گیا۔ جامعہ کی تمام دستاویزات بشمول موصولہ خطوط کی نقول رکھنے اور سرکاری وغیر سرکاری اداروں کے ساتھ روابط بڑھانے کا التزام کیا گیا اور اس سلسلے کی ضروری فائلیں بنائی گئیں۔ نیز گزشتہ تمام ریکارڈ محفوظ کر لیا گیا۔

جامعہ کی خستہ حال عمارتوں کو منہدم کر کے نئی خوب صورت عمارتیں بنائی گئیں۔ طلبا کی تقریری اور خطابتی تربیت کے لیے ہفت روزہ اور ماہانہ تقریروں کا نظام قائم کیا گیا۔ مختلف اہل علم کی خدمات حاصل کر کے طلبا کی تربیتی ورکشاپ کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ طلبا میں علمی اور تحقیقی ذوق پیدا کرنے کی غرض سے آخری سال کے اختتام پر زیر تعلیم طلبا کے لیے کسی موضوع پر مقالہ نویسی کو لازمی ٹھہرایا گیا۔ یہ سلسلہ ۱۹۷۸ء سے چل رہا ہے۔

۱۹۹۰ء سے جامعہ کا ماہانہ مجلّہ ''ترجمان الحدیث'' جاری ہے۔ اس میں اساتذہ اور طلبا کے مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ چودھری محمد یٰسین ظفر ہر مہینے اس کا اداریہ لکھتے ہیں۔ موصوف نے متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں شریک ہو کر جامعہ سلفیہ کی نمائندگی کی۔ مثلاً اس سلسلے میں سعودی عرب، کویت، عرب امارات، مصر، مالدیپ، برطانیہ، سنگاپور، سری لنکا، ملائشیا وغیرہ ملکوں کے دورے کیے۔

علاوہ ازیں فیصل آباد، شیخوپورہ روڈ پر دس ایکڑ زمین خریدی گئی ہے، جہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعت کی ایک عظیم الشان یونیورسٹی کے قیام کا منصوبہ زیر غور ہے۔ اپنے انداز کی ان شاء اللہ یہ اونچے معیار کی یونیورسٹی ہوگی۔

کسی اہم علمی موضوع پر جامعہ سلفیہ میں درجہ تخصص کا سلسلہ شروع کرنے کا منصوبہ بھی بنایا گیا ہے۔ اس طرح پچپن چھپن سال قبل مرحومین اکابر جماعت کی سعی سے جس منصوبے کے تحت جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا تھا، ان شاء اللہ اس کی تکمیل کے لیے جدوجہد کی جائے گی اور مستقبل میں اسے بہت بڑے اصلاحی، تبلیغی اور تدریسی مرکز کی حیثیت حاصل ہوگی اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ مقاصد اجاگر ہوں گے، جن کے حصول کا ہمارے اکابر نے اس کے قیام کے زمانے میں اظہار فرمایا تھا۔

کتب خانہ

جامعہ سلفیہ کا ماشاء اللہ ایک اچھا خاصا کتب خانہ ہے، جو کئی ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔ تفسیر، حدیث، شروح احادیث، اصول، لغات۔ فقہ، تاریخ، رجال، سیاسیات وغیرہ ہر موضوع کی کتابیں اس کتب خانے میں موجود ہیں اور اساتذہ وطلبا کے علاوہ دیگر اہل علم بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ کتب خانہ مرتب صورت میں ہے۔ پہلے اس کے منتظم (یا لائبریرین) مولانا اشرف جاوید تھے، جو کئی سال یہ خدمت باقاعدگی اور محنت سے سرانجام دیتے رہے۔ اب اس کا انتظام محمد داؤد صاحب کے ذمے ہے۔

گزشتہ سطور میں اختصار کے ساتھ برصغیر کی جماعت اہل حدیث کی تنظیمی اور تدریسی و تبلیغی تاریخ کا بہت سا حصہ بیان کر دیا گیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم خوانندگانِ ذی اکرام اس کا کس انداز سے مطالعہ کریں گے اور اس سے کیا تاثر لیں گے یا یہ کہ نہ مطالعے کی تکلیف فرمائیں گے اور نہ اس سے کوئی اثر لیں گے۔ دونوں امکان ہیں۔ جہاں تک یہ فقیر اپنی جماعت کو جانتا اور اس کے ذوقِ مطالعہ سے آگاہی رکھتا ہے، اس کے پیش نظر دوسرا امکان زیادہ قرین صواب ہے۔ یعنی نہ پڑھو، نہ کچھ اثر لو۔ بہرکیف میرا دل مطمئن ہے۔ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور اپنی دانست میں پوری کوشش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ہے کہ ان تمام لائق تکریم شخصیات کا (کسی قدر تفصیل یا اختصار سے) تذکرہ کر دیا جائے، جنھوں نے جامعہ سلفیہ کے قیام و تاسیس اور تدریس کے سلسلے میں جدوجہد کی۔

طلباے جامعہ کی خدمت میں ایک گزارش

اب میں جامعہ سلفیہ کے عزیز طلبا کی خدمت میں ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ گزارش یہ ہے کہ آپ حضرات کو والدین نے جامعہ میں صرف تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا ہے اور آپ کا اصل اور بنیادی کام یہی ہے اور اسی سے آپ کے مستقبل کی بہتری وابستہ ہے۔ اس لیے آپ کا فرض ہے کہ پورے انہماک اور محنت سے تعلیم حاصل کریں۔ جب تک جامعہ کا نصاب مکمل نہ کرلیں، جامعہ سے وابستہ رہیں۔ اس کی چار دیواری سے باہر نہ نکلیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کروں گا کہ دورانِ تعلیم سیاست میں بالکل حصہ نہ لیں۔ جس شخص کو سیاست کا چسکا پڑ گیا، وہ کسی کام کا نہیں رہتا۔ طالب علمی کے زمانے میں سیاست زہر قاتل ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد بے شک اس وادی میں داخل ہو جائیں۔ طالب علمی کے زمانے میں اس بیماری سے اپنے آپ کو کلیۃً محفوظ رکھیں۔ میں تو یہ بھی عرض کروں گا کہ طالب علمی کے دور میں کسی سیاسی جلسے میں بھی شرکت نہ کریں اور نہ کسی سیاسی جلوس میں شامل ہوں۔ سیاست کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے کہ اس میں حصہ لینا ضروری ہو۔ طالب علمی کے زمانے میں ساری توجہ حصولِ علم کی طرف مرکوز رہنی چاہیے۔ سیاسی لوگوں سے میل جول سے بچا جائے اور سیاسی جلسے جلوس میں شرکت سے احتراز کیا جائے۔ کسی سیاسی شخصیت کے کارکن بن کر نہ ان کے جلسے میں شامل ہوا جائے اور نہ کسی چھوٹے بڑے انتخاب میں کسی کی مدد کی جائے۔ اگر اپنا ووٹ ہے تو جس کو مناسب سمجھیں دیں۔ اس کے علاوہ کسی امیدوار کی مخالفت یا موافقت میں حصہ نہ لیں۔ مرکز توجہ صرف حصولِ تعلیم کو قرار دیے رکھیں۔

اسلام اور سیاست ایک نہیں ہیں۔ اگر ایک ہیں تو ملازمت کے زمانے میں اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام پر کیوں عمل نہیں کیا جاتا۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد بھی دو سال اسے قابل عمل نہیں سمجھا جاتا۔ یعنی جوانی کا پورا زمانہ اور دور کہولت خدانخواستہ ''دائرۂ اسلام سے باہر'' گزرتا ہے۔ یہ کیسا اسلام ہے کہ جب عمر کا کارواں ۶۲ سال سے آگے نکلتا ہے تو اس پر عمل شروع ہو جاتا ہے۔ طلبا کو اس ''اسلام'' سے دامن بچا کر رکھنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھارھواں باب

اور اب چند تجاویز

اب یہ فقیر جامعہ سلفیہ کے محترم مدیر تعلیم جناب چودھری محمد یاسین ظفر کی خدمت میں جو میرے عزیز دوست ہیں، چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہے (اور جو حضرات گرامی جماعت اور جامعہ کے منصب دار ہونے کے دعوے دار ہیں، اگر خدانخواستہ انھیں یہ سطور پڑھنا پڑیں تو وہ بھی مناسب سمجھیں تو اس پر غور فرمائیں۔) یہ حقیقت ہے کہ باشعور اور زندہ قومیں اور مخلص ترین عہدے داروں پر مشتمل جماعتیں اپنے بزرگوں کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں۔ ان کے کارناموں کا فخر کے ساتھ ذکر کرتی ہیں۔ انھوں نے اپنے پیچھے جو نقوشِ حسنات چھوڑے ہیں اور اپنی جماعت کی بھلائی کے لیے جو جدوجہد کی ہے، اس کا اجر تو انھیں اللہ تعالیٰ ہی دے گا، لیکن ان کے اخلاف بھی (اگر اپنی ذات سے کچھ آگے دیکھنے کے عادی ہوں تو) ان کی یادگاریں قائم کرتے اور قائم رکھتے ہیں۔

میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

❀ جن دو بھائیوں نے جامعہ سلفیہ کے لیے ۱۹۵۴ء میں پونے دو ایکڑ زمین وقف کی تھی، وہ تھے کریم بخش اور امام الدین۔ وقف نامہ یا رجسٹری دیکھ کر ان کے پورے پتے کا سراغ لگایا جائے۔ یہ کوئی بہت مشکل کام نہیں ہے۔ پھر ایک پتھر پر ان کے نام کندہ کر کے اسے جامعہ سلفیہ کے صدر دروازے پر نصب کیا جائے۔

❀ ان دونوں بھائیوں سے زمین حاصل کرنے والے مولانا عبدالواحد مرحوم تھے۔ مولانا عبدالواحد نے اس کی اطلاع مولانا عبیداللہ احرار کو دی۔ پھر ان دونوں نے اس کا ذکر مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے کیا۔ مولانا غزنوی نے یہ بات مولانا محمد اسماعیل سلفی کے گوش گزار کی۔ پھر اس کا تذکرہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجلس عاملہ میں ہوا اور معاملہ آگے بڑھا، جس کی ضروری تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے۔ اس پتھر پر یا علیحدہ پتھر پر مولانا عبدالواحد کا نام بھی کندہ کیا جائے۔

❀ جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد (یا حجر اساسی) ۴۔اپریل ۱۹۵۵ء کو رکھا گیا تھا۔ جن حضرات کو یہ اعزاز حاصل ہوا، ان کا تذکرہ سابقہ اوراق میں ہو چکا ہے۔ صدر دروازے پر ان مرحومین کا ذکر ضروری ہے۔ اس تقریب کی تفصیلات لائل پور کے اس دور کے اخبارات میں شائع ہوئی تھیں۔ وہ اخبارات تھے روزنامہ غریب، ایام، اعلان اور ہفت روزہ المنیر۔ ان اخبارات میں سے اگرچہ بعض اخبار بند ہو چکے ہیں، تاہم ان کا حصول ناممکن نہیں ہے۔ وہ اخبار مل جائیں تو جامعہ سلفیہ کی لائبریری میں محفوظ کر لیے جائیں۔ میں اس وقت ہفت روزہ ''الاعتصام'' کا ایڈیٹر تھا۔ اس موضوع کی تفصیلات ''الاعتصام'' میں خاص طور سے شائع ہوتی رہی ہیں۔ اس سلسلے میں اداریے اور شذرات بھی میں لکھتا رہا ہوں۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جامعہ سلفیہ کا سنگِ بنیاد ۴۔اپریل کو نمازِ ظہر کے بعد دو بجے رکھا گیا تھا۔ میرے خیال میں یہ وقت بھی پتھر پر لکھنا چاہیے۔

❀ جامعہ سلفیہ کا نام تجویز کرنے والے مولانا محمد حنیف ندوی تھے اور وہ جامعہ کے ابتدائی دور کے مدرسین کرام کی جماعت میں بھی شامل تھے، جنھوں نے دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) میں اس کا آغاز کیا تھا۔ مولانا ندوی کا ذکر لازماً آنا چاہیے۔

❀ مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے ناموں کے جامعہ میں بلاک بننے چاہئیں۔

❀ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے لے کر اب تک جامعہ سلفیہ کے جتنے شیوخ الحدیث ہوئے ہیں، سنین کی تعیین کے ساتھ بالترتیب ان کے اسمائے گرامی لکھ کر جامعہ کے دارالحدیث میں ایک خوب صورت تختی پر لکھ کر سامنے کی دیوار پر آویزاں کیے جائیں۔ وفات شدگان کی تواریخ وفات لکھی جائیں۔

❀ جامعہ کے ابتدائی دور میں بعض حضرات کی تحریک پر جامعہ میں حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام سے ثنائی ہال تعمیر کرنے کے لیے رقوم دی گئی تھیں۔ وہ ہال تعمیر ہوا، لیکن بعد میں اس کا نام حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی کے نام پر شہید ہال رکھ دیا گیا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اسے سعودی عرب کے مرحوم شاہ فیصل کے نام سے فیصل ہال سے موسوم کر دیا گیا۔ یعنی ہمارے ہاں کے ان اکثر سیاسی لیڈروں کی طرح جو (بقولِ خود بہترین قومی مفاد اور بہترین ملکی مفاد کے نام سے) کبھی کسی سیاسی جماعت میں چلے گئے اور موقعے کی مناسبت اور ذاتی مفاد کے پیش نظر کبھی کسی جماعت میں شامل ہو گئے، اس بے زبان ہال کے حال کو بھی جامعہ کے کرتا دھرتا بدلتے رہے۔ اب معلوم نہیں اس معصوم کا کیا حال ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ میری گزارش ہے کہ موجودہ حالات میں اگر ممکن نہ ہو تو بعد میں ثنائی ہال بھی بنایا جائے اور حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے نام (یا نسبت) سے غزنوی ہال بھی تعمیر کیا جائے۔ یہ کارِ خیر اس دس ایکڑ رقبے میں بھی ہو سکتا ہے جس میں جدید انداز کی جامعہ تعمیر کرنے کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔

❀ پنجاب کے تمام اہل حدیث اصحاب علم بالواسطہ یا بلاواسطہ دو خاندانوں کے فیض یافتہ ہیں، غزنوی خاندان کے اور لکھوی خاندان کے۔ جامعہ سلفیہ کے شیوخ الحدیث نے بھی انھی خاندانوں کے بزرگوں یا ان کے براہِ راست شاگردوں سے تحصیل علم کی ہے۔ اب بھی حضرت حافظ محمد لکھوی کی کتاب ابواب الصرف اور وہ فارسی اشعار جن میں صرفی و نحوی قواعد کی وضاحت کی گئی ہے، ہمارے مدارس کے نصاب میں داخل ہیں اور اہل علم نے ان سے استفادہ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ حضرت حافظ محمد لکھوی بہت بڑے مفسر اور محدث اور مدرس تھے۔ انھوں نے فارسی اور پنجابی دو زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ ان کے عزیز حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی استاذِ پنجاب تھے، اس لیے "لکھوی بلاک" کے نام سے جامعہ کا ایک بلاک ہونا چاہیے۔

❀ میاں فضل حق اور ان کے صاحب زادوں نے مالی اعتبار سے جامعہ کی بہت خدمت کی ہے، ان کے نام سے ایک بلاک بنایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

✿ بہتر ہوتا کہ جامعہ سلفیہ میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے نام کا بھی بلاک بنانے پر غور کیا جاتا۔

✿ محدث پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کو بھی اس قسم کے اعزاز کا مستحق قرار دیا جاتا، اگرچہ ان کا مرتبہ اس قسم کے اعزازات سے بہت بلند ہے۔
تاہم اپنے اسلاف کو یاد رکھنا اور ان کا تذکرہ کرنا اخلاف۔ کا اخلاقی فرض ہے۔ رحمہم اللہ علیہم

دارالعلوم دیوبند کے پہلے استاذ کا نام ملا محمود تھا اور پہلا طالب علم بھی محمود تھا، جنھوں نے آگے چل کر شیخ الہند محمود حسن کے نام سے شہرت پائی۔

سرسید احمد خاں کے قائم کردہ (علی گڑھ کالج) سے کامیاب ہونے والا پہلا طالب علم ہندو تھا۔ دارالعلوم اوڈاں والا کے پہلے استاذ گجرات کے مولوی محمد افضل تھے اور اوّلیں فارغ التحصیل جنھوں نے اس دارالعلوم سے سند فراغ لی، موضع جنڈاں والا تحصیل سمندری کے مولوی محمد ابراہیم تھے۔

کیا جامعہ سلفیہ کے اربابِ اختیار کو معلوم ہے کہ جامعہ سے سب سے پہلے کون طالب یا کن طلبا کا گروپ کامیاب ہوا اور ان کو کس عالی قدر استاذ نے سند فراغت دی اور کب دی......؟ کیا اس قسم کا کوئی ریکارڈ ہے؟ اگر ہے تو بہت اچھی بات ہے۔ فہو المراد

ہر لکھنے والا خوش فہم (بلکہ غلط فہم) ہوتا ہے، میرا بھی یہی حال ہے۔ نہ حکومتیں کسی لکھنے والے کی کوئی بات مانتی ہیں، نہ سرکاری یا غیر سرکاری ادارے کسی کی تحریر کو کوئی اہمیت دیتے ہیں، نہ مذہبی تدریسی اداروں کے نزدیک اس کی کوئی وقعت ہے۔ وہ وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کا جی چاہے۔ ہم لوگ خواہ مخواہ ان کے معاملات میں دخل دیتے ہیں۔ خود میں بھی اپنی جماعت کو وہ مشورے دے رہا ہوں جو ہمارے یہ دوست نہیں مانیں گے۔ میں اپنی جماعت کے اسلوب عمل کو بھی جانتا ہوں اور اللہ کے فضل سے اس کی نفسیات سے بھی آگاہ ہوں۔ میری تمام عمر اسی وادی میں گزری ہے۔ اس لیے اس کے ہر گوشے کا مجھے علم ہے اور صاحب اختیار کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات رکھتا ہوں۔ میں اپنی جماعت کے کسی شخص پر طعن یا تنقید نہیں کرتا۔ میں تو خود اسی جماعت کا ادنی فرد ہوں۔ طعن یا تنقید کیوں کروں۔ نہایت اخلاص کے ساتھ محض توجہ دلاتا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انیسواں باب

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سالانہ جلسوں کے صدور

تقسیم ملک تک آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مختلف شہروں میں چوبیس سالانہ جلسے منعقد ہوئے، جن کی تواریخ انعقاد اور مقاماتِ انعقاد کا ذکر کتاب کے پہلے باب کے ابتدائی صفحات میں کیا گیا ہے۔ ان جلسوں کی صدارت کا اعزاز بارہ حضرات کو حاصل ہوا، ان کے اسمائے گرامی خوانندگانِ محترم کے مطالعہ میں آچکے ہیں۔

① ...... جلسۂ دہلی (منعقدہ ۲۴، ۲۵ فروری ۱۹۱۲ء) کی صدارت حاجی شمس الدین نے کی۔

② ...... جلسۂ پشاور (منعقدہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۱۴ء) کی صدارت ارباب عبدالرؤف خاں کے حصے میں آئی۔

③ ...... امرتسر، علی گڑھ، بنارس اور کلکتہ کے جلسوں کے منصب صدارت پر حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کو فائز کیا گیا۔

④ ...... مدراس کا جلسہ، اس دور کے کانفرنس کے صدر حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری کی صدارت میں انجام پایا۔

⑤ ...... کان پور، گوجراں والا اور ملتان کے جلسے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی صدارت میں منعقد ہوئے۔

⑥ ...... ملتان کے دو جلسوں میں سے ایک جلسے (منعقدہ ۹، ۱۰، ۱۱۔ اپریل ۱۹۲۰ء) کے صدر مولانا عبدالرحمٰن ممبر کونسل ریاست بہاول پور تھے۔

⑦ ...... دہلی اور لہریا سرائے (دربھنگا) کے جلسوں کی کرسیٔ صدارت پر حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے نواسے سید ابوالحسن کو متمکن کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑧...... مئو ناتھ بھنجن اور آگرہ کے جلسے حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری (سیشن جج ریاست پٹیالہ) کے زیر صدارت ہوئے۔

⑨...... پٹنہ اور مئو آئمہ کے جلسوں کے صدر مولانا ابوالقاسم بنارسی تھے۔

⑩...... چھپرہ، آرہ اور دہلی کے جلسوں کی صدارت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فرمائی۔ دہلی کا جلسہ ۷، ۸، ۹، مارچ ۱۹۴۴ء کو مولانا امرتسری کی صدارت میں ہوا تھا اور آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا یہ آخری جلسہ تھا جو متحدہ ہندوستان میں منعقد ہوا۔

⑪...... شکراوہ (علاقہ میوات) کا جلسہ مولانا محمد جونا گڑھی دہلوی کی صدارت میں ہوا۔

⑫...... فتح گڑھ چوڑیاں (ضلع گورداس پور) کے جلسے کی کرسئ صدارت پر مولانا عبدالقادر قصوری متمکن ہوئے۔ یہ جلسہ ۷، ۸، ۹۔ اپریل ۱۹۳۹ء کو منعقد ہوا تھا اور یہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا آخری جلسہ تھا جو پنجاب میں منعقد ہوا۔ اس جلسے میں ان سطور کا راقم بھی شامل تھا۔ مجھے کانفرنس کے صرف اسی جلسے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی اور برصغیر کے بہت سے علمائے کرام کی زیارت کا موقع ملا۔

یہ کل بائیس جلسے ہوئے۔ دو جلسے وہ تھے جن کے لیے کسی خاص صدر کا انتخاب نہیں کیا گیا تھا۔ شب وروز کے مختلف اوقات کے اجلاسوں کے مختلف صدر تھے، ان میں ایک جلسہ موضع چھپرہ کا تھا جو ۵، ۶ مئی ۱۹۲۶ء کو ہوا۔ اور ایک دہلی کا جو ۱۵، ۱۶، ۱۷ نومبر ۱۹۳۵ء کو منعقد ہوا۔ اس طرح تقسیم ملک سے قبل متحدہ ہندوستان میں آل انڈیا اہل حدیث کے جلسوں کی تعداد چوبیس تک پہنچتی ہے۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے قیام کے وقت اس کے ناظم اعلیٰ (یا سیکرٹری جنرل) مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بنایا گیا تھا، تقسیم ملک تک یہ عہدہ انہی کے پاس رہا۔

اب ذیل میں ان حضرات کے بارے میں چند گز ارشات پیش کی جاتی ہیں جنھوں نے کانفرنس کے مذکورہ بالا سالانہ جلسوں کی صدارت کے فرائض سرانجام دیے۔

①...... کانفرنس کے سب سے پہلے جلسے منعقدہ دہلی کے صدر حاجی شمس الدین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ افسوس ہے ان کے حالات کا پتا نہیں چل سکا۔

④...... دوسرا جلسہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی صدارت میں بمقام امرتسر ہوا۔ مولانا ممدوح ۱۸۵۴ء کو موضع رحیم آباد میں پیدا ہوئے جو ہندوستان کے صوبہ بہار کے ضلع مظفر پور کا معروف قصبہ تھا۔ ان کے والد شیخ احمد اللہ اپنے علاقے کی مشہور شخصیت تھے۔ مولانا رحیم آبادی نے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی سے کسب فیض کیا اور وہ ان کے ذہین ترین شاگردوں میں شمار کیے گئے۔ گھر سے آسودہ حال اور جماعتی معاملات میں بے حد فراخ حوصلہ تھے۔ اللہ نے بہت دیا اور اس کی راہ میں بہت خرچ کیا۔ درس وتدریس، وعظ وخطابت اور تقویٰ شعاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ دہلی کا دار الحدیث رحمانیہ شیخ عبدالرحمٰن اور عطاء الرحمٰن نے انہی کے مشورے (بلکہ حکم) سے بنایا، جس سے لاتعداد علما وطلبا نے استفادہ کیا۔ مولانا ممدوح نے ۱۷۔ مارچ ۱۹۱۸ء کو اپنے آبائی وطن رحیم آباد میں وفات پائی۔ (۱)

③...... ارباب عبدالرؤف خاں نے پشاور کے جلسے کی صدارت کی۔

یہ کون بزرگ تھے؟ اس سوال کا صحیح طور سے جواب دینا تو مشکل ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ یہ صوبہ سرحد کے مشہور سیاسی لیڈر ارباب سکندر خلیل مرحوم کے دادا تھے۔ ارباب سکندر خلیل اہل حدیث تھے۔ ۱۹۷۲ء میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے زمانۂ وزارت عظمیٰ میں ارباب سکندر خلیل، عبدالولی خاں، عطاء اللہ مینگل اور غوث بخش بزنجو این اے پی (نیشنل عوامی پارٹی) سے تعلق رکھتے تھے اور ارباب سکندر خلیل اس وقت صوبہ سرحد کے گورنر تھے۔ یہ سب رہنما ایک مرتبہ لاہور آئے تو روزنامہ ''امروز'' کے (جو اس دور کا مشہور اخبار تھا) ایک صحافی نے ارباب سکندر خلیل سے میرے بارے میں کہا کہ یہ مولانا داؤد غزنوی کے رفقاء میں سے ہیں۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ میں ان کا خادم تھا۔ ارباب سکندر نے کہا کہ ہم بھی ان کے خادم تھے۔ جیل میں کئی

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''دبستانِ حدیث'' از صفحہ ۱۴۴ تا ۱۸۱۔ شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار۔ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ ہم ان کے ساتھ رہے۔ ہمارا سیاسی مسلک بھی وہی تھا جو ان کا تھا اور فقہی مذہب بھی انہی کا سا تھا اور انہی کا سا ہے۔ میں اپنے گاؤں کی مسجد اہل حدیث کا متولی اور منتظم ہوں۔ ہمارے اسلاف کا تعلق مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی جماعت مجاہدین سے تھا...... ارباب سکندر خلیل کی اس بات کی روشنی میں خیال گزرتا ہے کہ ممکن ہے ارباب عبدالرؤف خاں ان کے دادا یا کوئی قریبی رشتے دار ہوں۔ ان کے علاوہ کسی اور ارباب کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ وہ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے ہوں۔

ارباب سکندر خلیل کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔ قتل کی متعدد وجوہ اخبارات میں بیان کی گئی تھیں۔ سیاسی بھی، خاندانی بھی، مذہبی بھی۔ پتا نہیں اصل وجہ کیا تھی۔

④...... حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تاسیس کے وقت اس کے صدر منتخب کیا گیا تھا، لیکن انھوں نے اس کے صرف ایک سالانہ جلسہ عام کی صدارت فرمائی۔ حضرت مرحوم کی ولادت ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ مئو میں ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں ہوئی۔ ماں باپ غربت کی زندگی بسر کرتے تھے، لہٰذا بیٹے نے چھوٹی عمر ہی میں محنت مزدوری شروع کر دی تھی، لیکن حصولِ علم کا شوق بھی دامن گیر تھا اور ذہن اخاذ پایا تھا، اس لیے مزدوری کے ساتھ ساتھ قرآن بھی حفظ کرنے لگے۔ قرآن حفظ کر لیا تو ایک مقامی عالم سے عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں......!

اسی اثنا میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ رونما ہوا اور مدتوں سے اپنے ٹھکانوں میں جمے ہوئے لوگوں کے قدم اکھڑ گئے اور ان کے مسکن اجڑ گئے۔ حافظ صاحب کا گھرانا مئو آئمہ سے نکل کر غازی پور آ گیا اور پھر اسی شہر میں مستقل طور سے اقامت اختیار کر لی اور حضرت حافظ صاحب نے اسی کی نسبت سے شہرت پائی۔

یہیں کے مدرسہ ''چشمۂ رحمت'' میں داخل ہوئے اور اس کے بانی مولوی رحمت اللہ لکھنوی سے مروّجہ درسی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں جون پور کا قصد کیا اور وہاں کے ''مدرسہ امام بخش'' میں درسیات کی تکمیل کی۔ کتب حدیث حضرت میاں سید نذیر حسین

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

تکمیل تعلیم کے بعد اپنے مسکن غازی پور کے مدرسہ چشمہ رحمت میں تدریس کا آغاز کیا۔ دہلی میں بھی پڑھاتے رہے۔ مطالعہ بہت وسیع تھا۔ علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ وغیرہ کہنا چاہیے کہ انھیں ازبر تھے۔ بہت سی عظیم شخصیتوں نے ان سے تحصیل علم کی۔ شاگردوں کی لمبی چوڑی فہرست میں مولانا محمد سعید بنارسی، شاہ علی نعمت پھلواروی، شاہ عین الحق پھلواروی، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور دیگر بہت سے عالی مرتبت حضرات شامل ہیں۔

تدریسی خدمات کے علاوہ حضرت مرحوم نے تصنیفی خدمات بھی سرانجام دیں۔

ان کی تصانیف یہ ہیں:

⊙ ...... مقدمہ صحیح مسلم (عربی) ⊙ ...... تسہیل الفرائض (علم میراث میں)

⊙ ...... ابراء اہل حدیث والقرآن ⊙ ...... منطق (اردو زبان میں)

⊙ ...... فصول احمدی (علم صرف میں)

⊙ ...... النحو (علم نحو میں) ⊙ ...... مسئلہ زکوٰۃ

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ۲۶۔ نومبر ۱۹۱۸ء (۲۱۔ صفر ۱۳۳۷ھ) کو وفات پائی۔ (۱)

⑤ ...... مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی تاریخ ولادت اپریل ۱۸۷۴ء ہے اور مولد ہے سیالکوٹ۔ ۱۸۹۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر سیالکوٹ کے مرے کالج میں داخلہ لیا۔ لیکن جلد ہی دینی علوم کے حصول کی غرض سے وزیر آباد جا کر حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔ حافظ صاحب سے تحصیل علم کے بعد دہلی کا عزم فرمایا اور حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری

---

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، صفحہ ۴۵۵۔ راقم الحروف نے حضرت کے مفصل حالات اپنی کتاب ''گلستانِ حدیث'' میں تحریر کیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی۔ ان سے سند واجازۂ حدیث سے مفتخر ہوئے اور حضرت میاں صاحب کے آخری دور کے زمرۂ تلامذہ میں ان کا شمار ہوا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد درس وتدریس کی خدمات بھی انجام دیں، مناظرہ وخطابت میں بھی مصروف رہے اور تصنیف وتالیف میں بھی ممتاز ہوئے۔ چھوٹی بڑی ۸۴ کتابیں تصنیف فرمائیں۔ بلند آہنگ خطیب اور جلالی طبیعت کے عالم دین تھے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے قیام کے وقت تین حضرات کا ایک وفد ترتیب دیا گیا تھا، جن پر متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات میں جا کر جماعت کو منظّم کرنے اور کانفرنس کو متعارف کرانے کا فریضہ عائد کیا گیا تھا۔ وہ تین حضرات تھے: مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ ان بزرگانِ ذی اکرام نے یہ فریضہ بے حد محنت کے ساتھ سرانجام دیا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بتایا گیا مولانا سیالکوٹی نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے کان پور، گوجراں والا اور ملتان کے جلسوں کی صدارت کی۔

مولانا سیالکوٹی مجسمۂ عمل وحرکت تھے۔ انھوں نے ۸۲ برس کی عمر پا کر جمعرات کے روز ۱۲۔ جنوری ۱۹۵۶ء کو سفر آخرت اختیار کیا اور ۱۳۔ جنوری کو نماز جمعہ کے بعد ان کا جنازہ پڑھا گیا۔ نماز جنازہ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے پڑھائی۔ ان سطور کا راقم ان کے جنازے میں شامل تھا۔ (۱)

⑥...... ملتان کے ایک جلسے کی صدارت مولانا عبدالرحمٰن ممبر کونسل ریاست بہاول پور نے کی۔ ان کے حالات تک میری رسائی نہیں ہو سکی۔

⑦......مولانا سید ابوالحسن (نبیرہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی) نے کانفرنس کے دو مقامات کے جلسوں کی صدارت فرمائی، ایک دہلی کے جلسے منعقدہ ۹، ۱۰ دسمبر ۱۹۲۲ء

---

(۱) میں نے ان کے تفصیلی حالات دو کتابوں میں لکھے ہیں۔ ایک ''قافلہ حدیث'' میں (صفحہ ۷۸ تا صفحہ ۱۲۳۔ ایک ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' میں (صفحہ ۴۷۹ تا صفحہ ۴۸۴) اتنا طویل مضمون اب تک ان کے متعلق کسی نے نہیں لکھا، جتنا اس فقیر نے ''قافلۂ حدیث'' میں لکھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اور دوسرے لہریا سرائے (در بھنگا) کے جلسے منعقدہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ مارچ ۱۹۲۵ء کی۔

⑧...... قاضی محمد سلیمان منصورپوری ۱۸۶۷ء میں (سابق ریاست پٹیالہ) موجودہ ضلع پٹیالہ کے قصبے منصور پور میں پیدا ہوئے۔ دینیات کی تعلیم مولانا عبدالعزیز کوموی سے حاصل کی جو ضلع لدھیانہ کے قصبہ کوم (مشرقی پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۸۴ء میں مہندرا کالج پٹیالہ کی طرف سے منشی فاضل کا امتحان دیا اور پنجاب یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ منشی فاضل اس زمانے میں فارسی زبان کے فاضل کو کہا جاتا تھا۔ ساڑھے سترہ سال کی عمر میں قاضی صاحب ریاست پٹیالہ کے محکمہ تعلیم میں ملازم ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد محکمہ عدلیہ میں لے لیے گئے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے ریاست کے سیشن بن گئے۔ ۱۹۲۴ء میں پنشن پائی۔ لیکن والیٔ ریاست مہاراجا بھوپندر سنگھ ان پر بے حد اعتماد کرتا اور انھیں انتہائی محترم گردانتا تھا، اس لیے اس نے بعض دیگر اہم معاملات ان کے سپرد کر دیے۔ قاضی صاحب مفسر قرآن، ماہر حدیث، سیرت نگار، مؤرخ اور بہت بڑے خطیب تھے۔ نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے موضوع پر ''رحمۃ للعالمین'' ان کی بے نظیر کتاب ہے جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ عربی، انگریزی اور بنگلہ زبانوں میں اس کے ترجمے ہو گئے ہیں جو اس کی ہمہ گیر مقبولیت کی دلیل ہے۔

ان کی تصنیف الجمال والکمال سورۂ یوسف کی ایک منفرد نوعیت کی تفسیر ہے۔

انھوں نے بیس اکیس کتابیں تصنیف کیں۔ بعض عربی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔

قاضی صاحب نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے دو سالانہ جلسوں کی صدارت فرمائی۔ ایک مئوناتھ بھنجن (ضلع اعظم گڑھ) کے جلسے منعقدہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ فروری ۱۹۲۷ء کی اور دوسرے جلسۂ آگرہ منعقدہ ۳۰، ۳۱ مارچ یکم اپریل ۱۹۲۸ء کی۔

قاضی صاحب نے ان دونوں مقامات کے جلسوں میں تحریری صدارتی خطبے پڑھے جو علمی اور تحقیقی اعتبار سے بے حد اہمیت کے حامل ہیں۔ وہ خطبے مطبوعہ صورت میں اب بھی موجود ہیں۔ دیگر لائق احترام صدور نے بھی تحریری خطبہ ہائے صدارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھے ہوں گے، ممکن ہے کہیں موجود بھی ہوں لیکن کوشش کے باوجود اس فقیر کو ان میں سے کسی عالم دین کے تحریری (مطبوعہ) خطبے کا پتا نہیں چل سکا۔ ممکن ہے اخبار ''اہل حدیث'' (امرتسر) میں چھپے ہوں۔

قاضی صاحب نے دوسرے حج سے واپسی پر ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء کو جہاز میں وفات پائی۔ ان کا جنازہ مولانا اسماعیل غزنوی نے پڑھایا۔ مولانا غلام رسول مہر بھی اسی جہاز میں سوار تھے۔ انھوں نے سفرنامہ حج میں قاضی صاحب کی علمی سرگرمیوں اور ان کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ سفرنامہ مشہور مصنف ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری نے مرتب کر کے شائع کیا۔

قاضی صاحب کے حالات میں ''تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری'' کے نام سے اس فقیر نے ایک مستقل کتاب لکھی جو پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اور مکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ لاہور، نے شائع کی ہے۔ ممتاز سکالر پروفیسر عبدالجبار شاکر نے ''حرفِ اوّل'' کے عنوان سے اس پر مقدمہ لکھا۔ قاضی صاحب کا تذکرہ میں نے اپنی ایک کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدامِ قرآن'' میں بھی کیا ہے۔

⑨...... مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کا شمار تقسیم ملک سے پیشتر کے نامور اصحاب علم اور ممتاز اہل قلم میں ہوتا ہے۔ ان کے خاندان کا سکونتی تعلق پنجاب کے ضلع گجرات کے ایک شہر کنجاہ سے تھا۔ ان کے والد پیدائشی طور پر ہندو (کھتری) تھے اور ان کا نام مول سنگھ تھا۔ وہ گوجراں والا میں پوسٹ ماسٹر تھے۔ ملازمت کے دوران مسلمان ہو گئے اور اپنا نام محمد سعید رکھ لیا۔ پھر یہاں سے نکلے اور دیوبند پہنچے۔ وہاں کے اساتذہ سے کچھ تعلیم حاصل کی۔ پھر جون پور کے مدرسہ امام بخش میں داخلہ لیا۔ وہاں حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری کا سلسلۂ درس جاری تھا، ان سے اخذ فیض کیا۔ بعد ازاں عازم دہلی ہوئے اور حضرت میاں سید نذیر حسین سے تفسیر اور حدیث کی کتابیں پڑھیں، اور برصغیر کے مشہور علماء میں شمار کیے گئے۔

پھر وقت نے کروٹ لی اور بنارس چلے گئے۔ وہاں اپنے نام کی مناسبت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ سعیدیہ جاری کیا، جس سے کثیر تعداد میں علماء وطلباء مستفید ہوئے۔ وہیں سعید المطابع کے نام سے مطبع قائم کیا۔ کتابیں بھی تصنیف کیں۔ یعنی تدریس، تصنیف، طباعت، اشاعت، خطابت تمام امور خیر انجام دیے۔

اب ان کا مستقل ٹھکانا بنارس تھا اور انھیں مولانا محمد سعید بنارسی کہا جاتا تھا۔ ان کے پانچ بیٹے تھے علی الترتیب ان کے نام یہ تھے:

① ...... عبدالرحمٰن، ② ...... محمد ابوالقاسم خاں سیف، ③ ...... ابومسعود خاں قمر ④ ...... قاری احمد سعید اور ⑤ ...... عبدالآخر۔ ان پانچوں کا شمار اپنے دور کے ممتاز علمائے کرام میں ہوتا تھا۔

ان سطور میں ہمارا مقصد مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کے متعلق کچھ باتیں عرض کرنا ہے۔ وہ یکم شوال ۱۳۰۷ھ (۲۱ مئی ۱۸۹۰ء) کو بنارس میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ''محمد فاضل قادر'' (۱۳۰۷ء) تھا۔ علوم متداولہ مختلف جلیل القدر اساتذہ سے پڑھے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور ان کے استاذ محترم حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے حضور بھی زانوئے شاگردی تہ کیے۔ اس قدر سریع الفہم اور تیز ذہن تھے کہ صرف سولہ سال کی عمر میں درسی کتابیں پڑھ لیں۔ قرآن مجید بھی حفظ کرلیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے والد مولانا محمد سعید بنارسی کے جاری کردہ مدرسہ سعیدیہ (بنارس) کی مسند درس پر متمکن ہوگئے۔

اپنے عہد کی سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیا اور آزادیٔ ملک کی جدوجہد کی پاداش میں کئی بار جیل گئے۔

تصنیف وتالیف میں بھی بڑا نام پایا۔ قرآن وحدیث، مناظرہ ومجادلہ اور اپنے مسلک کی حمایت ومدافعت کے سلسلے میں پچاس سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں جو اہل علم میں مقبول ہوئیں۔

انھوں نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے دو سالانہ جلسوں کی صدارت کا شرف حاصل کیا۔ ایک پٹنہ کے جلسے کی صدارت کی جو ۶، ۷، ۸ نومبر ۱۹۳۱ء کو منعقد ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے متوآئمہ (ضلع اعظم گڑھ) کے جلسے کی، جس کا انعقاد ۲، ۳، ۴۔ اپریل ۱۹۴۳ء کو عمل میں آیا۔

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کا وقت آخیر اس طرح آیا کہ وہ ۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء (۳ صفر ۱۳۶۹ھ) کو نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مسجد میں وضو کررہے تھے کہ دفعۃً ان پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور اسی وقت ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مرحوم یگانۂ روزگار عالم، شیوہ بیان مقرر اور نکتہ سنج مناظر تھے۔ حدیث وفقہ کی جزئیات پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔

⑩...... مولانا محمد جوناگڑھی دہلوی نے علاقہ میوات کے ایک مقام شکراوہ کے جلسے کی صدارت فرمائی جو ۲۲، ۲۳، ۲۴ مئی ۱۹۳۷ء کو منعقد ہوا۔ مولانا جوناگڑھی کا سال ولادت ۱۸۹۰ء ہے اور ان کا مولد ہے ہندوستان کے صوبہ گجرات کا شہر جوناگڑھ......! وہ وہاں کی میمن برادری کے فرد تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن کے ایک عالم مولانا عبداللہ جوناگڑھی سے حاصل کی۔ اس کے بعد دل میں مزید حصولِ علم کے جذبے نے جوش مارا تو ۱۹۱۲ء میں دہلی آئے اور مدرسہ امینیہ میں داخل ہوئے۔ پھر جلد ہی حضرت میاں سید نذیر حسین کے تلمیذ مولانا عبدالوہاب مرحوم ومغفور کے قائم کردہ مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں چلے گئے۔ درسیات کی تکمیل اسی مدرسے میں کی۔ بعض دیگر اصحابِ علم سے بھی کسب فیض کیا۔ علوم عقلیہ مولانا محمد اسحاق منطقی دہلوی سے پڑھے۔

تکمیل تعلیم کے بعد دہلی کو اپنا مسکن قرار دے لیا اور مدرسہ محمدیہ کے نام سے ایک مدرسہ جاری کیا۔ ''اخبار محمدی'' کا اجرا بھی عمل میں آیا۔ مختلف مسائل سے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف کیں مثلاً زکوۃ محمدی، صلوٰۃ محمدی، صیام محمدی، حج محمدی، توحید محمدی۔ اس طرح محمدیات کا ایک طویل سلسلہ چلا جو بہت پسند کیا گیا اور لوگوں نے بڑے شوق سے ان کتابوں کا مطالعہ کیا۔

تفسیر ابن کثیر کا اردو ترجمہ کیا، جو تفسیر محمدی کے نام سے چھپا۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ کی ضخیم تصنیف اعلام الموقعین کو اردو کے قالب میں ڈھالا تو اس ترجمے کا نام ''دین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمدی'' رکھا۔ یہ ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر سے گزرا تو انھوں نے ایک خط کے ذریعے اس ترجمے کی تحسین کی۔

مولانا ممدوح اپنے عہد کے مشہور خطیب، معروف مناظر، نامور مصنف اور شگفتہ قلم مترجم تھے۔ وہ اپنی تصانیف خود ہی شائع کرتے تھے۔ دہلی سے اپنے عزیزوں سے ملاقات کے لیے اپنے آبائی وطن جوناگڑھ گئے تو وہیں ۲ صفر ۱۳۶۰ھ (یکم مارچ ۱۹۴۱ء) کو حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پاگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

⑪......مولانا ثناء اللہ امرتسری کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے تین سالانہ جلسوں کا صدر بنایا گیا۔ ایک چھپرہ کے جلسے کے جو ۸، ۹، ۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء کو منعقد ہوا۔ ان کی صدارت میں دوسرا جلسہ آرہ کا تھا جس کی تاریخ انعقاد ۲۹، ۳۰ نومبر و یکم دسمبر ۱۹۴۰ء تھی اور تیسرا جلسۂ دہلی تھا جو ۷، ۸، ۹ مارچ ۱۹۴۴ء کو ہوا۔

مولانا ممدوح کی ولادت ۱۸۶۸ء کو امرتسر میں ہوئی۔ وہ نسلی اعتبار سے کشمیری پنڈتوں کے منٹو خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس نے کسی زمانے میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ مولانا کے اسلاف دراصل کشمیر کے علاقہ ڈوڈ (تحصیل اسلام آباد، ضلع سری نگر) کے رہنے والے تھے جو مولانا کی ولادت سے آٹھ سال پہلے ۱۸۶۰ء میں ترکِ وطن کر کے امرتسر چلے گئے تھے۔ موجودہ جغرافیائی اعتبار سے امرتسر، ہندوستان کے صوبہ مشرقی پنجاب میں شامل ہے۔

مولانا کے والد کا نام خضر جو تھا۔ ابھی سات برس کو پہنچے تھے کہ والد وفات پاگئے۔ چودہ برس کے ہوئے تو والدہ بھی انتقال کرگئیں۔ اب انھوں نے حضرت مولانا احمد اللہ امرتسری سے حصولِ علم کا آغاز کیا، جنھیں رئیس امرتسر کہا جاتا تھا۔ ان سے درسیات کی مختلف کتابیں پڑھیں۔ پھر حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کی خدمت میں حاضری دی۔ ان سے کتب حدیث کی تکمیل کی اور ۱۸۸۹ء میں سند فراغت لی۔ بعدازاں دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین کے بابِ فضیلت پر دستک دی۔ ان کی خدمت میں حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کی طرف سے عطا کردہ سند پیش کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے ان سے چند احادیث سنیں اور سند واجازہ سے بہرہ ور فرمایا۔

مولانا موصوف برصغیر کی وہ عظیم شخصیت تھے جنھوں نے تصنیف وتالیف، حاضر جوابی اور مناظرے میں بے حد شہرت پائی۔ ان کا زمانہ متحدہ ہندوستان کا زمانہ تھا، جس میں ہندو، عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ اسلام اور اس کی تعلیمات پر زبردست حملے کر رہے تھے، مولانا نے ان سب سے پنجہ آزمائی کی اور ہر محاذ پر ان کا مقابلہ کیا۔

انھوں نے عربی اور اردو میں قرآنِ مجید کی تفسیریں لکھیں، حدیث رسول (ﷺ) سے متعلق کتابیں تصنیف کیں، عیسائیوں، آریوں، سناتن دھرمیوں، مرزائیوں، شیعوں، دیوبندیوں، بریلویوں وغیرہ سے مناظرے کیے اور ان کے خلاف کتابیں لکھیں۔ مرزائی بالخصوص ان کا بہت بڑا ہدف تھے۔ ان کی تصنیفی اور مناظراتی تگ وتاز کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ بحث ومناظرے میں وہ جس مقام پر پہنچے، برصغیر کا کوئی شخص وہاں تک نہ پہنچ سکا۔

ان کا اخبار ہفت روزہ ''اہل حدیث'' اپنے دور کا مقبول ترین اخبار تھا۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم حلقوں میں بھی اس کی مانگ تھی، اس لیے کہ ہر مذہب سے متعلق اس کے ہر شمارے میں بحث کی جاتی تھی۔ میل جول اور معاشرتی تعلقات میں بھی مولانا امرتسری کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ وہ نہایت مہذب اور شائستہ اطوار عالم دین تھے۔ لوگوں کے ہم درد، غریبوں کے مددگار، مستحقین کے معاون، اہل علم کے قدر دان، چھوٹوں کے مشفق۔ وہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

اگست ۱۹۴۷ء میں ان کے اکلوتے بیٹے مولانا عطاء اللہ امرتسر میں شہید ہوگئے تھے۔ اسی اثنا میں وہ اہل وعیال سمیت پاکستان آگئے۔ کچھ عرصہ گوجراں والا میں قیام رہا۔ پھر سرگودھا چلے گئے۔ وہیں ۱۵۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو ان کا انتقال ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے قیام کے وقت انھیں اس کے ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا تھا۔ آزادئ وطن تک وہ اس منصب پر فائز رہے اور اس منصب کی ذمہ داریوں کو خوب نباہا۔

ان کے حالات متعدد حضرات نے لکھے ہیں۔ میں نے اپنی ایک کتاب ''بزم ارجمنداں'' میں ان پر طویل مضمون لکھا ہے۔ نیز ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

⑫...... مولانا عبدالقادر قصوری نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے صرف ایک جلسے کی صدارت کی جو (موجودہ جغرافیائی حالات کے مطابق مشرقی پنجاب کے) ضلع گورداس پور کے ایک قصبے فتح گڑھ چوڑیاں میں ۷، ۸، ۹۔ اپریل ۱۹۳۹ء کو منعقد ہوا۔ متحدہ پنجاب میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا یہ آخری جلسہ تھا۔

مولانا عبدالقادر قصوری ضلع گوجراں والا کے ایک قصبے دلاور چیمہ میں ۱۸۶۳ء کے پس وپیش پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ انھوں نے اورینٹل کالج (لاہور) میں تعلیم حاصل کی اور پھر لا کالج میں داخلہ لیا۔ ۱۸۸۵ء کے لگ بھگ قصور میں وکالت شروع کی اور جلد ہی ان کا شمار ملک کے مشہور وکلاء میں ہونے لگا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء میں ہندوستان کی انگریزی حکومت کے خلاف تحریک شروع ہوئی اور ترکِ موالات اور عدم تعاون کا سلسلہ چلا تو جن وکلاء نے وکالت چھوڑ دی تھی، مولانا عبدالقادر قصوری بھی ان میں شامل تھے۔ ان کا شمار ملک کے بڑے سیاسی رہنماؤں میں ہوتا تھا۔ لوگ ان کے اندازِ سیاست اور طریق گفتگو سے بہت متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک وہ پنجاب کانگرس کے منصب صدارت پر فائز رہے۔ مجلس خلافت کے بھی وہ عظیم رہنما تھے۔

مولانا ابوالکلام آزاد سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ مولانا بھی ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

مولانا عبدالقادر قصوری نے ۱۶۔ نومبر ۱۹۴۲ء کو لاہور میں وفات پائی اور قصور میں دفن کیے گئے۔ میں نے ''قصوری خاندان'' کے نام سے کتاب لکھی ہے، جس میں ان کے اور ان کے اسلاف واخلاف کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب دوسو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

تقسیم ملک تک آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسوں کے سالانہ جلسوں اور ان کے صدروں کے بارے میں گزارشات ختم ہوئیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیسواں باب

پاکستان کی مرکزی جمعیت کی کانفرنسیں اور ان کے صدور

اب مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان اور مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے جلسوں (کانفرنسوں) اور ان حضرات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جنھوں نے ان کانفرنسوں کی صدارت فرمائی۔ یہ کل بائیس کانفرنسیں ہیں جو ۱۹۴۹ء سے ۲۰۰۸ء تک منعقد ہوئیں۔ دس مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی اور بارہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی۔ ان بارہ میں سے چھ یک روزہ ہیں۔ آئندہ سطور میں ان سہ روزہ، دو روزہ اور یک روزہ تمام کانفرنسوں کی تاریخ وار ترتیب انعقاد ملاحظہ فرمایئے۔

① ......مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی اوّلیں کانفرنس ۲۷، ۲۸، مئی ۱۹۴۹ء کو لاہور میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ مولانا ممدوح مرکزی جمعیت کے نظم میں شامل نہیں تھے، لیکن انھوں نے اس کی پہلی دو روزہ کانفرنس کی صدارت فرمائی اور اس میں تحریری خطبۂ صدارت پڑھا۔ میں اس وقت مرکزی جمعیت کا آفس سیکرٹری تھا۔ مولانا کا قیام دارالعلوم کے ایک کمرے میں تھا۔ وہیں مرکزی جمعیت کا دفتر تھا۔ مولانا دو روز یہاں تشریف فرما رہے۔ اس دوران میں یہ فقیر بہ طور خادم ان کے قریب تر رہا۔ کانفرنس کے دوسرے روز انھوں نے اپنے خطبہ صدارت کی کاپی مجھے عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ میں اسے ''نوائے وقت'' کے ایڈیٹر حمید نظامی کو پہنچاؤں اور ان کا پیغام دوں کہ اسے ''نوائے وقت'' میں شائع کیا جائے۔ چناں چہ میں نے تعمیل ارشاد کی اور خطبہ چھپا، لیکن یہ معلوم نہیں کہ پورا خطبہ چھپا یا اس کا کوئی حصہ۔ البتہ کانفرنس کے متعلق خبریں میں لاہور کے تمام اخبارات کو بھجواتا تھا اور وہ روزانہ چھپتی تھیں۔

کانفرنس کے صدر استقبالیہ مولانا محمد حنیف ندوی تھے۔ انھوں نے بھی تحریری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطبہ صدارت پڑھا۔ اس وقت جماعت کا کوئی اپنا اخبار نہ تھا۔ مولانا محمد حنیف ندوی کی ادارت میں ۱۹۔ اگست ۱۹۴۹ء کو اخبار الاعتصام جاری ہوا تو ان کا خطبہ استقبالیہ اس اخبار کے ۱۸، ۱۹ نومبر اور ۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کے تین شماروں میں چھپا۔ مولانا ندوی نے ۱۲۔ جولائی ۱۹۸۷ء کو وفات پائی۔

کانفرنس کی صدارت کی منظوری لینے کے لیے مولانا سیالکوٹی کی خدمت میں پہلے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو بھیجا گیا، وہ رضا مند نہ ہوئے تو پھر خود مولانا داؤد غزنوی گئے۔ میں اور حاجی محمد اسحاق حنیف بھی ان کے ساتھ تھے۔ مولانا نہایت تپاک سے ملے اور صدارت کی منظوری دے دی۔

مرکزی جمعیت کے تاسیسی اجلاس کے شرکاء میں سے اس وقت دو آدمی اس دنیا میں موجود ہیں، ایک مولانا معین الدین لکھوی اور دوسرا یہ فقیر۔ مولانا لکھوی کو مولانا سیالکوٹی سے تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ وہ اپنے اس لائق شاگرد پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ اس کی وجہ شاگرد کا خاندانی مرتبہ بھی تھا اور اس کی ذکاوت وذہانت بھی......!

مولانا سیالکوٹی برصغیر کے عالی قدر عالم تھے۔ ان کا مختصر تذکرہ گزشتہ سطور میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے قیام اور اس کی تنظیم کے سلسلے میں کیا جاچکا ہے۔ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''قافلہ حدیث'' نیز دیکھیے ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن''۔

②......مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی دوسری سالانہ کانفرنس ۲، ۳، ۴۔ اپریل ۱۹۵۴ء کو بہ صدارت مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب، ملتان میں منعقد ہوئی۔ مولانا موصوف برصغیر کی سیاست کے نامور رکن اور جماعت اہل حدیث کی ممتاز شخصیت مولانا عبدالقادر قصوری کے دوسرے صاحب زادۂ گرامی قدر تھے۔ اگست ۱۸۹۲ء میں قصور میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے پاس کرنے کے بعد ۱۹۱۱ء میں مزید تعلیم کے لیے انگلستان گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ یونیورسٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں طلبا کی مسلم ایسوسی ایشن کے صدر منتخب کیے گئے۔ وہاں کے اساتذہ اور طلبا میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کیمبرج میں بیرسٹری کے لیکچر پورے کر لیے تھے، لیکن سند نہیں لے سکے تھے کہ وطن واپس آ گئے۔ پھر یورپ میں جنگ عظیم شروع ہو گئی اور واپس جانا ممکن نہ رہا۔ جولائی ۱۹۱۴ء میں وطن آئے، اسی مہینے کی ۲۸ تاریخ کو جنگ شروع ہوئی جو نومبر 1918ء تک چار سال جاری رہی۔ تمام یورپی دنیا اس کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔

اب وہ ملکی سیاسیات میں حصہ لینے لگے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکیم اجمل خاں اور بعض دیگر سیاسی شخصیات نے انھیں افغانستان جانے کا مشورہ دیا اور وہ مارچ ۱۹۱۵ء میں افغانستان پہنچے۔ اس زمانے میں کابل کا حکمران امیر حبیب اللہ خاں تھا۔ اس سے گفتگو ہوئی تو اس نے ان کو کابل کے حبیبیہ کالج کے پرنسپل بنا دیا۔ بعد ازاں وہاں آزاد ہندوستان حکومت قائم کی گئی، جس کے صدر راجا مہندر پرتاپ، نائب صدر مولانا عبید اللہ سندھی، وزیر اعظم مولانا برکت اللہ بھوپالی، وزیر خارجہ مولانا محمد علی قصوری اور وزیر دفاع مولانا محمد بشیر کو بنایا گیا، جن کا اصل نام عبدالرحیم تھا اور انھیں مرکز مجاہدین میں شہید کر دیا گیا تھا۔

مولانا محمد علی قصوری انگریزی، عربی، فارسی، اردو، پشتو، پنجابی وغیرہ متعدد زبانوں پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ مصنف اور مترجم بھی تھے۔ نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔ فیاض اور سخاوت پیشہ ...... پیکر شرافت اور حسن اخلاق سے مزین۔ ان کی زندگی کا کارواں عجیب وغریب ادوار سے گزرا جس کی تفصیل انھوں نے اپنی ایک کتاب ''مشاہداتِ کابل و یاغستان'' میں بیان کی ہے۔ مولانا ممدوح نے ۱۲۔ جنوری ۱۹۵۶ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پائی۔ اس خاندان کے حالات میں نے ایک مستقل کتاب ''قصوری خاندان'' میں تفصیل سے لکھے ہیں۔

ملتان کانفرنس کے صدر استقبالیہ مولانا محمد اسحاق چیمہ تھے جو ۱۵۔ مئی ۱۹۲۱ء کو پیدا اور ۲۳ مارچ ۱۹۹۳ء کو فوت ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

③...... مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی تیسری کانفرنس ۳، ۴۔ اپریل ۱۹۵۵ء کو لائل پور (موجودہ فیصل آبادی) میں مولانا اسماعیل غزنوی کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ مولانا ممدوح خاندان غزنویہ کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت سید عبداللہ غزنوی کے پوتے، حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی کے فرزند اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے چچا زاد بھائی۔ اسی کانفرنس کے موقعے پر ۴۔ اپریل ۱۹۵۵ء کو جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

مولانا اسماعیل غزنوی کا سانحہ ارتحال شب کے ساڑھے نو بجے ۱۳ جون ۱۹۶۰ء کو پیش آیا۔

اس کانفرنس کے صدر استقبالیہ مولانا محمد صدیق لائل پوری تھے۔

لائل پور کانفرنس کی ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ کے فیصلے کے مطابق اس میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی دعوت شرکت دی گئی تھی اور ایک اجلاس کی صدارت کے لیے عرض کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں انھیں مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے تار دیا تھا اور اس زمانے میں کسی معاملے میں جلد اطلاع پہنچانے کا ذریعہ تار ہی تھا۔ مجلس عاملہ کے تقریباً تمام ارکان کو یقین تھا کہ مولانا کانفرنس میں ضرور تشریف لائیں گے۔ مولانا آزاد نے تار کا فوراً بذریعہ تار جواب دیا۔ انھوں نے دعوت کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ میں کانفرنس میں ضرور شرکت کرتا اور پاکستان کی جماعت اہل حدیث کے ارکان سے ملاقات کر کے مجھے خوشی ہوتی لیکن ان دنوں پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا ہے اور وزارت تعلیم کے بجٹ کے معاملات زیر بحث ہیں جن میں میری موجودگی ضروری ہے، اس لیے معذرت خواہ ہوں کہ تمنا کے باوجود کانفرنس میں شرکت نہیں کر سکتا۔

مولانا آزاد کا تار مولانا داؤد غزنوی کے نام آیا تھا۔ مولانا غزنوی سے یہ تار لائل پور کے مولانا عبیداللہ احرار نے لے لیا اور پھر انہی کے پاس رہا۔ انھوں نے بے شمار لوگوں کو تار دکھایا۔ اس تار کی حیثیت ان کے نزدیک بہت بڑے ''تبرک'' کی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور وہ واقعی بہت بڑا یادگار تبرک تھا۔

④...... مغربی پاکستان کی جمعیت اہل حدیث کی چوتھی کانفرنس ۱۲، ۱۳، ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو گوجراں والا میں علامہ خلیل عرب کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ علامہ ممدوح شیخ محمد یمانی کے بیٹے اور حضرت شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی کے پوتے تھے۔ بلند مرتبہ خاندان کے بلند مرتبہ رکن۔ برصغیر کے کئی تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں ان کی تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ عربی کے عظیم سکالر اور ممتاز ادیب تھے۔ انھوں نے اگست ۱۹۶۶ء کو کراچی میں سفر آخرت اختیار کیا۔

صدر استقبالیہ تھے، مولانا محمد اسماعیل سلفی۔

گوجراں والا میں اس وقت خواتین کانفرنس بھی ہوئی تھی جس کی صدارت علامہ خلیل عرب کی صاحب زادی عطیہ نے کی تھی اور خطبۂ صدارت پڑھا تھا۔ اہل حدیث کے ہاں یہ اس قسم کی پہلی کانفرنس تھی۔

⑤...... پانچویں کانفرنس مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی صدارت میں ۱۴، ۱۵، ۱۶ مارچ ۱۹۵۸ء کو سرگودھا میں ہوئی۔ مولانا غزنوی ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۳ء کے آخر تک پندرہ سال مرکزی جمعیت کے صدر اور امیر رہے۔ اس عرصے میں ملک کے مختلف مقامات میں جمعیت کی سات کانفرنسیں ہوئیں، لیکن مولانا نے صرف ایک کانفرنس کی صدارت فرمائی، وہ بھی جمعیت کے علما وزعما کے شدید اصرار پر......! اس کانفرنس میں انھوں نے تحریری خطبۂ صدارت پڑھا۔ یہ خطبہ جماعت کی تاریخ بھی تھا، ادب وانشا کا بہترین عکاس بھی تھا اور پُر درد دعوت عمل بھی......!

مولانا ۱۸۹۵ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ برصغیر کے اجل علما سے تحصیل علم کی۔ ملک کی سیاسی اور دینی تحریکوں میں قائدانہ حیثیت سے حصہ لیا۔ آزادئ برصغیر کے لیے کم وبیش دس سال جیلوں میں گزارے۔ زور دار مقرر اور جرأت مند خطیب تھے۔ اللہ نے حسن کی دولت سے بھی ان کو خوب نوازا تھا۔ وظائف واوراد کے پابند اور اپنے آبا واجداد کی حسین ترین یادگار۔ اپنے آبائی دارالعلوم کے لیے ہمیشہ چوٹی کے اساتذہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدمات حاصل کیں۔ طلبا کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت کا بھی اہتمام فرماتے۔ ان کے عہد اہتمام میں دارالعلوم میں کوئی طالب علم ننگے سر نہ نماز پڑھ سکتا تھا، نہ اِدھر اُدھر جا سکتا تھا۔ تہجد گزار اور صالحیت شعار۔ ہر نماز کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ لمبی دعا کرتے۔ تمام طبقہ وفکر کے علماء ان کا احترام کرتے تھے۔ انھوں نے صبح کے نو بجے ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔ دوسرے دن (۱۷۔ دسمبر کو) ٹھیک نو بجے صبح ان کا جنازہ ایک لاکھ سے زائد افراد کی معیت میں ان کی عارضی قیام گاہ سے ان کے مستقل ٹھکانے کی طرف روانہ ہوا۔ یونیورسٹی گراؤنڈ میں مولانا محمد اسماعیل سلفی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے میں رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے دوسرے دن ''الاعتصام'' میں اشاعت کے لیے ایک مضمون لکھ کر اس عاجز کے حوالے کیا، جس کا عنوان تھا: ''اخاء اربعین سنۃ۔''

میں نے کاتب کو دینے سے پہلے مضمون پڑھا تو ایسے محسوس ہوا کہ عالی قدر مضمون نگار نے الفت واخوت کے تمام عناصر جمع کر کے انتہائی عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ کاغذ پر مرتسم کر دیے ہیں۔ وقت بھی کتنا برق رفتار ہے۔ آج ۱۵۔ فروری ۲۰۰۹ء کو جب یہ سطور لکھ رہا ہوں تو حساب لگایا کہ اس سراپا عظمت مضمون نگار کو بھی اس عالم فانی سے رخصت ہوئے اکتالیس برس ہو گئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی وفات سے چار سال دو مہینے بعد ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو اس جہانِ آب وگل کو الوداع کہا اور عالم جاودانی کو روانہ ہوئے۔

اے اللہ! ان سب کے لیے اپنی آغوشِ رحمت وا فرما دے۔ تو ہی مغفرت فرمانے والا ہے...... ہم گناہ گاروں کو بھی اپنے صالح بندوں میں شامل فرما۔

سرگودھا کانفرنس کے صدر استقبالیہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے پوتے مولانا رضاء اللہ ثنائی تھے۔ وہ ۲۲۔ اپریل ۱۹۷۵ء (۹۔ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ) کو سرگودھا میں فوت ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑥...... چھٹی کانفرنس دراصل جامعہ سلفیہ کانفرنس تھی جو ۲۰، ۲۱، ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) میں منعقد ہوئی۔ اس کے صدر تھے حاجی محمد یعقوب مالک فضل ربی ریڈیو کمپنی حیدر آباد (سندھ)۔

⑦...... ساتویں کانفرنس کی تاریخ انعقاد ۲، ۳، ۴ نومبر ۱۹۶۲ء تھی جو لاہور میں ہوئی۔ صدر کانفرنس مولوی عبدالعزیز (سابق چیف جسٹس ریاست فرید کوٹ مشرقی پنجاب) تھے۔ مولوی صاحب ممدوح ریاست فرید کوٹ کے ایک گاؤں ارائیاں والا کے رہنے والے تھے اور ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اس گاؤں کے تمام لوگ اہل حدیث مسلک کے حامل تھے۔ مہاراجا فرید کوٹ نے مولوی عبدالعزیز کو ''خان بہادر'' کا خطاب دیا تھا۔ پہلے فرید کوٹ شہر میں اہل حدیث کی کوئی مسجد نہ تھی۔ مولوی عبدالعزیز اور دیگر باشندگانِ شہر کی کوشش سے وہاں اہل حدیث کی مسجد تعمیر ہوئی۔ اس مسجد میں ہر رمضان المبارک میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی نمازِ تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

آزادیٔ وطن کے بعد مولوی عبدالعزیز بورے والا (ضلع وہاڑی) آبسے تھے۔ وہیں ۱۸۔ دسمبر ۱۹۶۶ء کو وفات پائی۔ ان کے چھوٹے بھائی کا نام مولوی محمد رفیق تھا۔ وہ سرگودھا چلے گئے تھے۔ ان کا انتقال سرگودھا میں ہوا۔

اس کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے صدر حاجی محمد اسحاق حنیف تھے۔

⑧...... آٹھویں کانفرنس مولانا محی الدین احمد قصوری کے زیر صدارت سیالکوٹ میں منعقد کی گئی۔ تاریخ انعقاد ۲، ۳، ۴۔ اپریل ۱۹۶۵ء تھی۔ مجلس استقبالیہ کے صدر حاجی محمد شفیع سیٹھی تھے۔

مولانا محی الدین احمد قصوری اپریل ۱۸۸۹ء میں بمقام قصور پیدا ہوئے۔ وہ برصغیر کے مشہور اہل حدیث عالم دین مولانا عبدالقادر قصوری کے بڑے بیٹے تھے۔ انھوں نے ۱۹۱۱ء میں بی اے کی سند حاصل کی۔ دینیات کی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

کچھ عرصہ مولانا ابوالکلام آزاد کے پاس کلکتہ میں قیام رہا۔ آزادیٔ وطن کے سلسلے میں ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۹ء تک تین سال دسوہہ (ضلع جالندھر، مشرقی پنجاب) میں نظر بند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے۔سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی جو چھپ گئی۔سورہ یوسف کی تفسیر لکھی جو چھپ نہ سکی۔سورہ نور کی تفسیر کا کچھ حصہ لکھا یا پوری تفسیر لکھی۔مختلف رسائل وجرائد میں بے شمار مضامین لکھے۔میرے زمانۂ ادارت میں ''الاعتصام'' میں ان کے بہت سے مضامین شائع ہوئے۔انھوں نے ۲۴۔جنوری ۱۹۷۱ء کو وفات پائی۔

معین قریشی جنھیں ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء کو تین مہینے کے لیے پاکستان کے نگران وزیر اعظم بنایا گیا تھا، انہی مولانا محی الدین احمد قصوری کے بڑے بیٹے ہیں۔اُس وقت وہ امریکا میں ورلڈ بینک کے وائس چیئر مین تھے۔

مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب کے (جن کی صدارت میں ملتان کانفرنس منعقد ہوئی تھی) بڑے بھائی تھے۔پرویز مشرف کی بدنام زمانہ حکومت کے سابق وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری، ان کے حقیقی بھتیجے ہیں۔

میں نے اس خاندان کے ارکان کا مفصل تذکرہ اپنی ایک کتاب ''قصوری خاندان'' میں کیا ہے جو ۱۹۹۴ء میں قاضی محمد اسلم سیف مرحوم نے مکتبہ تعلیمات اسلامیہ ماموں کانجن ضلع فیصل آباد کی طرف سے شائع کی تھی۔

⑨......مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی نویں کانفرنس ۳، ۴، ۵ نومبر ۱۹۶۷ء کو سید پیر محب اللہ شاہ راشدی کی صدارت میں لاہور میں منعقد ہوئی۔اس کے صدر استقبالیہ مولانا محمد حنیف ندوی تھے۔

سید محب اللہ شاہ راشدی علاقہ سندھ کے دودمان سادات کے عظیم رکن تھے جو ۲۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے۔مقام ولادت پیر جو گوٹھ ہے جو نیو سعید آباد کے قریب ضلع حیدرآباد میں اس سے تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

علم وعمل، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف میں اس خاندان کو خاص شہرت حاصل ہے۔

اس خاندانِ سادات کے مورثِ اعلیٰ سید محمد راشد شاہ تھے، انہی کے نام کی نسبت سے ان کو ''راشدی'' کہا جاتا ہے۔سید محمد راشد شاہ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام سید محمد یاسین شاہ تھا اور ایک کا سید صبغت اللہ شاہ......! منقول ہے کہ سید محمد راشد شاہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ایک جھنڈا تھا، جس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ جھنڈا انھیں افغانستان کے بادشاہ نے ان کی نیکی اور صالحیت کی بنا پر دیا تھا۔ یہ جھنڈا انھوں نے اپنے بیٹے سید محمد یاسین شاہ کو عنایت فرمایا، جس کی وجہ سے وہ جھنڈا والے پیر یا پیر آف جھنڈا (یعنی صاحب العلم) کہلائے۔ یہ جھنڈا اب بھی موجود ہے جو ان کی اولاد میں سے اس خوش بخت کے حصے میں آتا ہے جو یکے بعد دیگرے ان کا جانشین قرار پاتا ہے۔

سید محمد راشد شاہ کے دوسرے بیٹے سید صبغت اللہ شاہ کے حصے میں دستار (یعنی پگڑی) آئی۔ ان کی اولاد پیر پگاڑا کہلائی۔ اس دستار یا پگڑی کے وارث آج کل پیر مردان شاہ ہیں جو حروں کے پیر ہیں۔ انھیں پیر پگاڑا کہا جاتا ہے۔ وہ پاکستان کی سیاست کے معروف کردار ہیں۔

سید محب اللہ شاہ نے تصنیف وتالیف میں بڑا نام پایا۔ اردو میں ستائیس کتابیں لکھیں۔ عربی میں گیارہ اور سندھی زبان میں انیس کتابیں تصنیف کیں۔ حدیث، فقہ، تفسیر، فتوے، تاریخ، اسماء الرجال غرض ہر اہم موضوع پر انھوں نے قلم کو حرکت دی اور جو لکھا، تحقیق سے لکھا۔ ان کی بعض کتابیں ابھی شائع نہیں ہوئیں۔

وہ متواضع، منکسر اور بلند اخلاق عالم دین تھے۔ قدیم وجدید دونوں میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کے اساتذہ کا حلقہ بڑا وسیع ہے۔ جن حضرات سے انھوں نے سند لی ان میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی بھی شامل ہیں۔

ان کا کتب خانہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ لاکھوں کتابوں پر مشتمل ہے۔ شائقین مطالعہ اس کتب خانے سے بہت فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پیر محب اللہ شاہ صاحب، سید پیر بدیع الدین شاہ صاحب مرحوم ومغفور کے بڑے بھائی تھے۔ اس عالم ومصنف نے ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو دل کی حرکت بند ہوجانے سے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (۱)

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب کاروان سلف، صفحہ ۳۶۵ تا ۳۹۶۔ شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار، لاہور..... امین پور بازار۔ فیصل آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۰)...... دسویں کانفرنس ۲۷، ۲۸، ۲۹ ستمبر ۱۹۶۸ء کو راولپنڈی میں حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی کے زیر صدارت منعقد کی گئی۔ اس کانفرنس کے صدر استقبالیہ مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح تھے جو اس وقت راولپنڈی کی جامع مسجد اہل حدیث کے منصب خطابت پر فائز تھے۔ حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی تدریسی اور تصنیفی خدمات کا دائرہ نہایت وسعت پذیر ہے۔ ان کے شاگردوں کے شاگردوں کو بھی استاذ الاساتذہ کا مقام حاصل ہے۔ ان کی قوت حفظ کو اللہ کی خاص نعمت سے تعبیر کرنا چاہیے۔ مختلف علوم کی مشکل تریں کتابیں ان کے ذہن میں محفوظ تھیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک چلتا پھرتا کتب خانہ تھے۔ ان کی تاریخ ولادت ۲۷۔ جنوری ۱۸۹۸ء (۴۔ رمضان ۱۳۱۵ھ) ہے۔ گوندلاں والا (ضلع گوجراں والا) ان کا مولد تھا۔ ان کے والد کا اسم گرامی مولوی فضل دین تھا اور وہ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے پینتیس سال کی جوان عمر میں طاعون کی بیماری سے وفات پائی۔ اس وقت حافظ صاحب کی عمر صرف نو سال تھی۔

حضرت کی والدہ باہمت اور صالحہ خاتون تھیں۔ انھوں نے بیٹے کی بہتر طریقے سے تربیت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگے چل کر انھوں نے دینیات کے فاضل، فن طب کے ماہر اور تدریسی اعتبار سے بہت بڑے معلم کی حیثیت سے شہرت پائی جو گوندلاں والا کے غیر معروف گاؤں سے لے کر مدینہ طیبہ کے پرانوار مقامات تک پہنچی اور ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد دنیا کے بے شمار بلاد وقصبات میں اللہ کے دین کی تبلیغ کرنے لگے، درس وتدریس کی صورت میں بھی، تصنیف وتالیف کی شکل میں بھی اور وعظ وخطابت کے رنگ میں بھی۔ یہ سلسلہ ان شاء اللہ آئندہ نسلوں تک چلے گا۔

حضرت کا سلسلۂ فیض رسانی کم وبیش ستر سال تک محیط ہے اور ان کے فیض یافتوں کو شمار میں لانا ممکن نہیں۔ حضرت نے تقریباً نوے (۹۰) برس عمر پا کر ۴۔ جون ۱۹۸۵ء (۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ) کو تین بجے سہ پہر اس جہان فانی کو خیر آباد کہا۔ ۵۔ جون کو دن کے نو بجے ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور گوجراں والا کی سرزمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ان کے جسد خاکی کو بہ درجہ غایت مسرت کے ساتھ اپنی آغوش میں لے لیا۔ ان کے مولد گوندلاں والا کو جو ایک غیر معروف قریہ تھا، انہی کی وجہ سے شہرت دوام ملی۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کی یہ دس کانفرنسیں تھیں۔ اب آئندہ سطور میں مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی کانفرنسوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی (۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء) کے بعد مغربی پاکستان ہی کو پاکستان کا نام دیا گیا۔ بہ ترتیب نمبر شمار ان کانفرنسوں کے انعقاد کا سلسلہ اس طرح چلتا ہے۔

⑪...... گیارھویں کانفرنس ۱۲، ۱۳، ۱۴۔ اپریل ۱۹۷۹ء کو لاہور میں زیر صدارت مولانا معین الدین لکھوی معرض انعقاد میں آئی۔ اس کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے صدر چودھری محمد صادق ایڈووکیٹ تھے۔

مولانا معین الدین لکھوی پنجاب کے اس خاندان کے رکنِ ذی شان ہیں جس کی تصنیفی اور تدریسی سرگرمیاں مسلسل دو صدیوں سے زائد مدت سے جاری ہیں اور ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل اس خاندان کے اصحابِ فضل کا مرکزِ تدریس ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں ''لکھوکے'' نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، جس کی تدریسی تگ ودو کی، مدرسہ محمدیہ (جامعہ محمدیہ) کے نام سے متحدہ ہندوستان کے تمام علمی حلقوں میں دھوم تھی۔ متحدہ پنجاب میں اہل حدیث کا یہ اوّلیں دار العلوم تھا جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے پہلے قائم ہوا تھا۔

تقسیم ملک کے فوراً بعد نئے انداز سے اس کے درس وتدریس کا آغاز اوکاڑہ شہر میں ہوا۔ پھر بعض دیگر مقامات میں پہنچا جو ہر جگہ نہایت کامیابی سے جاری ہے۔

مولانا معین الدین یکم جنوری ۱۹۲۱ء کو بمقام لکھوکے پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی مولانا محمد علی لکھوی ہے جو ۱۹۲۸ء کے پس وپیش سے لے کر تادم وفات (۱۹ دسمبر ۱۹۷۳ء) مسجد نبوی (ﷺ) میں درس قرآن وحدیث کی خدمت سرانجام دیتے رہے اور عرب وعجم کے لاتعداد شائقین علم ان سے مستفید ہوئے۔

مولانا معین الدین نے متعدد جلیل القدر اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ پاکستان آنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد بذریعہ انتخاب قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ طویل عرصے تک مرکزی جمعیت اہل حدیث کے منصب امارت پر فائز رہے۔ (۱)

⑫...... بارھویں کانفرنس لاہور میں ۱۸۔ اپریل ۱۹۸۶ء کو مولانا عبداللہ صاحب (گوجراں والا) کی صدارت میں ہوئی۔ یہ یک روزہ جلسہ چند گھنٹوں میں ختم ہو گیا تھا۔ اس کا نام کانفرنسوں کی فہرست میں چوں کہ کانفرنس رکھا گیا ہے، اس لیے ہم نے بھی اسے کانفرنس سے موسوم کر دیا ہے۔

کانفرنس کے صدر مولانا عبداللہ صاحب نامور خطیب اور مدرس تھے۔ ان کی تاریخ ولادت ۱۸۔ مارچ ۱۹۲۰ء ہے اور مولد ہے ضلع سرگودھا کی تحصیل بھلوال کا ایک گاؤں چک نمبر ۱۶۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انھوں نے گوجراں والا میں حضرت حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی سے تحصیل علم کی۔ ماہر درسیات عالم دین تھے۔ حلقۂ تلامذہ بہت وسیع ہے۔ اللہ نے ان کو قوتِ تفہیم سے خوب نوازا تھا۔ دلیل اور زور سے بات کرتے تھے۔ جو کچھ دل میں ہوتا، وہی زبان پر آتا۔ گوجراں والا کے لوگوں پر ان کا بہت اثر تھا۔ گوجراں والا میں جی ٹی روڈ پر جامعہ محمدیہ کا قیام ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی، علامہ محمد مدنی جہلمی، مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری، حافظ محمد شریف فیصل آباد، ڈاکٹر فضل الٰہی، پروفیسر قاضی مقبول احمد، مولانا محمد شمشاد سلفی اور دیگر بہت سے حضرات ان کے شاگردوں کی جماعت میں شامل ہیں۔

۱۹۹۹ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا، جس سے ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سب ختم ہو گیا۔ قوتِ گویائی بھی جواب دے گئی۔ اسی مرض سے وہ ۲۸۔ اپریل ۲۰۰۱ء (۲۳ صفر ۱۴۲۲ھ) کو وفات پا گئے۔ ان کی نماز جنازہ پروفیسر ساجد میر صاحب نے پڑھائی۔ یہ فقیر ان کے جنازے میں شامل تھا۔ (۲)

---

(۱) میں نے حضرت مولانا محمد علی لکھوی اور مولانا معین الدین کے حالات اپنی کتاب بزم ارجمنداں میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ لاہور نے شائع کی ہے۔

(۲) ان کے حالات کے لیے دیکھئے راقم کی کتاب ''دبستانِ حدیث''۔ ص ۳۷۸ تا ۳۸۲۔ شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار۔ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑬...... ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء کی تیرھویں کانفرنس منعقدہ لاہور بھی یک روزہ تھی جو انھی مولانا عبداللہ صاحب موصوف کی صدارت میں ہوئی۔

⑭...... چودھویں اہل حدیث کانفرنس کو ''قضیہ خلیج کانفرنس'' کہا گیا ہے جو ۱۵ فروری ۱۹۹۱ء کو لاہور میں انھی مولانا عبداللہ صاحب کے زیر صدارت ہوئی۔ یہ بھی چند گھنٹوں کا جلسہ تھا۔

⑮...... پندرھویں کانفرنس ''حرمین شریفین کانفرنس'' تھی۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو اسلام آباد میں منعقد کی گئی۔ یہ بھی یک روزہ تھی۔ اس کے صدر تھے وسیم سجاد جو اس وقت سینٹ آف پاکستان کے چیئرمین تھے۔ کسی غیر اہل حدیث کو اپنے کسی جلسے میں شرکت کی دعوت دینا بہت اچھی بات ہے۔ ایسا ہونا چاہیے۔ غیر جماعت کے کسی مقرر سے تقریر کرالینا بھی اچھا کام ہے۔ لیکن کسی غیر کے ہاتھ میں اپنی باگ ڈور تھما دینا اور اسے صدارت کی کرسی پر بٹھا دینا (اگرچہ چند ثانیوں کے لیے ہو) اس فقیر کے نزدیک قرینِ صحت نہیں۔ اگر اس میں کوئی سیاسی یا دنیوی مفاد یا مصلحت پنہاں ہو تو اور بھی قابل اعتراض ہے۔ معلوم نہیں کیوں اتنے بڑے ذمہ دارانہ جماعتی مناصب ایسے لوگوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں، جنھیں جماعت اور اس کے مسلک سے دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کسی غیر اہل حدیث کے جلسے کا کبھی کسی اہل حدیث شخصیت کو صدر نہیں بنایا گیا۔ جب معاملہ یہ ہے تو ہمیں کیا ضرورت ہے کسی غیر اہل حدیث کو اپنے جلسے کا صدر بنانے کی۔

⑯...... سولھویں کانفرنس جو ۶ ستمبر ۱۹۹۱ء کو لاہور میں ہوئی، ''سقوطِ ڈھاکا کانفرنس'' کہلاتی ہے۔ یہ بھی یک روزہ تھی یعنی چند گھنٹوں کی۔ اس کے صدر مرحوم حضرت مولانا عبداللہ (گوجراں والا) تھے۔ اس ''کانفرنس'' کے انعقاد کے وقت سقوط ڈھاکا پر بیس برس گزر چکے تھے اور لوگوں نے اس حادثے کے متعلق سکوت اختیار کر لیا تھا، لیکن ہماری جماعت کو اس حادثے کا شاید اب پتا چلا تھا۔ ممکن ہے اس دن ہماری جماعت نے سقوط ڈھاکا کی اکیسویں ''برسی'' منائی ہو۔ لیکن برسی بھی ۱۶۔ دسمبر کو منائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیے تھی۔ بہر حال ہمارے سربراہوں نے جو ضروری سمجھا، کر دیا۔ اللہ انھیں جزائے خیر سے نوازے، آمین یا رب العالمین۔

⑰...... سترھویں کانفرنس ۱۳۔ نومبر ۱۹۹۲ء کو لاہور میں ہوئی۔ یہ بھی یک روزہ تھی اور مولانا عبداللہ صاحب ممدوح کی صدارت میں ہوئی تھی۔ اس ''یک روزی'' کے صدر استقبالیہ جناب میاں محمد جمیل ایم اے تھے۔

⑱...... اٹھارھویں کانفرنس ۱۷، ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو لاہور میں جناب پروفیسر ساجد میر صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔ صدر استقبالیہ میاں محمد جمیل تھے۔

گزشتہ بہت سالوں سے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے منصب امارت پر پروفیسر ساجد میر صاحب فائز ہیں۔ قدیم وجدید کے ماہر اور خوش گفتار عالم وفاضل......!

⑲...... انیسویں کانفرنس ۲۲، ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ساہی وال میں ہوئی۔ اس کے صدر بھی پروفیسر ساجد میر تھے اور صدر استقبالیہ تھے مولانا عبدالرشید ہزاروی۔

⑳...... بیسویں کانفرنس ۲۶، ۲۷۔ اکتوبر ۲۰۰۰ء کوئی ملتان میں منعقد ہوئی۔ اس کی صدارت بھی پروفیسر صاحب ممدوح نے کی۔ صدر استقبالیہ کا فریضہ سید خالد محمود ندیم نے ادا کیا۔

㉑...... سرگودھا کانفرنس جو ۸، ۹۔ اپریل ۲۰۰۴ء کو ہوئی، اس کے صدر بھی پروفیسر ساجد میر تھے۔ مجلس استقبالیہ کے صدر مولانا ثناء اللہ امرتسری کے پڑپوتے مولانا عرفان اللہ ثنائی تھے۔

㉒...... لاہور کانفرنس کا انعقاد ۶، ۷۔ نومبر ۲۰۰۸ء کو ہوا۔ اس کے صدر بھی پروفیسر صاحب ممدوح تھے۔ مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی کی پہلی کانفرنس سے لے کر نویں کانفرنس تک تمام صدارتی اور استقبالیہ خطبے تحریری تھے جو ان کے صدروں نے پڑھے۔ اس کے بعد گیارھویں کانفرنس کے چودھری محمد صادق ایڈووکیٹ صدر استقبالیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا معین الدین لکھوی صدر کانفرنس تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے خطبات بھی تحریری تھے جو انھوں نے کانفرنس کے کھلے اجلاس میں پڑھے۔ پھر بارھویں کانفرنس سے لے کر اکیسویں کانفرنس تک (جن میں چھ یک روزہ کانفرنسیں ہیں) کسی کانفرنس میں تحریری خطبہ نہیں پڑھا گیا۔ بس تقریریں ہوئیں۔ بائیسویں کانفرنس کے صدر استقبالیہ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم صاحب تھے۔ ان کا خطبہ تحریری تھا۔ (ان کے حالات آگے آئیں گے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکیسواں باب

پروفیسر ساجد میر

پروفیسر ساجد میر صاحب ۲۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سیالکوٹ کے محلّہ میانہ پورہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی عبدالقیوم میر تھا۔ مرے کالج میں گریجویشن کی۔ پرائمری سے ایف اے تک ہمیشہ اوّل پوزیشن حاصل کی اور میرٹ سکالرشپ کے حق دار رہے۔ بی اے میں وظیفہ پایا۔ گورنمنٹ کالج (لاہور) سے انگریزی میں ایم اے کیا۔ محنت سے پڑھتے تھے اور ذہین طالب علم تھے۔ چوں کہ مذہبی خاندان کے فرد تھے، اس لیے علم کے ساتھ عمل کا پہلو ہمیشہ نمایاں رہا۔ یہ بہت بڑا وصف ہے، جس سے اللہ نے انھیں متصف فرمایا۔

ایم اے پاس کرنے کے بعد جناح کالج (سیالکوٹ) میں انگریزی کے لیکچرار مقرر کیے گئے۔ جناح اسلامیہ کالج اور گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ سیالکوٹ میں فرائض تدریس سرانجام دیے۔ یہ سلسلہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۵ء تک پندرہ سال چلا۔ اس اثنا میں جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ میں قرآنِ مجید حفظ کیا۔ درس نظامی کی تکمیل کی اور دارالعلوم تقویۃ الاسلام (لاہور) سے سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۷۵ء میں بہ طور لیکچرار نائیجیریا چلے گئے۔ ۱۹۸۴ء تک وہاں رہے۔ اسی سال واپس وطن آئے تو بہ حیثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر (اسسٹنٹ چیف ایجوکیشن آفیسر) خدمات انجام دینے لگے۔

جماعتی خدمات کئی سال سے سرانجام دے رہے تھے۔ لیکن ۱۹۸۷ء میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کی شہادت کے بعد انھیں جمعیت کے ناظم اعلیٰ بنا دیا گیا۔ پھر ۱۹۹۲ء میں عہدۂ امارت پر فائز کر دیے گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۹۸۵ء سے لے کر اب تک متعدد ملکوں کے دورے کیے اور کئی اسلامی اور بین الاقوامی میٹنگوں میں شرکت کی، جن میں انگلستان، ترکی، فلپائن، عراق، سعودی عرب، کویت، ہندوستان، ملائیشیا، عرب امارات، بلجیم، فرانس، اٹلی وغیرہ شامل ہیں۔

سیاسی خدمات بھی سرانجام دیں اور دے رہے ہیں۔ مسلم لیگ (ن) کی طرف سے کئی سال سے سینٹ کے رکن ہیں۔ عربی، انگریزی، اردو میں یکساں عبور رکھتے ہیں اور قلم وزبان کے ذریعے بے تکلفی سے ان زبانوں میں اظہار مدعا کرتے ہیں۔ جماعت اہل حدیث کے یہ پہلے سربراہ ہیں جنھوں نے یورپ، افریقہ، ایشیا اور اسلامی ممالک کے متعدد ملکوں کے دورے کیے۔

نسبی اعتبار سے پروفیسر ساجد میر کا شمار حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے خوش نصیب اخلاف میں ہوتا ہے۔ پورا قد، گندمی رنگ، متناسب الاعضاء، گول چہرہ، کشادہ پیشانی، آنکھوں پر نظر کی عینک۔ جب ان سے تعارف ہوا، میں اس زمانے میں ہفت روزہ الاعتصام کا ایڈیٹر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کا آفس سیکرٹری تھا۔ پروفیسر صاحب مرکزی جمعیت کی میٹنگوں میں تشریف لایا کرتے تھے اور ان سے رابطہ رہتا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے، انھوں نے کبھی جمعیت کے دفتر سے آمد ورفت کا کرایہ وصول نہیں کیا۔ اس وقت وہ جوان تھے اور کالی ڈاڑھی تھی۔ اب عمر کی رفتار نے ڈاڑھی کے تقریباً تمام جسم کو سفید لباس پہنا دیا ہے۔

پروفیسر ساجد میر جدید علوم کے ساتھ ساتھ قدیم میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ قدیم علوم میں انھوں نے جن حضرات سے استفادہ کیا، ان میں حضرت حافظ محمد اسحاق حسینوی کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ جن حضرات کی دعوتی اور تبلیغی کوششوں سے وہ خاص طور سے متاثر ہوئے، ان میں ان کے جد امجد حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی ذات گرامی سرفہرست ہے۔

کالج کی تدریس کے زمانے میں جو لوگ پروفیسر ساجد میر کے حلقۂ شاگردی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے، ان میں چودھری امیر حسین سابق سپیکر قومی اسمبلی، فضل حسین سابق جج ہائی کورٹ، پروفیسر امین جاوید، صاحب زادہ محمد احمد سابق ایم این اے اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔

پروفیسر ساجد میر تصنیف وتالیف کا ذوق بھی رکھتے ہیں، وہ اپنے قلم سے کام لینا چاہیں تو میرے خیال میں وہ بہت نکتہ شناس ہیں۔ لیکن دیگر مصروفیات کی وجہ سے وہ اس طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکے۔ ان کی ایک اہم اور ضخیم کتاب ''عیسائیت'' میرے پیش نگاہ ہے' جو دس ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کے مقدمے میں فاضل مصنف لکھتے ہیں ''مجھے عیسائیت کے گہرے مطالعہ اور عیسائی علماء سے تبادلۂ خیال کا موقع افریقہ میں اپنے کئی سالہ قیام کے عرصے میں ملا۔ پھر یورپ اور امریکہ کے مختلف اسفار کے دوران وہاں کی بڑی لائبریریوں (جن میں برٹش لائبریری اور سنٹرل کیتھولک لائبریری خصوصاً قابل ذکر ہیں) سے استفادہ کرتا رہا۔ پاکستان اور بعض عرب ممالک کی لائبریریوں سے بھی مفید مواد حاصل ہوا، لیکن مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اس مواد کی ترتیب وتدوین کی تحریک میرے مرحوم دوست علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی طرف سے ہوئی۔''

بے شبہ پروفیسر صاحب ممدوح کی یہ ایک تحقیقی تصنیف ہے اور بہت سی معلومات پر محیط۔ یہ کتاب نشر واشاعت کے بین الاقوامی ادارے دارالسلام کی طرف سے ۲۰۰۱ء میں خوب صورت انداز میں شائع ہوئی۔ موضوع کی اہمیت اور کتاب کی افادیت کے پیش نظر ادارہ دارالسلام نے اسے اردو، عربی، انگریزی تینوں زبانوں میں شائع کیا ہے۔ میرے سامنے اس کا اردو ایڈیشن ہے جو لائق مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور ناشر دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں یہ فقیر پروفیسر صاحب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تصنیف وتالیف کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائیں۔ جس موضوع پر وہ مناسب سمجھیں، اظہار رائے کریں۔ کسی اہل علم کا اپنے آپ کو کلیتاً سیاست کے حوالے کر دینا، اس فقیر کی ناقص رائے کے مطابق قابل غور امر ہے۔ مجھے اندازہ (بلکہ یقین) ہے کہ میری اس رائے کو قابل پذیرائی نہیں سمجھا جائے گا، تاہم میں نے یہ بات نہایت ادب اور اخلاص کے کے ساتھ عرض کر دی ہے۔ اگر وہ اس پر غور فرمائیں گے تو میری گزارش کو صحیح قرار دیں گے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ پروفیسر ساجد میر مرکزی جمعیت اہل حدیث کے پانچویں امیر ہیں۔ پہلے تھے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، دوسرے مولانا محمد اسماعیل سلفی، تیسرے حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی، چوتھے مولانا معین الدین لکھوی اور پانچویں ہیں پروفیسر ساجد میر......!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بائیسواں باب

پروفیسر عبدالقیوم

آئندہ صفحات میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نظمائے اعلیٰ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اب تک یہ تعداد میں نو ہیں۔ پہلے پروفیسر عبدالقیوم، دوسرے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (قائم مقام ناظم اعلیٰ)، تیسرے مولانا محمد اسماعیل سلفی، چوتھے سید ابوبکر غزنوی، پانچویں مولانا محمد اسحاق رحمانی (عبوری یا عارضی ناظم اعلیٰ)، چھٹے میاں فضل حق، ساتویں میاں محمد جمیل، آٹھویں مولانا عبدالعزیز حنیف اور نویں ڈاکٹر حافظ عبدالکریم۔ ان سب کا تذکرہ الگ الگ باب کے تحت ترتیب وار ملاحظہ فرمایئے۔

۲۴۔ جولائی ۱۹۴۸ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام کی بلڈنگ (لاہور) میں مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو متفقہ طور پر اس کے ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم کو بنایا گیا تھا۔ وہ مرکزی جمعیت کے پہلے ناظم اعلیٰ تھے۔ اس وقت وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے۔ ان کے والد ماجد منشی فضل الدین اور نانا مولوی سلطان احمد نے لاہور میں جماعت اہل حدیث کی تنظیم کے لیے بڑی محنت کی تھی۔ یہ ۱۹۰۱ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک کا زمانہ ہے۔ ۱۹۰۱ء میں اس شہر میں اہل حدیث کی تعداد بہت کم تھی۔ پھر ان بزرگوں اور ان کے رفقائے عالی قدر کی محنت سے آہستہ آہستہ اہل حدیث کی تنظیم بھی ہوئی اور تعداد میں بھی بہت اضافہ ہوا۔

پروفیسر عبدالقیوم کا تعلق لاہور کی کشمیری برادری سے تھا۔ وہ کشمیریوں کی شاخ ''بٹ'' کے فرد تھے۔ یعنی عبدالقیوم بٹ۔ ان کی تاریخ ولادت ۱۵۔ جنوری ۱۹۰۹ء ہے۔ گھر کا ماحول علمی اور مذہبی تھا، جس سے وہ ابتدائے عمر میں متاثر ہوئے اور یہ تاثر تمام عمر ان پر قائم رہا۔ نہایت شریف النفس اور حلیم الطبع تھے۔ علم اور اہل علم کے انتہائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدر دان۔

انھوں نے آٹھویں جماعت پاس کر کے تعلیم چھوڑ دی تھی اور اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں مشغول ہوگئے تھے۔ اس کے بعد پھر خیال آیا کہ تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ تیاری کر کے پرائیوٹ طور پر میٹرک کا امتحان دیا اور امتیازی نمبروں سے میں کامیاب ہوئے۔ بعد ازاں اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا۔ ایف اے پاس کیا اور اسی کالج سے ۱۹۳۲ء میں بی اے آنرز کیا۔ پھر یونیورسٹی اور اورینٹل کالج سے ۱۹۳۴ء میں ایم اے عربی کیا۔ اس کے بعد جنوری ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی نے انھیں میکلوڈ پنجاب عربی سکالرشپ دینا شروع کیا جو مسلسل چار سال ملتا رہا۔ یہ وظیفہ اس زمانے کے گورنر پنجاب میکلوڈ کے نام سے جاری کیا گیا تھا، جن کے نام سے لاہور میں ایک سڑک بھی ہے، جسے میکلوڈ روڈ کہا جاتا ہے۔ یہ سڑک تار گھر سے شروع ہو کر ریلوے اسٹیشن تک جاتی ہے۔ اب اس سڑک کو مولانا ظفر علی خاں روڈ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

میکلوڈ پنجاب عربی سکالرشپ ایک اعزاز تھا جو پروفیسر عبدالقیوم کے حصے میں آیا۔ سب سے پہلے یہ وظیفہ علامہ اقبال کو ملا تھا اور پھر اس کے حق دار ڈاکٹر مولوی محمد شفیع قرار پائے۔ ان کے بعد پروفیسر عبدالقیوم کو ملنے لگا۔ پروفیسر صاحب موصوف عربی میں ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کے شاگرد تھے۔ وظیفہ ڈیڑھ سو روپے ماہانہ ملتا تھا جو جنوری ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۹ء تک جاری رہا۔ اس زمانے میں یہ بہت بڑی رقم تھی۔

اس سکالرشپ کے چار سالہ دور میں پروفیسر عبدالقیوم نے جو تحقیقی کام کیا، اس کے متعلق برطانیہ کی کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر کرنکو نے حیدر آباد (دکن) کے ''اسلامک کلچر'' (۱۹۳۷ء) میں بہترین رائے کا اظہار کیا تھا اور پروفیسر صاحب کو ایک بڑے سکالر کے طور پر متعارف کرایا تھا۔

۱۹۳۹ء میں پروفیسر عبدالقیوم نے معلّمی کا آغاز کیا۔ ان کی پہلی تقرری بہ طور عربی استاذ زمیندار کالج (گجرات) میں ہوئی۔ ۱۹۴۴ء تک وہاں وہ تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۱۹۴۵ء میں ان کا تبادلہ (موجودہ مشرقی پنجاب کے شہر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوشیار پور میں کر دیا گیا۔ گورنمنٹ کالج ہوشیار پور سے انھیں گورنمنٹ کالج لدھیانہ میں بھیج دیا گیا۔ لدھیانہ بھی مشرقی پنجاب کا شہر ہے اور پنجاب کا مشہور ضلع ہے۔ وہاں وہ اگست ۱۹۴۷ء تک پڑھاتے رہے۔

اگست ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہو گیا اور پاکستان معرضِ قیام میں آ گیا۔ اسی سال (اگست ۱۹۴۷ء میں) ان کی تدریسی خدمات گورنمنٹ کالج لاہور نے حاصل کر لیں۔ پھر ۱۹۶۸ء تک اکیس سال انھوں نے اس کالج میں بہ طور عربی پروفیسر خدمات سرانجام دیں۔ مجموعی طور سے ان کا زمانۂ تدریس تقریباً تیس برس پر محیط ہے۔ ۱۹۶۸ء میں وہ ریٹائر ہوئے۔ تیس برس کے طویل عرصے میں ان سے بے شمار حضرات نے تعلیم حاصل کی اور حصولِ تعلیم کے بعد وہ اہم مناصب پر فائز ہوئے۔

گورنمنٹ کالج کی ریٹائرمنٹ کے بعد سینئر ایڈیٹر کے طور پر ان کی خدمات پنجاب یونیورسٹی کے اردو دائرۂ معارف اسلامیہ نے حاصل کر لیں۔ اس مرکز علم و تحقیق میں انھوں نے بے حد محنت اور خوش اسلوبی سے اپنے فرائض سرانجام دیے۔ بہت سے تحقیقی مقالات لکھے جو اردو دائرۂ معارف اسلامیہ کی مختلف جلدوں میں حروف تہجی کی ترتیب سے چھپے اور لاتعداد اہل علم کے مقالوں پر نظر ثانی کی۔

وہ صاحب تحقیق مقالہ نگار اور مصنف تھے۔ ان کی تصانیف میں نصابی کتابیں بھی شامل ہیں اور عربی ادب و لغت سے متعلق خالص فنی اور تحقیقی کتابیں بھی۔

پاکستان اور ہندوستان کے مختلف رسائل و جرائد میں ان کے جو مقالات شائع ہوئے، ان کی فہرست درج ذیل ہے۔ یہ خالص محققانہ مقالات ہیں۔

① ...... عباسی دور کے اثرات عربی ثقافت و ادب پر...... ماہنامہ ”معارف“ اعظم گڑھ۔ ۱۹۳۶ء

② ...... الشہاب الحجازی اورینٹل کالج میگزین لاہور

③ ...... حافظ سخاوی۔ نویں صدی ہجری کا نامور مصری مؤرخ و محدث اورینٹل کالج میگزین لاہور۔ مئی ۱۹۴۸ء

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

④......عربی صحافت کی ابتدا اور ارتقاء: اورینٹل کالج میگزین لاہور۔ ۱۹۴۹ء

⑤......جواہر اللسان فی لغات القرآن: اورینٹل کالج میگزین لاہور۔ ۱۹۴۹ء

⑥......تحریک خوارج اورینٹل کالج میگزین لاہور۔ ۱۹۵۰ء

⑦......شاہ ولی اللہ دہلوی کے تعلیمی نظریے: آموزش ۱۹۵۱ء

⑧......تاجدار اقلیم حدیث۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: اورینٹل کالج میگزین لاہور۔ اگست، ستمبر ۱۹۵۲ء

⑨......ابن منظور افریقی کی لسان العرب پر ایک نظر: ''معارف'' اعظم گڑھ۔ ۱۹۵۲ء

⑩......حجاج بن یوسف: ''اسلامی زندگی'' لاہور۔ ۱۹۵۴ء

⑪......امی نبی کا مفہوم: لیل ونہار۔ لاہور ۱۹۶۲ء

⑫......شاہ ولی اللہ دہلوی مفکر و مصلح: لیل ونہار۔ لاہور ۱۹۶۲ء

⑬......ابو الفرج اصفہانی: لیل ونہار۔ لاہور ۱۹۶۲ء

⑭......اندلس کا صوفی مفکر ابن عربی: لیل ونہار۔ لاہور ۱۹۶۳ء

⑮......شیخ الرئیس ابن سینا: حمایت اسلام۔ لاہور ۱۹۶۳ء

علاوہ ازیں انھوں نے فارابی، مفتی محمد عبدہ، مصطفیٰ کمال پاشا، قاسم امین، طٰہٰ حسین اور متعدد دیگر مفکرین و مصلحین کے بارے میں مقالات سپرد قلم کیے۔ ریڈیو پاکستان لاہور میں مختلف موضوعات پر تقریریں کیں۔ انگریزی میں بھی کئی مقالے تحریر کیے جو انگریزی رسائل وجرائد میں چھپے۔ اردو کے تمام مقالات ان کے صاحب زادے میجر زبیر قیوم کی کوشش سے ''مقالات عبدالقیوم'' کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو گئے ہیں جو مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے مل سکتے ہیں۔ ان کا ناشر بھی مکتبہ سلفیہ ہے۔ ان مقالات کی دوسری جلد میں برصغیر کی جماعت اہل حدیث اور رجال اہل حدیث پر معلومات افزا مقالات تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ مقالات اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے چیئرمین ڈاکٹر محمود الحسن عارف اور میجر زبیر قیوم نے مرتب کیے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انگریزی مقالات شائع کرنے کا بھی منصوبہ بنایا گیا ہے۔

میں اکتوبر ۱۹۴۸ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے آفس سیکرٹری کی حیثیت سے لاہور آیا تو پروفیسر عبدالقیوم سے ملاقات ہوئی۔ وہ اس وقت مرکزی جمعیت کے منتخب ناظم اعلیٰ تھے۔ نکلتا ہوا قد، نکھرا ہوا رنگ، تیکھے نقوش، آنکھوں پر نظر کی عینک، شان دار کوٹ پتلون میں ملبوس، بہترین ٹائی باندھے ہوئے، کالے چمکتے ہوئے بوٹ، انگریزی کٹ کے بال اور درمیان سے مانگ نکالے ہوئے۔ کلین شیو، نتھنوں کے نیچے انور پاشا ٹائپ کی مونچھیں۔

کالج سے فارغ ہو کر وہ روزانہ ایک بجے کے قریب دفتر آتے تھے۔ پہلے دن ہی انھوں نے دفتر کی تمام چیزیں میرے حوالے کر دی تھیں۔ میرے ساتھ ہمیشہ ان کا بے حد شفقت کا رویہ رہا۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور دیگر علمائے کرام اور زعمائے جماعت علمی اعتبار سے انھیں بہت اہمیت دیتے تھے۔ ان کا دورِ نظامت علیا صرف گیارہ مہینے رہا۔ اس لیے کہ حکومت پنجاب نے سرکاری ملازموں کے نام ایک مراسلہ جاری کر دیا تھا کہ وہ کسی سیاسی جماعت کے عہدے دار نہیں ہو سکتے، جماعت اہل حدیث اگرچہ معروف معنوں میں سیاسی جماعت نہیں تھی، تاہم پروفیسر عبدالقیوم کو مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ کے طور پر یہ مراسلہ بھیجا گیا، جس کی وجہ سے انھوں نے نظامت علیا سے استعفا دے دیا۔ لیکن وہ مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ اور دیگر کمیٹیوں اور سب کمیٹیوں کے رکن رہے۔

وفات سے کئی سال پہلے انھوں نے داڑھی رکھ لی تھی اور پھر اسے کھلی چھٹی دے دی تھی کہ جتنی بڑھنا چاہے بڑھتی جائے اور جتنی پھیلنا چاہے پھیلتی جائے۔ چناں چہ اس نے اس چھٹی سے بہت فائدہ اٹھایا۔ ان کا مکان جامع مسجد مبارک اہل حدیث کے قریب تھا۔ وہ اس مسجد کی انجمن کے سیکرٹری تھے اور خادم کی حیثیت سے مسجد کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ صفیں جھاڑتے اور بچھاتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے صاحب زادے میجر زبیر قیوم نے لاکھوں روپے کے صرف سے ایک تصنیفی ادارہ معارف اسلامی کے نام سے قائم کیا ہے۔ فی الحال اس کا دفتر مبارک مسجد کی گیلری میں ہے۔ اس کی اچھی خاصی لائبریری ہے۔ اس ادارے میں چار پانچ سکالر کام کرتے ہیں جنھیں معقول مشاہرہ دیا جاتا ہے۔ میجر صاحب بڑے باہمت اور فعال شخص ہیں۔

پروفیسر عبدالقیوم نے ۸۔ ستمبر ۱۹۸۹ء کو وفات پائی۔ ان کا جنازہ مولانا فضل الرحمٰن بن محمد ازہری نے پڑھایا۔

ان کے مفصل حالات کے لیے دیکھئے

⊙...... اورینٹل کالج میگزین لاہور کا پروفیسر عبدالقیوم نمبر (جلد ۶۴۔ شمارہ ۱، ۲، ۱۹۹۰ء)

⊙......راقم کی کتاب قافلہ حدیث صفحہ ۳۸۰ تا ۴۰۳۔

⊙...... برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ...... میں نے اور بھی مختلف مضامین میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیئیسواں باب

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا ذکر جامعہ سلفیہ کے شیوخ الحدیث میں بھی آچکا ہے۔لیکن یہاں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظمین میں بھی ان کا ذکر ضروری ہے۔

پروفیسر عبدالقیوم نے سرکاری ملازمت کی مجبوری کی بنا پر مئی ۱۹۴۹ء کے آخری دنوں میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی نظامت علیا سے استعفا دے دیا تھا۔انھی دنوں (۲۷، ۲۸ مئی ۱۹۴۹ء کو) مرکزی جمعیت کی پہلی کانفرنس لاہور میں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے زیر صدارت منعقد ہوئی تھی۔کانفرنس کے بعد ۳۰ مئی کو جمعیت کی میٹنگ ہوئی، جس میں خود پروفیسر صاحب بھی شامل تھے۔ اجلاس میں صدر جمعیت مولانا غزنوی نے پروفیسر صاحب کا استعفا پڑھ کر سنایا۔ چوں کہ وجہ استعفا صحیح تھی، اس لیے اسے منظور کرلیا گیا اور انھوں نے اپنے دورِ نظامت میں جو خدمات سرانجام دی تھیں، ان کی تحسین کی گئی۔ استعفے کی وجہ پروفیسر صاحب سے متعلق مضمون میں بیان کردی گئی ہے۔

اسی اجلاس میں مولانا محمد اسماعیل سلفی کو بالاتفاق مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ منتخب کرلیا گیا۔لیکن اس وقت مولانا محمد اسماعیل سلفی پر حکومت پنجاب کی طرف سے یہ پابندی عائد تھی کہ وہ گوجراں والا کی میونسپل حدود سے باہر نہیں جاسکتے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ وہ گوجراں والا شہر میں نظر بند تھے۔ ان کے خطبہ جمعہ، درس وتدریس اور کسی سے میل ملاقات میں کوئی پابندی نہ تھی۔شہر کی میونسپل حدود میں پابندی کی مدت تین مہینے تھی۔مرکزی جمعیت کا دفتر دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ (لاہور) میں تھا اور مولانا ممدوح دفتر نہیں تشریف لا سکتے تھے، اس لیے جمعیت کی میٹنگ میں مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داؤد غزنوی کی تجویز سے تین مہینے کے لیے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو مولانا محمد اسماعیل کے قائم مقام ناظم اعلیٰ بنا دیا گیا۔ تین مہینے کے بعد مولانا سلفی پر سے پابندی کی مدت ختم ہوئی تو وہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ اب تین مہینے کے لیے پھر مولانا عطاء اللہ صاحب کو ناظم اعلیٰ بنا دیا گیا۔ اس طرح چھ مہینے انھوں نے نظامت علیا کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت شروع ہوئی تو اس میں جماعت اہل حدیث کے ہزاروں کی تعداد میں علما و عوام گرفتار ہوئے۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور وہ کئی مہینے جیل میں رہے۔ ان کی غیر موجودگی میں پھر مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔

مولانا اسماعیل صاحب تقریر میں بہت محتاط تھے اور بچ بچ کر الفاظ زبان سے ادا فرماتے تھے، لیکن اس کے باوجود حکومت پاکستان نے کئی مرتبہ انھیں اپنی ''نظر کرم'' کا مستحق گردانا اور انھیں نظر بند یا گرفتار کرنا ضروری سمجھا۔ اپریل ۱۹۵۵ء میں مرکزی جمعیت کی تیسری کانفرنس لائل پور (فیصل آباد) میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے اختتام کے معاً بعد ان کے نام حکم جاری فرما دیا گیا کہ وہ تین مہینے کے لیے گوجراں والا کی میونسپل حدود سے باہر نہیں جا سکتے۔ اس وقت بھی جمعیت کے ناظم اعلیٰ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو مقرر کیا گیا۔ اس طرح وہ تقریباً ایک سال جمعیت کے ناظم اعلیٰ رہے۔

مولانا ممدوح کو مختلف موضوعات کی کتابیں خریدنے اور پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ دہلی کے زمانۂ قیام میں وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنا یہ شوق بھی پورا کرتے رہے۔ انھیں مدرسے کی طرف سے جو ماہانہ وظیفہ ملتا تھا، اس کا زیادہ تر حصہ وہ کتابوں پر خرچ کرتے تھے۔ محدثین کے حالات اور راویانِ حدیث کے واقعاتِ زندگی ان کا خاص موضوع تھا۔ اس موضوع کی جس کتاب کا انھیں پتا چلتا، اسے خریدنے اور پڑھنے کی کوشش فرماتے۔ دہلی کے علما و مدرسین اور تاجرانِ کتب سے انھوں نے مراسم قائم کر لیے تھے اور ان حضرات کو ان کی قابلیت اور ذوقِ مطالعہ کا پتا چل گیا تھا۔ چناں چہ وہ بھی انھیں ان کے موضوع کی کتابوں سے مطلع کر دیتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملک کے سیاسی کوائف سے بھی انھیں دلچسپی تھی اور سیاسی رہنماؤں کی تقریریں سننا بھی ان کے نزدیک ضروری تھا۔ کم وبیش تین سال ان کا قیام دہلی میں رہا۔ اس اثنا میں انھوں نے وہاں بہت کچھ سیکھا اور بہت سے اصحابِ علم سے تعلقات پیدا کیے۔

دہلی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ واپس اپنے وطن آئے اور موضع لکھو کے میں حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کی خدمت میں حاضری دی۔ ان سے علوم آلیہ (فلسفہ ومنطق وغیرہ) کی بعض کتابیں پڑھیں۔ غالباً ایک سال ان کا قیام لکھو کے رہا۔ اس اثنا میں انھوں نے مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی سے (جو واقعتاً استاذِ پنجاب تھے) بہت استفادہ کیا۔

اس وقت ضلع گوجراں والا کے قصبہ گوندلاں والا میں حضرت حافظ محمد گوندلوی کا سلسلۂ درس جاری تھا، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لکھو کے سے گوندلاں والا چلے گئے اور حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے۔ مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی بھی اس زمانے میں وہیں تھے اور حضرت حافظ صاحب کے دائرۂ شاگردی میں شامل تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے حضرت حافظ گوندلوی سے بھی خوب حصولِ فیض کیا۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد انھوں نے خود سلسلۂ تدریس کا آغاز فرمایا اور مختلف اوقات میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی قلم وقرطاس سے بھی رابطہ رکھتے تھے۔ مضمون نویسی کا سلسلہ انھوں نے قیام دہلی کے دور طالب علمی میں شروع کیا تھا۔ اس زمانے میں اخبار "اہل حدیث" امرتسر میں ان کے متعدد مضامین شائع ہوئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے مندرجہ ذیل تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔

⊙...... التعلیقات النسائی: سنن نسائی پر ان کے حواشی وتعلیقات بہت اہم خدمت حدیث ہے۔ ان کی اس خدمت کو نہ صرف برصغیر کے اصحابِ علم میں پذیرائی حاصل ہوئی، عرب ممالک میں بھی اسے بے حد قبولیت ملی۔ یہ شرح خوب صورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طریقے سے جامعہ سلفیہ بنارس (ہندوستان) میں کئی جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

⊙...... اصولِ تفسیر: یہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ولادت ۶۶۱ھ...... وفات ۷۲۸ھ) کے اس عربی رسالے کا اردو ترجمہ ہے، جس کا تعلق اصولِ تفسیر سے ہے۔ یہ ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے جنوری ۱۹۵۲ء میں کیا تھا۔ اس رسالے میں حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وہ تمام اصول بیان فرما دیے ہیں، جن کا قرآنِ مجید کی تفسیر کے لیے پیش نگاہ رکھنا ضروری ہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم ومغفور نے اس کے مختلف مقامات پر تحقیق وتخریج کی خدمت انجام دی ہے اور جہاں کسی محدث یا فقیہ کا نام آیا، اس کا تعارف کرا دیا ہے۔ اس طرح حضرت امام کے اس رسالے کو بڑی محققانہ حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ یہ رسالہ مکتبہ سلفیہ لاہور نے شائع کیا۔

⊙...... الفوز الکبیر فی اصول التفسیر: یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عربی رسالہ ہے۔ اس پر مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے عربی میں تعلیق وتخریج کا کام کیا۔ اس کی اشاعت بھی مکتبہ سلفیہ لاہور کی طرف سے ہوئی۔

⊙...... ماہنامہ رحیق: مولانا نے ایک ماہنامہ رسالہ ''رحیق'' جاری کیا تھا، جس میں تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے۔ افسوس ہے یہ رسالہ بند ہو گیا۔

⊙...... ۱۹۴۹ء میں انھوں نے گوجراں والا سے اخبار الاعتصام کا ڈیکلریشن لیا۔ تقریباً چار سال یہ اخبار گوجراں والا سے شائع ہوتا رہا۔ پھر لاہور آ گیا۔ ساٹھ برس سے زائد مدت سے یہ اخبار اللہ کے فضل سے باقاعدگی سے چھپ رہا ہے اور مسلک اہل حدیث کی خدمت کر رہا ہے۔

اس اخبار میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (اس کے ناشر وطابع) کے بے شمار مضامین شائع ہوئے۔

⊙...... مولانا ممدوح کے فتوے جو مختلف مسائل پر مشتمل ہیں اور کئی سو صفحات پر محیط ہیں، شائع کیے جا رہے ہیں۔

⊙...... انھوں نے دارالدعوۃ السلفیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف سے کئی اہم کتابیں شائع ہوئیں۔ اس ادارے میں مصباح القرآن کے نام سے حفظ وقراءتِ قرآن کا مدرسہ بھی جاری ہے، جس میں متعدد بچے قرآنِ مجید حفظ کر چکے ہیں۔

⊙...... مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے نام سے ایک لائبریری قائم ہے جو کم وبیش بیس ہزار کتابوں پر مشتمل ہوگی۔ اس میں قرآن، حدیث، فقہ، شروح حدیث، سیاسیات، تاریخ وغیرہ ہر موضوع کی کتابیں موجود ہیں۔

رسائل وجرائد بھی اچھی خاصی تعداد میں لائبریری کی زینت ہیں۔

اس لائبریری سے بے شمار اہل علم استفادہ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔

⊙...... مولانا ممدوح سے لاتعداد اہل علم نے کسب فیض کیا۔ ان میں سے بعض نے تدریس کی راہ اختیار کی، بعض تقریر وخطابت میں مشغول ہوئے اور کچھ تحریر ونگارش اور تصنیف وتالیف کی صورت میں خدمات انجام دینے لگے۔

مذکورہ سب خدمات مولانا ممدوح کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ رحمہ اللہ

(ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو ہفت روزہ الاعتصام کا مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نمبر، مارچ ۲۰۰۵ء۔ مشتمل بر ۱۲۳۰ صفحات۔

اس نمبر کے علاوہ اس فقیر نے اپنی کتاب ''نقوشِ عظمت رفتہ'' میں ان کے متعلق طویل مضمون لکھا۔ ایک اور کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' میں بھی ان پر مضمون لکھا۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوبیسواں باب

مولانا محمد اسماعیل سلفی

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے انتخاباً دوسرے اور عملاً تیسرے ناظم اعلیٰ تھے۔ پہلے پروفیسر عبدالقیوم جنھیں مرکزی جمعیت کی تاسیس کے وقت ۲۴۔ جولائی ۱۹۴۸ء کو جماعت کے کم وبیش اڑھائی سو علما وزعما نے منتخب کیا تھا۔ وہ ۳۰ مئی ۱۹۴۹ء تک تقریباً دس مہینے اس منصب پر فائز رہے۔ ان کے بعد نظامت کے لیے انتخاب مولانا محمد اسماعیل سلفی کا کیا گیا، لیکن ان کی نظر بندی کی وجہ سے یہ منصب مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے سپرد کیا گیا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا مولانا سلفی کی غیر موجودگی میں تین مرتبہ یہ منصب مولانا عطاء اللہ صاحب کے حصے میں آیا۔ اس طرح مولانا محمد اسماعیل سلفی عملی اعتبار سے تیسرے ناظم اعلیٰ ہوئے۔ مجھے ان تینوں بزرگانِ عالی مرتبت کے زمانہ نظامت علیا میں آفس سیکرٹری کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے کی سعادت حاصل ہوئی اور میں تینوں کے دفتری طریقہ ہائے کار سے آگاہ ہوں۔ اس اعتبار سے میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ یہ تینوں بزرگ بحمد اللہ میری دفتری خدمات سے مطمئن تھے۔ دفتری معاملات میں ان حضرات کی بہ نسبت میرا زیادہ قریبی تعلق صدر جمعیت (بعد میں امیر جمعیت) حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے رہتا تھا، وہ مجھ پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ اسے میں اپنے لیے اللہ تعالیٰ کا خاص احسان قرار دیتا ہوں۔

جماعت کے بعض (بلکہ اکثر) لوگوں کو کچھ پتا نہیں کہ پہلے ناظم اعلیٰ کون تھے اور دوسرے کون۔ انھوں نے اپنی رائے کو جماعت کی تاریخ قرار دے رکھا ہے۔ جو جی چاہے، کہتے اور لکھتے رہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ صفحات میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کا اسم گرامی مختلف سیاق میں متعدد مرتبہ آیا ہے۔ وہ ۱۸۹۷ء میں ضلع گوجراں والا کی تحصیل وزیر آباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں ڈھونیکے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا محمد ابراہیم نہایت متقی اور صالح بزرگ تھے۔ انھوں نے اپنے اس اکلوتے بچے کی بہت اچھی طرح تربیت کی۔ ابتدائی تعلیم خود دی۔ پھر حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے حلقۂ درس میں انھیں وزیر آباد بھیج دیا۔ کچھ عرصہ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں رہے اور بعض غزنوی علمائے کرام سے استفادہ کیا۔ پھر دہلی چلے گئے اور وہاں کے ممتاز اصحابِ کمال سے اخذ فیض کیا۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سے بھی مستفید ہوئے۔

۱۹۲۱ء میں انھوں نے گوجراں والا کو اپنا مسکن بنایا اور اس شہر کی جامع مسجد اہل حدیث (چوک نیائیں) میں اس عالی ہمت عالم دین نے بہ یک وقت دو کام شروع کیے، مسجد کی خطابت اور درس وتدریس۔ یہ دونوں کام انھوں نے نہایت باقاعدگی سے زندگی کے آخری دم تک جاری رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم وفضل اور عمل وکردار کی بے پناہ دولت سے نوازا تھا۔ ان کا اندازِ تحریر بھی منفرد نوعیت کا تھا اور اسلوبِ تقریر بھی بے حد مؤثر تھا۔ نہایت خود دار عالم دین تھے۔ مطالعہ بہت وسیع تھا اور اظہارِ بیان کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے خوب عطا فرمایا تھا۔ ۲۴۔ جولائی ۱۹۴۸ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۹۔ مئی ۱۹۴۹ء تک اس کے ناظم اعلیٰ پروفیسر عبدالقیوم رہے جو جمعیت کے اوّلیں ناظم اعلیٰ تھے۔ ان کے بعد ۳۰ مئی ۱۹۴۹ء کو اس منصب پر مولانا محمد اسماعیل سلفی کو فائز کیا گیا۔ وہ ۳۰ مئی ۱۹۴۹ء سے لے کر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی وفات (۱۶۔ دسمبر ۱۹۶۳ء) سے ایک مہینا تین دن بعد ۱۹۔ جنوری ۱۹۶۴ء تک تقریباً چودہ سال مرکزی جمعیت کے ناظم اعلیٰ رہے۔ (اس میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا کم وبیش ایک سال کا قائم مقام نظامت کا عرصہ بھی شامل ہے۔)

مولانا محمد اسماعیل سلفی کے اوّلیں شاگرد مولانا محمد حنیف ندوی تھے جو گوجراں والا میں ان کی تشریف آوری کے فوراً بعد ان کے حلقۂ شاگردی میں آئے اور پھر ان سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروّجہ درس نظامی کی تکمیل کی۔ بعد ازاں ۱۹۲۵ء میں لکھنؤ جا کر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا اور وہاں عربی ادبیات اور دیگر نصابی کتابوں کے علاوہ اڑھائی سال میں قرآنِ مجید کے موضوع پر درجہ تخصص کیا۔ یہاں یہ عرض کر دیں کہ متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں پورے قرآن کی تفسیر اردو زبان میں صرف دو اصحابِ علم نے لکھی اور وہ دونوں اہل حدیث تھے۔ پہلے عالم حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے، جنھوں نے ''تفسیر ثنائی'' کے نام سے تفسیر مکمل کی۔ دوسرے تھے مولانا محمد حنیف ندوی، جنھوں نے ۱۹۳۴ء میں تفسیر لکھی۔ ان کی تفسیر کا نام ہے تفسیر ''سراج البیان'' ......!

تفسیر کے علاوہ مولانا محمد حنیف ندوی نے متعدد کتابیں تصنیف کیں اور کئی عربی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔

مولانا محمد حنیف ندوی کے بعد مولانا عبداللہ صاحب، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا خالد گھرجاکھی، حافظ عبدالمنان نورپوری، قاضی مقبول احمد، مولانا محمد افضل، خواجہ محمد قاسم اور دیگر بہت سے علما وطلبا نے ان سے کسب فیض کیا اور پھر ان حضرات نے تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کے شعبوں میں خدمات سرانجام دیں۔ ان سطور کے راقم عاجز کو بھی حضرت مولانا سلفی کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کرنے کا شرف حاصل ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی جب گوجراں والا تشریف لائے، اس وقت وہاں اہل حدیث کی صرف ایک مسجد تھی، وہ بھی چھوٹی سی۔ ان کا طرزِ تبلیغ کچھ ایسا دلکش اور مؤثر تھا کہ اس سے اہل حدیث کی تعداد میں اتنا اضافہ ہوا کہ وہاں بہت سی مسجدیں تعمیر ہوگئیں۔ تقسیم ملک کے بعد تو اس شہر میں اہل حدیث کی اتنی کثرت ہوئی کہ ان کی مساجد کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی۔

مولانا سلفی کی تصنیفی خدمات بھی نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کی کئی کتابیں شائع ہوئیں اور مختلف رسائل وجرائد میں ان کے بہت سے مقالات معرضِ اشاعت میں آئے۔

ان کی بعض اردو تصانیف کو عربی میں منتقل کیا گیا۔ مثلاً ان کی کتاب ''تحریک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی'' کا عربی ترجمہ ہندوستان کے مشہور عالم ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری (مہتمم جامعہ سلفیہ بنارس) نے کیا۔ [1] ان کی تصنیف ''حجیت حدیث'' کا بھی انہی ڈاکٹر مقتدیٰ حسن نے عربی میں ترجمہ کیا۔ مولانا کی ان تصانیف اور دیگر تصانیف کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی اور وہ بہت پڑھی گئیں۔ مولانا غزنوی کی وفات کے بعد ۱۹۔ جنوری ۱۹۶۴ء کو انھیں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر منتخب کیا گیا اور ان کی جگہ ناظم اعلیٰ مولانا غزنوی کے فرزند ارجمند سید ابوبکر غزنوی کو بنایا گیا۔ مولانا سلفی نے ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو وفات پائی۔ ان کا دورِ امارت صرف چار سال پر مشتمل ہے۔ [2]

آئندہ باب میں سید ابوبکر غزنوی کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جنھیں ۱۹۔ جنوری ۱۹۶۴ء کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

---

(۱) ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری ۳۰۔ اکتوبر ۲۰۰۹ء کو وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(۲) حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے حالات اس فقیر نے اپنی کتاب ''نقوشِ عظمت رفتہ'' میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵۵ تا ۲۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پچیسواں باب

سید ابوبکر غزنوی

سید ابوبکر غزنوی علمی اور روحانی اعتبار سے بہت بڑے خاندان کے نامور رکن تھے۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے بیٹے، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کے پوتے اور حضرت سید عبداللہ غزنوی کے پڑپوتے۔ یہ تینوں نسبتیں بہت بڑی نسبتیں ہیں۔

سید ابوبکر غزنوی ۲۲۔ مئی ۱۹۲۷ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اس وقت مولانا داؤد غزنوی کا قیام امرتسر میں تھا اور لاہور کی چینیاں والی مسجد کے خطیب ان کے حقیقی چچا حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی تھے۔ ۱۹۳۰ء میں مولانا عبدالواحد غزنوی فوت ہوئے تو ان کی جگہ اس مسجد کے منبر خطابت پر مولانا داؤد غزنوی کو متمکن کردیا گیا۔ وہ امرتسر سے لاہور آگئے، لیکن ان کے اہل وعیال کچھ مدت امرتسر ہی میں رہے۔ چناں چہ ابوبکر غزنوی نے حصولِ علم کا آغاز امرتسر میں کیا۔

لاہور کا خزانہ گیٹ ہائی سکول، ان دنوں امرتسر میں تھا۔ یہ سکول تقسیم کے بعد لاہور منتقل ہوا تھا۔ ابوبکر صاحب نے امرتسر میں اسی سکول سے میٹرک پاس کیا۔ اس وقت ماسٹر عبدالغفور صاحب اس کے ہیڈ ماسٹر تھے، جو علمائے غزنویہ کے عقیدت مند تھے۔ ایک معلم شیخ محمد جمیل تھے۔ یہ بھی سید محمد داؤد غزنوی کے ارادت کیشوں میں سے تھے۔ یہ دونوں بزرگ سید ابوبکر غزنوی کے معلّمین میں سے تھے۔

بی۔ اے انھوں نے ایم اے او کالج امرتسر سے کیا۔ یہ کالج آزادی کے بعد ۱۹۴۷ء میں امرتسر سے لاہور منتقل ہوگیا تھا۔

۱۹۵۰ء میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (عربی) کیا۔ پورے پنجاب میں اوّل آئے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایم۔اے پاس کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی کیا۔ وہ اس قدر ذہین اور تیز فہم تھے کہ ایل ایل بی کرنے کے بعد اگر وکالت کا پیشہ اختیار کرتے تو بہت بڑے وکیلوں میں ان کا شمار ہوتا، مگر انھوں نے تعلیم و تعلم کی راہ اختیار کی اور یہی ان کے لیے صحیح راہ تھی جو ان کے آباواجداد کی راہ تھی۔

پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں جن اساتذہ سے انھوں نے استفادہ کیا وہ ہیں:
① شیخ عنایت اللہ ② ڈاکٹر تقی الدین ہلالی کے چھوٹے بھائی پروفیسر محمد مراکشی اور
③ پروفیسر عبدالقیوم۔

یہ حضرات گزشتہ دور کے اساتذہ میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔ ابوبکر صاحب نے ان سے نہایت محنت سے تعلیم حاصل کی۔

عربی اور فارسی سے انھیں خاص دلچسپی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں اگر انگریزی میں فیل ہوجاؤں تو اس کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا، لیکن عربی اور فارسی میں جو میرے آباواجداد کی زبانیں ہیں، مجھے اچھے نمبروں میں کامیاب ہونا چاہیے۔

۱۹۵۰ء میں وہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور (سول لائن) میں عربی کے لیکچرار مقرر کیے گئے۔ اس کالج میں عربی اور اسلامیات کے شعبوں کے سربراہ بھی رہے۔ اس زمانے میں اورینٹل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سید عبداللہ تھے۔ انھوں نے اس کالج میں سید ابوبکر غزنوی کو جدید عربی کے جز وقتی لیکچرار مقرر کیا۔ جدید عربی ان کا خاص موضوع تھا۔

دینیات سے وہ خوب آگاہ تھے اور اس ضمن میں ان کا مطالعہ وسیع تھا، لیکن اس کی تعلیم انھوں نے باقاعدگی سے حاصل نہیں کی تھی، اگرچہ اپنے والد محترم مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا عبدالرحیم (حسین خاں والا)، مولانا عطاء اللہ حنیف اور مولانا محمد عبدہ سے مختلف اوقات میں پڑھتے رہے تھے، لیکن وہ کسی حد تک باقاعدہ پڑھنا چاہتے تھے۔ اس کا انھیں بہت احساس تھا اور ان کی شدید خواہش تھی کہ یہ کمی پوری کی جائے، چناں چہ ۱۹۶۰ء میں گرمیوں کی تعطیلات ہوئیں تو وہ فیصل آباد پہنچے اور پیپلز کالونی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکان کرائے پر لیا۔ اس وقت جامعہ سلفیہ میں حضرت حافظ محمد گوندلوی اور مولانا شریف اللہ خان خدمت تدریس انجام دیتے تھے۔ انھوں نے حضرت حافظ صاحب سے تفسیر بیضاوی اور بعض کتب حدیث پڑھیں اور مولانا شریف اللہ خاں سے صرف ونحو کی بعض کتابیں پڑھیں۔ انہی دنوں ان کا تعلق پروفیسر غلام احمد حریری سے ہوا جو اس وقت اسلامیہ کالج لائل پور میں پڑھاتے تھے۔ ان سے علم نحو کی کتاب الفیہ کی شرح ابن عقیل کا کچھ حصہ پڑھا۔ اس طرح انھوں نے مختلف لائق اساتذہ سے دینیات کی تعلیم مکمل کی۔ ۱۹۶۴ء میں وہ انجینئرنگ یونیورسٹی سے منسلک ہوئے اور انھیں علوم اسلامیہ کی سربراہی کا منصب عطا کیا گیا۔ اس یونیورسٹی میں انھوں نے بڑی محنت کی، جس کے نتیجے میں اسلام سے قلبی تعلق رکھنے والے طلبا کا اچھا خاصا حلقہ وہاں قائم ہوگیا۔

ستمبر ۱۹۷۵ء میں انھیں اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے پہلے وائس چانسلر مقرر کیا گیا، اس سے قبل یہ ایک دینی درس گاہ تھی، جسے جامعہ عباسیہ کہا جاتا تھا۔ صدر ایوب کے دورِ حکومت میں اس کے نصاب تعلیم میں اسلامی علوم کے علاوہ کچھ جدید علوم شامل کردیے گئے تھے، لیکن اسے مکمل یونیورسٹی کا درجہ ذوالفقار علی بھٹو کے عہد حکومت (۱۹۷۵ء) میں دیا گیا۔ سید ابوبکر غزنوی اس کے اوّلیں وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ انھوں نے اس کی تعمیر وترقی کے لیے بڑی تگ ودو کی۔

اب سید ابوبکر غزنوی کی قلمی جدوجہد کی طرف آتے ہیں۔ ان کا قدیم وجدید علوم کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور تحریر وکتابت سے لگاؤ تھا، لیکن تدریسی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ اس کے لیے زیادہ وقت نہیں دے سکے تاہم جو کچھ لکھا، بہت اچھا لکھا اور خوب صورت انداز میں اپنے افکار کی وضاحت کی۔ ان کی تحریری کاوشیں درج ذیل ہیں:

① ...... اسلام میں گردش دولت: (اردو، انگریزی)

② ...... حقیقت ذکر الٰہی: (اپنے موضوع کا یہ نہایت عمدہ رسالہ ہے۔)

③ ...... ادب محبت کا پہلا قرینہ ہے۔

④ ...... قربت کی راہیں۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑤......اسلام اور آدابِ معاشرت: (اردو، انگریزی)

⑥......اس دنیا میں اللہ کا قانونِ جزا و سزا۔

⑦...... خطباتِ جہاد: (یہ وہ خطباتِ جمعہ ہیں جو انھوں نے ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے زمانے میں دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں دیے اور پھر کتابی صورت میں چھپے۔)

⑧......واقعہ کربلا: (اس کا مطلب نام سے ظاہر ہے۔)

⑨......قرآن کے صدری وسنوی محاسن۔

⑩......تاریخ اسلام (عہد بنو امیہ و بنو عباس)

⑪......سورۂ محمد، سورۂ فتح اور سورۂ حجرات کی تفسیر و ترجمہ۔

⑫......تعلیم و تزکیہ

⑬......اسلامی ریاست چند ناگزیر تقاضے: (اردو، انگریزی)

⑭...... کتابت حدیث عہد نبوی میں۔

⑮......عہد حاضر میں استاذ اور شاگرد کا رشتہ۔

تحریر کی طرح تقریر و خطابت میں بھی ان کا ایک خاص اسلوب تھا جو لوگوں کو متاثر کرتا تھا۔ اپنی تقریر کو وہ عام طور سے وعظ کہا کرتے تھے۔ وعظ اور مجلسی گفتگو میں وہ قرآن کی آیات اور نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ کثرت سے پڑھتے۔ عربی، فارسی، اردو کے بے شمار اشعار انھیں زبانی یاد تھے جو برمحل پڑھتے اور صفائی اور وضاحت سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے۔ عربی، فارسی، اردو، تینوں زبانوں کے خود بھی شاعر تھے۔ وعظ و تقریر میں کسی بزرگ سے متعلق کوئی واقعہ بیان کرنا مقصود ہوتا تو بالعموم عربی یا فارسی کے انہی الفاظ میں بیان کرتے جو اس واقعہ سے متعلق کسی کتاب میں ان کے مطالعہ میں آئے ہوتے۔ اصل الفاظ بیان کرنے کے بعد ان کا ترجمہ کرتے تاکہ سامعین پوری صورتِ حال سے آگاہ ہوسکیں۔

میانہ قد، گول چہرہ، سرخی مائل گندمی رنگ، کشادہ پیشانی، چوڑا سینہ، ناک نقشہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاذب نظر، آنکھوں میں چمک، آواز میں کھنک، صاف ستھرا لباس، بے حد نفاست پسند۔

وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے تھوڑا عرصہ ہی ناظم اعلیٰ رہے۔ ذکر الٰہی اور ورد و وظائف کثرت سے کرتے۔ بہت سے لوگ ان کی مجلس ذکر میں شامل ہوتے۔ کہا کرتے تھے، ہمارے آبا و اجداد کا اصل کام تدریس اور ذکر الٰہی تھا، ہمیں یہی کرنا چاہیے۔

وہ حکومت پاکستان کی دعوت پر اپریل ۱۹۷۶ء کے پہلے ہفتے میں اسلامک فیسٹیول میں شرکت کے لیے ایک وفد کے ساتھ لندن گئے۔ ۴، ۵۔ اپریل ۱۹۷۶ء کی درمیانی شب کو لندن کی ایک سڑک عبور کر رہے تھے کہ تیز رفتار کار کی زد میں آ گئے۔ حادثہ اتنا شدید تھا کہ ہنسلی ٹوٹ گئی، دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی وقت لندن کے ویسٹ سنٹرل ہسپتال میں داخل کرا دیے گئے۔ ڈاکٹروں نے بہت توجہ سے علاج کیا، لیکن ۲۴۔ اپریل ۱۹۷۶ء کو وہیں وفات پا گئے۔ ۲۹۔ اپریل کو پی آئی اے کے جہاز پر دن کے گیارہ بجے ان کی میت لاہور پہنچی۔ اسی روز اخبار ''امروز'' میں جو اس زمانے میں پاکستان کا بہت بڑا اخبار تھا، مرحوم کے متعلق میرا مضمون شائع ہوا اور ریڈیو پاکستان لاہور میں میری تقریر نشر ہوئی۔

نمازِ مغرب کے بعد یونیورسٹی گراؤنڈ میں مولانا معین الدین لکھوی نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ ہر حلقۂ فکر کے بے شمار لوگ جنازے میں شامل تھے۔ ان کے والد مکرم مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے پہلو میں قبرستان میانی صاحب میں انھیں دفن کر دیا گیا۔ انھوں نے صرف ۴۹ برس عمر پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون [1]

---

(۱) سید ابوبکر غزنوی کے مفصل حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب قافلہ حدیث ص ۱۳۶ تا ۱۶۸۔ نیز دیکھیے ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' ص ۴۶ تا ۴۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی میں بھی ان کے متعلق راقم کا مضمون پڑھیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھبیسواں باب

مولانا محمد اسحاق رحمانی گوہڑوی

مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی وفات کے بعد ۱۹۔جنوری ۱۹۶۴ء کو مولانا محمد اسماعیل سلفی کو جمعیت کے امیر اور سید ابوبکر غزنوی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا تھا۔ لیکن ان کا دورِ نظامت علیا محدود رہا۔ ان کے بعد مولانا محمد اسحاق رحمانی گوہڑوی کو عارضی طور پر ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔ یہ بھی تھوڑا عرصہ ناظم اعلیٰ رہے۔ تاہم ناظمین کی فہرست میں ان کا نام شامل ہے۔ اس لیے میرے خیال میں ان کا تذکرہ ضروری ہے۔ ان کی محدود مدت کی عبوری نظامت علیا کے بعد مرکزی جمعیت کے ساہی وال میں منعقدہ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں میاں فضل حق کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ ان کا تذکرہ اس کتاب کے تیرھویں باب میں آچکا ہے۔

پورا قد، سرخی مائل گندمی رنگ، چہرے کے نقش ونگار نہایت مناسب، خوش لباس، خوش کلام، خوش اندام، مہمان نواز، اچھے خطیب، حسن اخلاق کے مالک۔ سر پر قراقلی ٹوپی، شلوار قمیص میں ملبوس۔ یہ تھے مولانا محمد اسحاق رحمانی۔ موضع گوہڑ (تحصیل پتوکی، ضلع قصور) ان کا مولد تھا اور ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام حاجی اللہ بخش تھا۔ اس علاقے کے لوگ طویل مدت سے لکھوی علمائے کرام کے عقیدت مند تھے۔

مولانا محمد اسحاق رحمانی نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ اس کے بعد لکھو کے چلے گئے۔ وہاں صرف ونحو اور حدیث کی بعض کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۲۶ء میں دہلی کا عزم کیا اور وہاں کے دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لیا۔ ذہین اور محنتی طالب علم تھے۔ مدرسے کے ہر امتحان میں بہتر پوزیشن میں کامیاب ہوئے۔ حضرت مولانا احمد اللہ دہلوی سے کتب حدیث کی تکمیل کی اور مدرسہ رحمانیہ سے سند فراغت لی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مروّجہ تعلیم سے فراغت کے بعد تبلیغی سلسلے میں کلکتے کا رخ کیا اور کچھ عرصہ وہاں وعظ و تبلیغ میں مشغول رہے۔ جوانی کا زمانہ تھا اور تبلیغ دین کا شوق۔ تقریر اچھی کرتے اور لوگوں سے میل جول کے سلیقے سے آشنا تھے۔ چناں چہ کچھ مدت اس نواح میں قیام رہا۔

اس کے بعد وطن واپس آ گئے اور ضلع گوجراں کے ایک گاؤں وڈالا سندھواں کی ایک مسجد میں خطابت و امامت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس گاؤں میں بریلوی حضرات کی اکثریت تھی اور وہ ایک پیر صاحب کا مسکن تھا، جو اس گاؤں میں بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ مولانا موصوف اپنے انداز میں وعظ و تبلیغ کرتے رہے اور لوگ ان سے بہت متاثر ہوئے۔

اس زمانے میں حصولِ پاکستان کی تحریک چل رہی تھی، انھوں نے اس تحریک میں بھی حصہ لیا اور اس سلسلے میں اپنے علاقے تحصیل چونیاں (ضلع قصور) میں تقریری صورت میں بہت کام کیا۔

۱۹۴۵ء کے انتخابات میں بالخصوص بھاگ دوڑ کی۔ انھیں خیال تھا کہ قیام پاکستان کے بعد اس ملک میں چاروں طرف اسلام ہی اسلام نظر آئے گا اور غیر اسلامی سلسلے ختم ہو جائیں گے، لیکن یہاں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے تاسیسی اجلاس میں تو وہ شامل نہیں تھے، لیکن جب ان کا جمعیت سے تعلق پیدا ہوا تو جماعت کی تنظیم کے لیے یوں سمجھیے کہ انھوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور دیگر اکابر جماعت کا وہ بے حد احترام کرتے تھے اور جمعیت کے ہر کام میں پیش پیش رہتے تھے۔

وہ کئی سال قصور کی جامع مسجد اہل حدیث (جامع فریدیہ) کے منصب خطابت پر متمکن رہے۔ اس زمانے میں انھوں نے متعدد مرتبہ مجھے اور مولانا محمد حنیف ندوی کو وہاں جانے کے لیے کہا، لیکن ہم ان کی دعوت پر قصور نہ جا سکے۔

قصور کا قیام انھیں بہت پسند تھا۔ ان کا گاؤں قصور سے قریب تھا اور جمعیت کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملات میں لاہور آنا جانا بھی ان کے لیے آسان تھا۔ لیکن سرگودھا کی جماعت اور وہاں کے دوستوں نے جن میں میاں عبدالستار صاحب کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے، انھیں سرگودھا جانے اور وہاں خطابت وتدریس کی خدمت سرانجام دینے کے لیے اصرار کیا۔ چناں چہ وہ وہاں تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں کی آب وہوا ان کے موافق نہیں آئی اور کچھ عرصے کے بعد وہاں سے آ گئے۔

کچھ مدت لاہور کی مسجد چینیاں والی میں بھی ان کا خطابت وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ چینیاں والی مسجد کے قریب ہی بریلوی حضرات کی مسجد ہے۔ خطبہ جمعہ تھوڑے سے فرق کے ساتھ تقریباً ایک ہی وقت میں ہوتا تھا اور لاؤڈ سپیکر پر دونوں خطبوں کی آوازیں ٹکراتیں تو دونوں طرف کے سامعین کے لیے تکلیف کا باعث ہوتی تھیں۔ مولانا محمد اسحاق رحمانی ملنسار اور دوسرے فریق سے گفتگو کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ ایک روز وہ بریلوی حضرات کی مسجد میں چلے گئے اور اس کے خطیب صاحب سے ملے۔ وہ ان کی اچانک آمد پر بڑے متعجب ہوئے اور تشریف آوری کی وجہ پوچھی۔ بے حد نرم لہجے میں فرمایا میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ خطبے کے وقت خطیبوں کی لاؤڈ سپیکر کی اکٹھی آوازیں سامعین پر گراں گزرتی ہیں، خطبے کے وقت میں چند منٹ کا آگا پیچھا کر لیا جائے تو یہ مشکل ختم ہو جائے گی۔ خطیب صاحب اور نمازی اس سے بہت متاثر ہوئے اور مسئلہ خوب صورتی سے حل ہو گیا۔

وہ مجلسی آدمی تھے اور مجلس میں بات چیت جس انداز سے کی جاتی ہے، اس سے خوب آگاہ تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ آپس کی گفتگو میں ایسا لہجہ اختیار کیا جائے کہ معاملہ بھی سلجھ جائے اور کسی کو تکلیف بھی نہ ہو۔

مہمان نوازی ان کا بہت بڑا وصف تھا۔ دوستوں اور تعلق داروں سے ملنا اور ان پر خرچ کرنا ان کی فطرت میں داخل تھا۔ مولانا سید محمد داود غزنوی کی خدمت میں حاضری کو اپنے لیے بہت بڑی سعادت قرار دیتے تھے۔

سرگودھا کی جماعت اور وہاں کے لوگ ان کے طرزِ کلام اور طریق تدریس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت خوش تھے۔ چناں چہ وہ انھیں اصرار کر کے دوبارہ سرگودھا لے گئے۔ وہاں انھوں نے خطابت کے ساتھ باقاعدہ طلبا کے لیے درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ محنت طلب بھی ہے اور وقت طلب بھی۔

کچھ عرصے سے وہ دل کے مریض تھے، لیکن اس کے باوجود اپنے مفوضہ فرائض باقاعدگی سے ادا کر رہے تھے۔ جماعتی معاملات میں کہیں آنے جانے کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ معالج کے مشورے کے مطابق علاج معالجہ بھی چلتا تھا اور کھانے پینے میں پرہیز بھی کرتے تھے۔ وہ روزانہ کے درس و تدریس کے علاوہ ہر روز نماز ظہر کے بعد درس حدیث دیا کرتے تھے۔ ۴۔ ستمبر ۱۹۶۷ء (۲۹۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ) کو حدیث کی کسی کتاب کا درس کے لیے مطالعہ کر رہے تھے کہ مسجد کی گیلری سے طلبا کے شور کی آواز سنی۔ انھیں خاموش کرانے کے لیے گیلری میں گئے۔ وہیں حرکت قلب بند ہوئی اور لمحہ بھر میں ان کی دنیوی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ طلبا کو خاموش کرانے والے خود ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اسی وقت شہر میں اس حادثے کی خبر پھیل گئی۔ شام کو سات بجے ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اس کے بعد بذریعہ ٹرک میت ان کے گاؤں موضع گوہڑ لائی گئی۔ وہاں صبح ساڑھے آٹھ بجے دوبارہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ بے شمار لوگ جنازے میں شریک تھے۔ میں اور مولانا محمد حنیف ندوی جنازے میں شمولیت کے لیے اکٹھے وہاں گئے۔ ان کا گاؤں لاہور سے کم و بیش ستر کلومیٹر کے فاصلے پر ہوگا۔ ۵۔ ستمبر ۱۹۶۷ء (۳۰۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ) کو انھیں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۵۶، ۵۵ سال کے لگ بھگ ہوگی۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه .

مولانا محمد اسحاق رحمانی کے چھوٹے بھائی مولوی محی الدین سلفی تھے۔ انھوں نے پیپلز پارٹی کے پہلے دور (۱۹۷۵ء) میں پاکستان کے سفارت خانے (سعودی عرب) میں ملازمت کر لی تھی۔ بچوں کو بھی وہیں لے گئے تھے۔ انھوں نے وہیں ۷۔ جنوری ۱۹۷۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پائی۔

مولانا محمد اسحاق رحمانی کے ایک ہی بیٹے ہیں، جن کا نام محمد اقبال ہے۔ بہت مدت سے ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ستائیسواں باب

میاں فضل حق

میاں فضل حق کا تذکرہ باب نمبر تیرہ میں بھی کیا گیا ہے اور ان کے متعلق کچھ تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ یہاں ان کا ذکر مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔

اکتوبر ۱۹۶۶ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کی مجلس شوریٰ نے میاں فضل حق کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا۔ میاں صاحب ۱۹۲۰ء میں ضلع امرتسر کے ایک گاؤں موضع رعیہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں حسن محمد تھا جو نیک کردار، مہمان نواز، علماء کے قدر دان بزرگ تھے۔ میاں فضل حق نے مولانا عبداللہ ویروالوی سے استفادہ کیا۔ تقسیم ملک کے بعد میاں صاحب اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان آ گئے اور حافظ آباد کو اپنا مسکن بنایا۔ ان کی کوشش سے حافظ آباد میں مسجد اہل حدیث تعمیر ہوئی، جس کا نام مسجد مبارک رکھا گیا۔ وہیں دارالحدیث محمدیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا گیا۔ مولانا محمد یوسف کلکتوی اس وقت کراچی میں سکونت پذیر تھے۔ میاں صاحب نے بہ طور شیخ الحدیث ان کی خدمات حاصل کیں اور کچھ عرصہ وہ حافظ آباد کے اس مدرسے کے منصب شیخ الحدیث پر متمکن رہے۔

میاں صاحب سے میری پہلی ملاقات اپریل ۱۹۵۵ء میں لائل پور کانفرنس کے موقعے پر ہوئی، جب کہ جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس وقت وہ جمعیت میں باقاعدہ طور سے شامل نہیں تھے۔ وہ گوجراں والا کانفرنس (اکتوبر ۱۹۵۶ء) کے زمانے میں مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ ہوئے۔ پھر انھوں نے جماعت کی بہت خدمت کی۔ راوی روڈ پر جمعیت کے لیے دفتر کی جگہ جو پندرہ کنال پر محیط ہے، انھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی گرہ سے خریدی۔ انھیں جامعہ سلفیہ کمیٹی کے صدر بھی بنایا گیا۔ ان کا زمانۂ نظامت علیا اکتوبر ۱۹۶۶ء سے لے کر ان کی وفات (۱۲ جنوری ۱۹۹۶ء) تک چلتا ہے جو تقریباً تیس برس کے طویل عرصے پر مشتمل ہے۔ اتنی طویل مدتِ نظامت کسی ناظم اعلیٰ کے حصے میں نہیں آئی۔

میاں صاحب دیگر مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ مشترکہ معاملات میں ان کا تمام جماعتوں کے سرکردہ حضرات سے رابطہ رہتا تھا۔ وہ میل ملاقات میں خاص شہرت کے مالک تھے۔ ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کے وہ رکن رہے۔

ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے میاں نعیم الرحمٰن طاہر کو جامعہ سلفیہ کمیٹی کے صدر بنایا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ میاں فضل حق مرحوم نے جماعت اور جامعہ سلفیہ کی بے حد مالی خدمت کی۔ ان کی کوشش اور امداد سے متعدد مقامات پر مساجد تعمیر ہوئیں۔ ان کے دونوں بیٹے عطاء الرحمٰن طارق اور نعیم الرحمٰن طاہر بھی جماعت اور جامعہ کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔[۱]

دیگر مذہبی جماعتوں کی طرح جماعت اہل حدیث میں بھی تنظیمی معاملات میں اختلافات پیدا ہوئے اور بعض حضرات نے اس سے علیحدہ ہو کر اپنے عہدے دار بھی بنائے۔ میرے خیال میں یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ اس قسم کے اختلافات بالعموم پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس میں کسی شخصیت کو مطعون ٹھہرانے اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ کوئی دینی یا شرعی اختلاف نہیں، تنظیمی اختلاف ہے اور تنظیم کے بارے میں ایک سے زائد رائیں ہو سکتی ہیں اور ہو جاتی ہیں۔ اسے برداشت کرنا چاہیے۔ ان عہدے داروں میں علامہ احسان الٰہی ظہیر اور مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شامل ہیں جو اپنے گروہ (جمعیت اہل حدیث) کے منصب نظامت پر متمکن

---

(۱) میاں فضل حق کے حالات میں میں نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں ان کے واقعاتِ حیات کے ساتھ ساتھ جماعت اہل حدیث کی تاریخ کا بہت بڑا حصہ ضبط تحریر میں آ گیا ہے۔ کتاب کا نام ہے ''میاں فضل حق اور ان کی خدمات''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ وہ دونوں مشہور علمائے دین تھے اور جماعت اہل حدیث اور مسلک اہل حدیث کے قابل قدر مبلغ اور بہت بڑے مقرر تھے۔ ان کی کوششوں سے جماعت نے بڑی ترقی کی اور اس کے دائرۂ اثر میں وسعت آئی۔ اسی راہِ مستقیم میں انھوں نے شہادت پائی اور ان کی شہادت کے نتیجے میں جماعت اہل حدیث نے ارتقا کی مزید منزلیں طے کیں اور اللہ کے فضل سے روز بروز طے کر رہی ہے۔

بات میاں فضل حق کی ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا اور وہ جماعت اہل حدیث اور مسلک اہل حدیث کے بہت بڑے خادم تھے۔ اس کتاب کے مختلف مقامات پر مختلف اسالیب میں ان کا تذکرہ ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھائیسواں باب

میاں محمد جمیل ایم۔اے

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نظمائے اعلیٰ کی فہرست میں میاں محمد جمیل کا نامِ نامی بھی شامل ہے۔ان کا آبائی گاؤں گوہڑ چک نمبر ۸ ہے جو تحصیل پتوکی ضلع قصور میں واقع ہے۔اس گاؤں کی بہت بڑی اکثریت ارائیں برادری سے تعلق رکھتی ہے۔میاں محمد جمیل بھی اسی برادری کے فرد ہیں۔میانے قد کے دبلے پتلے، متحمل مزاج اور شریف النفس عالم۔

میاں محمد جمیل مئی ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔پھر مزید حصولِ علم کے لیے مختلف مدارس کے اساتذہ کی خدمت میں حاضری دی۔جامعہ اسلامیہ گوجراں والا میں مولانا ابوالبرکات احمد اور مولانا محمد اعظم کے حلقہ تلمذ میں شامل ہوئے اور ان سے مروّجہ علوم کی تکمیل کی۔جامعہ اسلامیہ کی طالب علمی کے دوران میں فاضل اردو کا امتحان دیا اور اس میں کامیاب ہوئے۔وفاق المدارس کا امتحان بھی پاس کیا اور ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

کئی سال مرکزی جمعیت اہل حدیث کے منصب نظامت علیا پر فائز رہے۔جماعت کی تنظیم کے سلسلے میں مختلف اوقات میں بے شمار مقامات کے دورے کیے اور لوگوں کو منظّم کرنے کی سعی کی۔جماعت کے نظم ونسق کو مضبوط کرنے کا ایک جذبہ تھا جو انھیں جگہ جگہ جانے پر مجبور کرتا تھا۔اس سے ان کا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہ تھا۔کئی سال مرکزی جمعیت کی تنظیمی خدمات سرانجام دینے کے بعد میاں محمد جمیل نے اپنے منصب سے استعفا دے دیا۔استعفے کی اصل وجہ کا بھی بعض معتبر ترین ذرائع سے پتا چلا تھا، لیکن میں اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرنا چاہتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میاں صاحب کئی سال سے چار کام کر رہے ہیں اور چاروں کام بڑے اہم ہیں۔

ان میں ایک کام تصنیف و تالیف کا ہے۔ یہ کام کئی حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصے کا تعلق ''فہم القرآن'' سے ہے۔ یعنی قرآنِ مجید کا ترجمہ اور اس کی تفسیر۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ قرآنِ مجید پر بے شمار اہل علم نے کام کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ ہر صاحب علم کا اپنا انداز ہے۔ اس موضوع پر جس قدر بھی کام کیا جا سکے، کرنا چاہیے۔

تصنیف و تالیف سے متعلق ان کے کام کا دوسرا حصہ ''فہم الحدیث'' ہے۔ یہ کام بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس موضوع کی چند ضخیم جلدیں چھپ بھی چکی ہیں۔ ان میں انھوں نے بہت سے ضروری مسائل کی وضاحت کی ہے۔

اس کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف یہ ہیں جو طباعت کی منزل سے گزر چکی ہیں۔ ان میں سے بعض کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں:

① ...... دین تو آسان ہے۔

② ...... مشکلات کیوں؟ ان سے نکلنے کے الہامی راستے۔

③ ...... نبی ﷺ کی تہذیب و تمدن۔

④ ...... نظم جماعت۔

⑤ ...... سیرت ابراہیم علیہ السلام۔

⑥ ...... انبیاء علیہم السلام کا طریقہ دعا۔

⑦ ...... نبی ﷺ کا حج۔

⑧ ...... برکاتِ رمضان۔

⑨ ...... فضیلت قربانی اور اس کے مسائل۔

⑩ ...... نماز اور اس کی عملی تصاویر۔

⑪ ...... جادو کی تباہ کاریاں اور اس کا شرعی علاج۔

⑫ ...... زکوٰۃ کے مسائل اور فضائل۔

یہ تمام کتابیں انھوں نے اپنی قائم کردہ ابو ہریرہ اکیڈمی کی طرف سے شائع کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ پورا پتا یہ ہے: جامع مسجد ابوہریرہ، اقبال ٹاؤن۔ لاہور۔

دوسرا کام جو میاں محمد جمیل صاحب کر رہے ہیں خطبہ جمعہ ہے جو وہ جامع مسجد ابوہریرہ اقبال ٹاؤن میں ارشاد فرماتے ہیں۔ خطباتِ جمعہ کا آغاز انھوں نے ابتدائے قرآن سے کیا ہے۔ اس کی تیاری کرنا اور مسلسل کسی ایک آیت کی روشنی میں خطبہ دینا ایک مشکل اور اہم کام ہے۔

تیسرا کام ہے ابوہریرہ شریعہ کالج۔ یہ کالج کئی سال سے جاری ہے۔ اس کا نصاب کچھ اس قسم کا ہے کہ اس میں قدیم وجدید طریق تعلیم برابر برابر چلتا ہے۔ دینیات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بی۔ اے تک تعلیم کا انتظام ہے۔ اس کے لیے قابل اور محنتی اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

چوتھا کام ہے توحید کی تبلیغ۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ توحید پہلا رکن ہے۔ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور کلمہ توحید پڑھنا اسلام میں داخل ہونے کی اوّلیں شرط ہے۔ جو شخص اس پر عمل نہیں کرتا، وہ مسلمان نہیں۔ تمام انبیائے علیہم السلام نے توحید کی تبلیغ کی اور لوگوں کو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنے اور حاجت روا قرار دینے سے سختی کے ساتھ روکا۔ جو شخص توحید کو نہیں مانتا اور اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے گردن جھکاتا ہے، وہ اسلام سے روگرداں اور عمل شرک کا مرتکب ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ میاں محمد جمیل نے توحید کی تبلیغ کو اپنا مقصد حیات قرار دے لیا ہے اور وہ اس کے لیے ملک کے مختلف علاقوں میں جاتے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں لوگوں کو توحید کا درس دیتے ہیں۔ ہمارے علمائے کرام نے اس کی تبلیغ کے لیے بے حد کوششیں کی ہیں اور اس کے نتیجے میں انھیں بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی کی ایک کتاب ''اساسیاتِ اسلام'' ہے۔ اس میں انھوں نے مسئلہ توحید کو خاص انداز میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ ماضی قریب کے مشہور اہل حدیث مقررین میں سے حافظ اسماعیل ذبیح مرحوم اور کاموں کی کے شاہ عبدالغنی مرحوم توحید کے موضوع کو اپنے وعظوں میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے نہایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوش وجذبے سے نکھار کر بیان کیا کرتے تھے اور لوگ بڑے شوق سے ان کے وعظ سنتے تھے۔

میاں محمد جمیل نے جن مذکورہ بالا اعمالِ اربعہ کی انجام دہی کی مہم شروع کر رکھی ہے وہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس مہم میں کامیاب فرمائے۔

میاں محمد جمیل کے بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث کی نظامت علیا کی باگ ڈور مولانا عبدالعزیز حنیف نے سنبھالی۔ (۱)

---

(۱) میں نے میاں محمد جمیل کی بعض علمی سرگرمیوں کا ذکر اپنی کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' میں کیا ہے۔ ان شاء اللہ خدام حدیث کے کسی مجموعے میں زیادہ تفصیل سے کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتیسواں باب

مولانا عبدالعزیز حنیف

میانہ قد، نکھرا ہوا رنگ، گول چہرہ، کشادہ پیشانی، سر پر قراقلی ٹوپی، آنکھوں پر نظر کی عینک، صاف ستھرا لباس، مہمان نواز، بلند اخلاق، متحمل مزاج، کھنک دار آواز، بہت اچھے خطیب۔ چہرے کے پورے علاقے پر پھیلی ہوئی داڑھی جس پر سفیدی نے قبضہ کرلیا ہے۔ مناسب سراپا۔ یہ ہیں میرے دیرینہ دوست مولانا عبدالعزیز حنیف۔ جب ان سے پہلی ملاقات ہوئی اوران سے مراسم کا آغاز ہوا، اس وقت وہ جوانی کی بہاروں میں تھے اوران پر موسم شباب کا خوب صورت سایہ لہرا رہا تھا۔

مولانا عبدالعزیز حنیف تقسیم ملک سے تین چار سال قبل ۱۹۴۴ء کے پس وپیش موجودہ جغرافیائی اعتبار سے آزاد کشمیر کے ضلع باغ کے ایک گاؤں پنیالی میں پیدا ہوئے۔ وہاں اپنی زمین میں ان کے والد زمینداری کرتے تھے۔ وہ پڑھے لکھے تو نہ تھے، لیکن دین دار اور نیک خو بزرگ تھے۔

عبدالعزیز نے کچھ ہوش سنبھالا تو باپ نے ان کو مقامی سکول میں داخل کرا دیا۔ پانچویں جماعت کو پہنچے تو والدہ وفات پاگئیں، جس کا انھیں انتہائی صدمہ پہنچا اور پڑھنے لکھنے کا سلسلہ ختم کردیا۔ والد کی خواہش تھی کہ بیٹا آگے تعلیم حاصل کرے، لیکن بیٹے کا اس طرف کوئی دھیان نہ تھا۔ ڈیڑھ سال کا عرصہ اسی طرح گزر گیا۔ پھر یکایک ذہن نے پلٹا کھایا اور دل میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ ابھرا۔ اس کا اظہار باپ سے کیا تو انھوں نے نہایت مسرت اور شفقت کے ساتھ اس کی اجازت دے دی۔ یہ ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے۔ اس زمانے میں راولپنڈی میں مشہور عالم دین مولانا حافظ اسماعیل ذبیح مرحوم کا مدرسہ تدریس القرآن والحدیث اس نواح کا معروف مدرسہ تھا۔ عبدالعزیز حنیف نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں داخلہ لیا اور دینی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ان کی عمر اس وقت چودہ پندرہ برس کی تھی۔ وہ تین سال اس مدرسے میں پڑھتے رہے۔ پھر حالات ایسے پیدا ہوئے کہ یہ مدرسہ بند ہوگیا اور جو طلبا اس مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے تھے، انھیں مختلف مدارس میں بھیج دیا گیا۔ عبدالعزیز اور ان کے چند ساتھی طلبا کو حافظ اسماعیل ذبیح گوجراں والا میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اور انھیں ان کے قائم کردہ مدرسہ محمدیہ میں داخل کرا دیا گیا۔ درس نظامی کی باقی نصابی تعلیم انھوں نے یہیں مکمل کی۔

درس نظامی کی تکمیل کے بعد مولانا عبدالعزیز حنیف گوجراں والا سے کراچی چلے گئے۔ وہاں مولانا محمد یوسف کلکتوی کا بڑا شہرہ تھا۔ انھوں نے اپنے گھر ہی میں ایک مدرسہ جاری کر رکھا تھا اور وہ طلبا کے تمام اخراجات خود برداشت کرتے تھے۔ طلبا کے ساتھ مولانا محمد یوسف کا رویہ بے حد شفقت و محبت کا تھا۔ اس مدرسے میں مولانا عبدالعزیز حنیف نے حدیث میں تخصص کیا اور وہیں کراچی یونیورسٹی سے عربی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۶ء میں تعلیم سے فارغ ہو کر وہیں اپنی بساط کے مطابق تدریسی خدمت انجام دینے لگے۔

اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ میاں فضل حق مرحوم تھے۔ ایک مرتبہ وہ کراچی گئے اور مولانا عبدالعزیز حنیف سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے ان سے کہا کہ اسلام آباد میں جماعت کا نظام بالکل ابتدائی مرحلے میں ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہاں کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ آپ وہاں چلے جائیں اور جماعتی کام کریں۔

مولانا عبدالعزیز حنیف کو اس وقت اسلام آباد کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ انھوں نے سوچا کہ پورے پاکستان سے میاں صاحب نے اسلام آباد کے لیے ان کا انتخاب کیا ہے تو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ چناں چہ وہ کراچی کی سکونت ترک کر کے ۲۔ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو اسلام آباد آ گئے۔ اس وقت اسلام آباد میں اہل حدیث کی کوئی مسجد نہ تھی۔ مولانا عبدالعزیز حنیف ایک چھوٹے سے سرکاری کوارٹر میں نمازیں پڑھتے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہیں نمازِ جمعہ ادا کرتے۔ وہی کوارٹر ان کی قیام گاہ تھا، اور یہی ان کے درس و تدریس کا مرکز، اور یہیں ان کی میٹنگیں اور جلسے ہوتے۔ اس چھوٹے سے کوارٹر سے مولانا عبدالعزیز حنیف نے اسلام آباد میں جماعت اہل حدیث کی تنظیم و تبلیغ کا آغاز کیا۔ ان کے احباب جمع ہو جاتے اور آئندہ کے لیے کام کے منصوبے بناتے۔ اسے ہم ان کا محدود سے پیمانے کا ''اسلام آبادی دارِ ارقم'' قرار دے سکتے ہیں۔

پھر ایک وقت آیا کہ آب پارہ میں اہل حدیث کی مرکزی جامع مسجد تعمیر ہوئی جو اسلام آباد میں اہل حدیث کی پہلی مسجد تھی۔ مولانا عبدالعزیز حنیف نے اس مسجد کی خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔ یہ ذمہ داری ماشاء اللہ وہ اب تک باقاعدگی سے نبھا رہے ہیں۔

وہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں اہل حدیث کے پہلے خطیب اور اس مسلک کے اوّلیں مبلغ ہیں۔ ان کی متحمل مزاجی اور سلامت روی کی داد دینی چاہیے کہ وہ اس شہر میں نہایت حکمت عملی سے تقریباً چالیس سال سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ انھوں نے بھرپور جوانی کے زمانے میں یہ اہم سلسلہ شروع کیا تھا۔ اب وہ کم و بیش عمر عزیز کی ۶۵ منزلیں طے کر چکے ہیں۔ اس اثنا میں ان کی زندگی کئی ادوار سے گزری اور حالات کی رفتار میں بے شمار تبدیلیاں آئیں، لیکن وہ مردِ استقلال پیشہ جسے عبدالعزیز حنیف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اپنی جگہ پر قائم ہے اور تبلیغ حق میں مصروف......!

ان سے پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ ہمارے عزیز دوست میاں محمد جمیل تھے جو کئی سال اس منصب پر متمکن رہے۔ انھوں نے بعض وجوہ سے اس ذمہ داری سے استعفا دیا تو امیر جمعیت پروفیسر ساجد میر نے اپنے احباب سے مشورہ کر کے مولانا عبدالعزیز حنیف کو ان کے قائم مقام مقرر کر دیا۔ بعد ازاں ۴۔ اگست ۲۰۰۲ء کو انھیں جمعیت کے اجلاس میں باقاعدہ طور سے ناظم اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔

مولانا عبدالعزیز حنیف چھ بہن بھائی ہیں۔ چار بھائی اور دو بہنیں۔ تینوں بھائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے بڑے ہیں۔ بہنوں میں سے ایک ان سے بڑی ہے اور ایک چھوٹی ...... سب سے بڑے بھائی گاؤں میں اپنی زمین کے کاشت کار ہیں۔ ان سے چھوٹے ایک ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے جو ۲۰۰۱ء میں ریٹائر ہوئے۔ تیسرے بھائی ضلع باغ (آزاد کشمیر) کی جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ اور وہاں کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث کے منصرم ہیں۔ وہ سرکاری ملازم (پروڈکٹ منیجر) تھے۔ اپنی مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہو گئے۔

مولانا عبدالعزیز کے بچے پڑھے لکھے اور سعادت مند ہیں۔ ان کے بڑے صاحب زادے ایک مرتبہ لاہور میرے گھر کسی علمی سلسلے میں آئے تھے۔ مجھے ان سے مل کر اور ان کی باتیں سن کر بے حد خوشی ہوئی تھی۔

یکم اگست ۲۰۰۹ء سے ۳۔ اگست تک جنوبی ایشیا کے ملکوں میں اسلامی قانون اور فقہ وفتاویٰ وغیرہ کے موضوع پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی) اسلام آباد میں ایک سیمینار منعقد ہوا تھا، جس میں پاکستان اور ہندوستان کے اہل علم نے شرکت کی اور اس موضوع پر مقالے پڑھے تھے۔ مجھے بھی اس میں دعوتِ شرکت دی گئی تھی اور میں نے مقالہ پڑھا تھا۔ ۳۔ اگست کی شام کو اس سیمینار کا آخری اجلاس تھا، جس میں مولانا عبدالعزیز حنیف بھی اپنے ایک بیٹے اور بیٹی کے ساتھ تشریف لائے۔ ان سے مل کر نہایت مسرت ہوئی۔ انھوں نے مجھے اپنے ہاں رات رہنے کے لیے فرمایا۔ ان کے بچوں نے بھی برخوردانہ انداز میں اصرار کیا۔ لیکن میں ان کے ہاں حاضری نہ دے سکا، جس کا مجھے بہت احساس ہے۔ ان شاء اللہ کسی وقت حاضر ہوں گا اور ان سے باتیں ہوں گی۔ ان کا شمار میرے مخلص تریں دوستوں میں ہوتا ہے۔ اللہ اس گھرانے کو صحت وعافیت سے نوازے رکھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسواں باب

ڈاکٹر حافظ عبدالکریم

اب لائق احترام قارئین کی خدمت میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے موجودہ ناظم اعلیٰ ڈاکٹر حافظ عبدالکریم صاحب کے بارے میں چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۲۰۰۰ء کے ماہِ اپریل کا پہلا ہفتہ تھا کہ ایک دن ٹیلی فون سے آواز آئی: ''میں ڈیرہ غازیخاں سے بول رہا ہوں اور آپ کو حافظ عبدالکریم صاحب کا پیغام دینا چاہتا ہوں۔''

میں نے سوالیہ لہجے میں عرض کیا: ''ڈیرہ غازی خاں سے حافظ عبدالکریم کا پیغام''؟

جواب آیا: ''یہاں ایک جلسہ ہو رہا ہے۔ اس میں آپ کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔''

عرض کیا: ''نہ میں مقرر ہوں اور نہ جلسوں میں جاتا ہوں۔ میں تو اپنی چھوٹی سی کٹیا میں بیٹھا لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں۔ آپ نے کسی اور کو ٹیلی فون کرنا ہوگا، غلطی سے میرے نمبر پر کر دیا۔''

اس کے بعد خود حافظ صاحب نے رسیور پکڑا اور مجھے جلسے میں دعوتِ شرکت دی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے حافظ احمد شاکر کو فون کیا تو انھوں نے چند الفاظ میں حافظ عبدالکریم صاحب کا تعارف کرایا اور فرمایا کہ مجھے بھی دعوت دی گئی ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ اس پر مجھے خوشی ہوئی اور میں تیار ہو گیا۔

تاریخ مقررہ پر میں، حافظ احمد شاکر اور ان کے صاحب زادے عزیزی خلاد شاکر بذریعہ ڈائی وِیو شام کو ملتان پہنچے۔ وہاں ایک بہت بڑی بلڈنگ کے مہمان خانے میں گئے تو میاں محمد جمیل اور عزیزی حماد شاکر بھی موجود تھے۔ انھیں دیکھ کر تعجب بھی ہوا اور مسرت بھی ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ یہ بلڈنگ لڑکوں کا کالج ہے جو یہاں کی جماعت اہل حدیث کے بہت بڑے رکن حاجی محمد شریف صاحب چنگوانی کی کوشش سے معرضِ قیام میں آیا ہے۔ حاجی محمد شریف سے مل کر جی خوش ہوا۔ ان سے میری یہ پہلی ملاقات تھی۔ رات ہم وہیں رہے، دوسرے دن انہی کی گاڑی میں ڈیرہ غازی خاں پہنچے۔ حاجی محمد شریف چنگوانی سے متعلق میری گزارشات ''گلستانِ حدیث'' میں ملاحظہ فرمایئے۔ یہاں چند الفاظ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظمین کی فہرست میں حافظ عبدالکریم صاحب کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

ملتان سے بذریعہ سڑک ہم ڈیرہ غازی خاں کو روانہ ہوئے۔ میں اس علاقے میں پہلی دفعہ گیا تھا۔ اس نواح کی زمینیں یا تو بالکل بنجر قسم کی ہیں یا دور تک ''سیم'' کا پانی کھڑا ہے، جس کی وجہ سے یہ ارضِ غیر ذی زرع ہوگئی ہے۔ جب سے پاکستان قائم ہوا ہے، ہمیشہ اس علاقے کے زمیندار اقتدار میں رہے ہیں۔ وہ ہیں قریشی، لغاری، نواب، گیلانی گردیزی وغیرہ جو ہر الیکشن میں کامیاب ہوتے اور حکومت میں آتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے فخر کے ساتھ مخدوم کہلاتے ہیں، خادمیت سے ان کا عملاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان میں سے کبھی کوئی صدر ہوتا ہے، کبھی وزیراعظم، کبھی سپیکر ہوتا ہے، کبھی گورنر۔ کبھی کچھ ہوتا ہے، کبھی کچھ...... وہ سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن اپنے ووٹروں اور اس علاقے کے عوام کا ہمدرد نہیں ہوتا، جن کی وجہ سے وہ اتنے بڑے منصب پر پہنچتا ہے۔ مارشلائی حکومتوں میں بھی ان کو باقاعدہ حصہ دیا جاتا ہے اور جمہوری حکومتوں میں بھی بعض اوقات ان کے لیے عجیب وغریب قسم کی وزارتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ضیاء الحق نے ایک مخدوم کے لیے ''وزیرِ نوجواناں'' کا منصب ایجاد فرمایا تھا۔ وہ مخدوم صاحب آج کل قومی اسمبلی کے رکن ہیں لیکن حکومت سے باہر ہیں اور مسلم لیگ ن میں شامل ہیں، اس لیے حکومت کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں۔

بہر حال ہم نے وہ علاقہ پہلی دفعہ دیکھا جو اب تک آخری دفعہ ہے۔

ڈیرہ غازی خاں کے جلسے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ خطیب حضرات کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تربیتی جلسہ یعنی ورکشاپ ہے۔ سٹیج سیکرٹری اس وقت ہمارے عزیز دوست مولانا برق توحیدی ایڈیٹر ماہنامہ ''التوحید'' تھے۔ حاضرین سے انھوں نے حافظ احمد شاکر اور میرا جن الفاظ میں تعارف کرایا، حافظ احمد شاکر کا تو پتا نہیں، لیکن مجھے تو اپنا تعارف سن کر نہایت ندامت ہوئی۔ نہ میں مقرر، نہ خطیب۔ نہ اتنا عالم جتنا برق توحیدی صاحب نے الفاظ کے ہیر پھیر سے بنا دیا۔ قاری عبدالوکیل صدیقی صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ جلسہ خطیبوں کی تربیت کے لیے تھا، لیکن ہم ان کی کیا تربیت کرتے، ہمیں تو خود تربیت کی ضرورت تھی۔

اپنے عزیز دوست جناب برق توحیدی کے نستعلیق تعارفی الفاظ سے مجھے مولانا شبلی نعمانی کا ایک واقعہ یاد آ گیا جو انھیں دہلی میں خواجہ حسن نظامی کے مکان پر پیش آیا تھا اور شبلی نے ''الفاروق'' کے مصنف کی حیثیت سے اپنے متعلق تعارفی الفاظ سن کر شرمندگی کے عالم میں دل میں کہا تھا، کاش میں نے ''الفاروق'' نہ لکھی ہوتی۔ اگر لکھ ہی لی تھی تو ان لوگوں نے نہ پڑھی ہوتی جو یہاں بیٹھے ہیں۔ واقعہ کی پوری تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کبھی برق توحیدی سے ملاقات ہوئی تو ان شاء اللہ انھیں سناؤں گا۔

اس دن پہلی مرتبہ حافظ عبدالکریم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ نستعلیق قسم کے جوان۔ خوش گفتار اور خوش مزاج۔ پورا قد، اعتدال کے دائرے میں سیاہ داڑھی، سرخی مائل گندمی رنگ، مناسب نقش ونگار۔ سفید لباس۔ سر پر قراقلی ٹوپی۔ انھیں مل کر اور ان کا کام دیکھ کر ان پر بہت رشک آیا۔ تقریباً تین گھنٹے ہم وہاں رہے۔ حافظ صاحب الوداع کہنے کے لیے ملتان تک ہمارے ساتھ آئے اور ہمیں ہوائی جہاز پر سوار کرایا۔

طلبا وطالبات کی ابتدائی تعلیم سے لے کر انتہائی تعلیم تک انھوں نے کئی تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں جن میں قابل اساتذہ شائقین علم کو تعلیم دیتے ہیں۔ علاقے میں متعدد مساجد تعمیر کرائی ہیں اور خدمت خلق کے لیے کئی قسم کی کوششیں جاری ہیں۔

حافظ عبدالکریم ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو بستی وڈور دمیں پیدا ہوئے جو ڈیرہ غازی خاں سے بجانب مغرب بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کا قبیلہ کورائی بلوچ کہلاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ والد کا اسم گرامی نواب قادر بخش بلوچ ہے۔ وہ اپنے قبیلے کے سب سے بڑے زمیندار اور رئیس تھے۔ سراپا شرافت، سلیم الطبع اور ہمدردِ خلائق۔ وہ اس قبیلے کے پہلے شخص تھے جنھوں نے مسلک اہل حدیث قبول کیا اور پھر گاؤں میں مسجد تعمیر کرائی۔ اپنے گاؤں کے علاوہ بھی مسجدیں تعمیر کرائیں۔ ان کی وجہ سے اس نواح میں مسلک اہل حدیث کی بہت ترویج ہوئی۔

حافظ عبدالکریم سات بھائی ہیں۔ دو سعودی عرب میں سکونت پذیر ہیں اور باقی پاکستان میں اقامت گزیں ہیں۔ حافظ صاحب نے سرکاری سکول میں پرائمری پاس کی تو والد نے دینی تعلیم دلانا شروع کر دی۔ قرآنِ مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد گوجراں والا آئے اور جامعہ محمدیہ میں داخلہ لیا۔

مولانا عبدالحمید ہزاروی، مولانا محمد رفیق، حافظ عبدالمنان نورپوری اور مولانا جمعہ خاں سے تحصیل علم کی۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور مکہ مکرمہ کی ام القریٰ یونیورسٹی میں پہنچ گئے اور وہاں کا نصاب مکمل کیا۔ وہیں کے کلیۃ الدعوۃ قسم القرآن میں بی اے کیا۔ پھر قسمت نے یاوری کی تو حرم شریف کے شعبہ حفظ القرآن میں پانچ سال بہ طور مدرس خدمت سرانجام دینے کا موقع ملا۔ آٹھ سال مکہ مکرمہ کی ایک مسجد میں منصب امامت پر فائز رہے اور اسی مسجد میں جمعیت تحفیظ القرآن کے پانچ حلقوں کی نگرانی ان کے سپرد رہی۔ اس اثنا میں جامعہ ام القریٰ میں تعلیمی سلسلہ بھی جاری رہا۔

۱۴۰۹ھ (۱۹۹۰ء) میں وہاں سے فارغ ہوئے اور پاکستان آ گئے۔

یہاں یہ بھی سنتے جایئے کہ حافظ عبدالکریم ابھی مکہ مکرمہ کی ام القریٰ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ ۱۹۸۶ء میں امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ سبیل پاکستان تشریف لائے۔ اس اثنا میں ان کا ورودِ مسعود ڈیرہ غازی خاں میں بھی ہوا، اور انھوں نے وہاں کلیۃ البنات (لڑکیوں کے کالج) کی بنیاد رکھی۔ شیخ ممدوح نے ڈیرہ غازی خاں کی ہاکی گراؤنڈ کے عظیم الشان جلسۂ عام میں خطاب بھی فرمایا۔ ڈیرہ غازی خاں کا کلیۃ البنات اب پاکستان میں طالبات کا ایک اہم تعلیمی ادارہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس تعلیمی ادارے میں اس وقت اٹھارہ سو سے زائد بچیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ کلیۃ البنات یعنی لڑکیوں کے کالج کے علاوہ لڑکیوں کا ایک سکول بھی ہے، جس کا نام الریان گرلز مڈل سکول ہے، اس سکول میں چار سو سے زیادہ لڑکیاں حصولِ علم میں مصروف ہیں، جن میں دو سو ساٹھ یتیم بچیاں ہیں۔

لڑکوں کے لیے مرکز المودۃ الخیریہ کے نام سے ایک مدرسہ جاری ہے، جس میں درسِ نظامی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس مدرسے کی وجہ سے سیکڑوں بچے راہِ مستقیم پر قدم فرسا ہوئے۔ لڑکوں کے ایک ہائی سکول کا نام عمار بن یاسر ہے۔ اس سکول میں سات سو سے زیادہ بچے داخل ہیں۔ ان میں سے تین سو بچے وہ ہیں جو باپ کے سائے سے محروم ہیں۔ ان کے تمام تر اخراجات ادارہ ادا کرتا ہے۔

شہر کے مختلف مقامات میں بچیوں کے لیے مدارس قائم کیے گئے ہیں۔ اس طرح کم وبیش پانچ ہزار طلبا اور طالبات حصول علم کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر حافظ عبدالکریم نہایت مستعد اور باہمت اہل علم ہیں، وہ اپنے ادارے کی طرف سے بہت جلد انجینئر نگ یونیورسٹی قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

تعلیم کے علاوہ انھوں نے رفاہی سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے۔ اب تک وہ غریب اور کم آمدنی والے لوگوں کے گھروں میں بیس ہزار سے زائد ہینڈ پمپس لگوا چکے ہیں۔ مختلف مقامات میں انھوں نے کنویں بھی کھدوائے ہیں۔ ان کی کوشش سے پندرہ سو سے زیادہ مسجدیں تعمیر ہوئی ہیں، جن میں جمعہ وجماعت اور بچوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

ڈاکٹر حافظ عبدالکریم صاحب اپنے علاقے میں بڑے اثر ورسوخ کے مالک ہیں۔ اس علاقے کے لوگوں کے اصرار پر انھوں نے فروری ۲۰۰۸ء میں قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ ان کا مقابلہ پاکستان کے سابق صدر فاروق لغاری سے ہوا۔ لیکن لغاری صاحب نے ان کے مقابلے میں اپنی شکست کو توہین سمجھا۔ اس لیے انھوں نے وہی کچھ کیا جو اس قسم کے موقعے پر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے لوگ کیا کرتے ہیں۔ یعنی جعلی ووٹوں کی بھگتان۔ لغاری صاحب کی مسیحائی یہاں تک پہنچی کہ مُردے زندہ کیے گئے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن لوگوں کا کہیں نام ونشان نہ تھا، انھیں ووٹر بنایا گیا۔ اس کے علاوہ معلوم نہیں پاکستان کے سابق صدر نے انتخاب جیتنے کے لیے کیا کچھ کیا۔ سب باتیں اخباروں میں چھپیں اور لوگوں نے پڑھیں۔

پاکستان کی صدارت سب سے بڑا منصب ہے جس پر لغاری صاحب فائز رہے۔ اس کے بعد انھیں انتخاب لڑنے اور دھاندلیاں کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جھوٹی انا اور اقتدار کی خواہش ان لوگوں کو چین نہیں لینے دیتی۔ قبر تک ان کے ساتھ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو خوش رکھے، وہ اپنے علاقے میں بہت کام کر رہے ہیں۔ جہاں تک ہم جانتے ہیں، وہ اللہ کے دین کے سچے خادم ہیں اور ماشاء اللہ نہایت باہمت ہیں۔ انھوں نے ''برصغیر کا غیر مطبوع ذخیرۂ حدیث'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ہے۔

پاکستان کے کسی علاقے کے بڑے زمیندار اور سرمایہ دار بالکل نہیں چاہتے کہ ان کے علاقے میں تعلیم عام ہو۔ ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ لوگ جاہل رہیں اور وہ ان پر حکومت کریں۔ اگر تعلیم عام ہوگئی اور چھوٹے طبقے کے لوگوں نے علم حاصل کرلیا تو وہ ان کا مقابلہ کریں گے۔ حافظ عبدالکریم اور ان کے رفقا جو اپنے علاقے کے ان پڑھ لوگوں میں تحصیل علم کا شوق پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں، مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کی ترویجِ علم کی مساعی میں معاون ہونا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکتیسواں باب

میاں عبدالستار

میاں عبدالستار کا شمار مرکزی جمعیت اہل حدیث کے قدیم دور کے بزرگوں میں ہوتا ہے۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور دیگر ارکانِ جمعیت سے ان کے گہرے مراسم تھے۔ ان کے اخلاص کی وجہ سے سب حضرات ان کا احترام کرتے تھے، یہ بھی سب سے تکریم سے پیش آتے تھے۔ اب بھی یہ مرکزی جمعیت اہل حدیث سے وابستہ ہیں اور جمعیت کے انتخابات وغیرہ کے انتظامات کا معاملہ انہی کے سپرد ہوتا ہے۔ یعنی یہ ایک اہم جماعتی ذمہ داری ہے جو میاں عبدالستار ادا کرتے ہیں۔ خود میرے ان سے بہت دیرینہ تعلقات ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ان کے ضروری حالات اور جماعتی خدمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

تقسیم ملک سے قبل ضلع لاہور ایک قصبہ "پٹی" کے نام سے موسوم تھا، جس میں عددی اعتبار سے مسلمانوں کی اکثریت تھی اور مسلمانوں میں اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگ زیادہ تعداد میں تھے بلکہ کہنا چاہیے کہ اس علاقے میں یہ قصبہ اہل حدیث کے ایک بڑے مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں ایک جید عالم دین مولانا حافظ احمد سکونت پذیر تھے جو حافظ احمد پٹوی کے نام سے معروف تھے اور تحقیق مسائل، خطابت وتقریر اور فتویٰ نویسی میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ طبابت میں بھی انھیں درک حاصل تھا اور موضع پٹی میں اپنے مطب میں وہ طلبا کو طبی کتابیں بھی پڑھاتے تھے اور کتب حدیث کا درس بھی دیتے تھے۔

پٹی کی جماعت اہل حدیث نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی تھی۔ اس کے قیام میں حافظ احمد پٹوی کی کوششوں کو بڑا دخل تھا۔ مدرسہ محمدیہ کے مہتمم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد علی قصوری ایم اے کینٹب تھے اور ناظم تھے مولانا عبدالعظیم انصاری۔ اس مدرسے کے فاضل اساتذہ کی فہرست میں مولانا عبدالرحمٰن لکھوی (بن حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی) مرحوم اور مولانا ہدایت اللہ ندوی مرحوم کے اسمائے گرامی شامل تھے۔ تقسیم ملک کے نتیجے میں قصبہ پٹی ہندوستان کے حصے میں آیا اور اسے تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر میں شامل کیا گیا۔ پھر ایسا شیرازہ بکھرا کہ مشرقی پنجاب کے دیگر علاقوں کے لوگوں کی طرح پٹی کے لوگ بھی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے، کوئی کہیں چلا گیا، کوئی کہیں۔ حافظ احمد پٹوی جڑاں والا (ضلع لائل پور) چلے گئے اور وہیں ۱۵ مارچ ۱۹۷۰ء کو وفات پائی۔

پٹی میں ایک مسجد کا نام کھجور والی مسجد تھا۔ اس مسجد میں حافظ احمد پٹوی خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کسی زمانے میں اس مسجد کے منصب خطابت پر مولانا حافظ محمد حسین روپڑی فائز رہے تھے۔ ان کے صاحب زادے حافظ عبدالرحمٰن مدنی کی ولادت پٹی میں ہوئی تھی۔

ساکنانِ پٹی ہی میں میاں عبدالستار کا نام آتا ہے۔ میاں عبدالستار کے آبا واجداد کسی زمانے میں پنجاب کی ریاست کپورتھلہ کے موضع سلطان پور لودھی میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے ایک بزرگ کا نام بابا فقیر اللہ تھا جو آج سے کم وبیش ساڑھے تین سو برس پہلے اپنے اصل مسکن کی سکونت ترک کر کے موضع پٹی میں آبسے تھے۔ پھر بابا فقیر اللہ کی آل اولاد کے افراد تقسیم ملک تک اسی قصبے میں اقامت گزیں رہے اور اپنے اخلاق وکردار، کاروبار، تجارت، تعلیم اور صالحیت کی بنا پر پٹی اور اس کے قرب وجوار میں احترام کے مستحق گردانے گئے۔

میاں عبدالستار کے والد گرامی نے ۱۹۲۸ء میں اپنے مسکن پٹی میں کریانہ اور پنساری کی دکان کھول لی تھی جو اگست ۱۹۴۷ء تک کامیابی سے چلتی رہی۔ اس کے بعد یہ خاندان پٹی سے سرگودھا منتقل ہوگیا۔

میاں عبدالستار ۳ جنوری ۱۹۲۹ء کو موضع پٹی میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ اس وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحصیل قصور ضلع لاہور میں واقع تھا۔ میاں صاحب کے والد محترم اپنی عمر کے ایک عہد میں مدرسہ غزنویہ امرتسر میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرتے رہے تھے، اس لیے اپنے دور کے علماے کرام سے انھیں خاص انس تھا اور ان سے بے حد احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اپنے بچوں کی بھی وہ اسی نہج سے تربیت کرنا چاہتے تھے اور اسی نہج سے کی۔ اپنے اس بیٹے عبدالستار کو (جن کا ان سطور میں تذکرہ کرنا مقصود ہے) انھوں نے ایک طرف سرکاری سکول میں داخل کرایا تو دوسری طرف دینی تعلیم دلانے کا اہتمام کیا۔ اس کے لیے ان کے نزدیک اپنے قصبے پٹی کا مدرسہ محمدیہ مقامی طور پر دینی تعلیم کا بہترین مرکز تھا۔ چناں چہ انھوں نے عبدالستار کو اس مدرسے میں باقاعدہ حاضر ہونے کا حکم دیا اور باپ کے حکم کے مطابق سعادت مند بیٹے نے مولانا حافظ احمد پٹوی اور مولانا سید عبدالرحمٰن شاہ سے دینی تعلیم کے حصول کا آغاز کیا اور ان سے درسِ نظامی کے نصاب کی ابتدائی کتابیں پڑھیں جن میں صرف ونحو کی بعض کتابیں بھی شامل تھیں۔ سورہ کہف تک قرآنِ مجید کا ترجمہ پڑھا۔ اُدھر سرکاری سکول میں میٹرک تک پہنچ گئے۔

خود عبدالستار کو بھی حصولِ علم کا شوق تھا اور والدین بھی چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو۔ لیکن اسی اثنا میں ملک تقسیم ہوگیا اور صدیوں سے اپنی اپنی جگہ مضبوطی سے جمع ہوئی آبادیوں کی اکھاڑ پچھاڑ کا ایسا جھکڑ چلا کہ لوگوں کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے، چھوٹا بڑا ہر خاندان اس سے متاثر ہوا اور مدت تک سنبھل نہ سکا۔

تقسیم ملک کے وقت میاں عبدالستار کی عمر ساڑھے اٹھارہ سال تھی اور جوانی کا سایہ ان پر لہرا رہا تھا۔ اپنے قدیم وطن سے سرگودھا آنے کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ لیکن یہ انقطاع عارضی تھا۔ کچھ عرصے کے بعد حالات میں تغیر رونما ہوا اور بہتری کے آثار ابھرے تو سرگودھا کے طبیہ کالج کی نائیٹ کلاس میں داخلہ لیا۔ یہ کالج سنٹرل طبی بورڈ کے زیر اہتمام جاری ہوا تھا۔ طبیہ کالج کے ہر امتحان میں میاں صاحب درجۂ اوّل میں کامیاب ہوئے۔ یہ سلسلہ تین برس جاری رہا۔ مالی وسائل کی کمی کے باعث یہ کالج بند ہوگیا۔ اس کالج کی تعلیم نے میاں صاحب کو آدھا طبیب بنا دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طبیہ کالج کی اس تعلیم سے میاں صاحب پورے طبیب تو نہ ہو سکے البتہ انھیں اس کا یہ فائدہ ضرور پہنچا کہ طبی مسائل وادویات سے کچھ شناسائی ہوئی، طبی اصطلاحات اور خاص قسم کے طبی اسلوبِ کلام کا علم ہوا۔ کالج میں طلبا کے درمیان بعض طبی مسائل سے متعلق مباحثہ ومذاکرے کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور کسی نہ کسی موضوع پر طلبا سے تقریریں کرائی جاتی تھیں، ان مباحثوں، مذاکروں اور تقریروں میں میاں صاحب حصہ لیتے تھے، اس کی وجہ سے انھیں تقریر کے فن سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ لوگوں سے میل جول کے طور طریقے کا پتا چلا، ذہن کی وادی میں وسعت پیدا ہوئی، خوش اخلاقی کے آثار میں جو پہلے سے موجود تھے، روئیدگی آئی، عادات واطوار میں خوش گوار تبدیلی پیدا ہوئی، لطائف وظرائف سے شناسا ہوئے اور علمی ذوق میں اضافہ ہوا۔

طبیہ کالج سرگودھا کے پرنسپل نے دہلی کے طبیہ کالج سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ مولوی فاضل، منشی فاضل اور ادیب فاضل تھے۔[1] نیز حافظ قرآن اور ماہر قراءت وتجوید تھے۔ انگریزی کے بھی استاد رہ چکے تھے۔ سرگودھا میں ان کا مطب تھا اور طبابت کے فن میں مشہور تھے۔ مقامی علمی حلقوں میں انھیں احترام کا مقام حاصل تھا۔ شاگردوں پر شفقت فرماتے تھے۔ انھوں نے میاں صاحب کو اپنی دینی تعلیم کے سلسلے کو آگے بڑھانے کی ترغیب دی تو میاں صاحب نے فجر کی نماز کے بعد ان سے باقاعدہ طور پر پڑھنا شروع کر دیا۔ ترجمہ قرآن بھی ان سے مکمل کیا اور مروّجہ درس نظامی کی بعض کتابیں بھی ان سے پڑھیں۔ اس کے بعد باقی کتابیں سرگودھا میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے تلمیذ خاص شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب، مولانا محمد اسحاق رحمانی اور قاری محمد قاسم صاحب سے پڑھیں۔ مولانا حافظ حکیم نیاز احمد کرنالوی اور دیگر حضرات سے انھوں نے

---

(۱) اس زمانے میں مولوی فاضل اسے کہا جاتا تھا جس نے یونیورسٹی سے عربی فاضل کا امتحان پاس کیا ہو اور منشی فاضل کا اطلاق اس شخص پر ہوتا تھا جو یونیورسٹی سے فارسی کے امتحان میں کامیاب ہو چکا ہو۔ ادیب فاضل یونیورسٹی سے اردو کے سند یافتہ کو کہا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو علم حاصل کیا اسے وہ اپنی "زندگی کا سرمایہ" قرار دیتے ہیں۔ اس طرح میاں صاحب نے دینی علوم مختلف اساتذہ سے مرحلہ وار حاصل کیے۔ اس کے ساتھ کاروبار کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ یہ ان کی بڑی ہمت تھی کہ کاروبار بھی باقاعدہ جاری رکھا اور سلسلۂ حصولِ علم بھی۔

سکول کی تعلیم جن حضرات سے حاصل کی، ان میں ماسٹر برکت علی، ماسٹر امداد علی اور ہیڈ ماسٹر صوفی عبداللہ صاحب شامل ہیں، جن سے میاں صاحب بے حد متاثر ہیں۔

ان کے تمام اساتذہ اپنی اپنی باری سے بارگاہ الٰہی میں پہنچ گئے ہیں۔ سعادت مند شاگرد ان سب کا نہایت تکریم کے الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں اور انھیں دعاے خیر سے یاد کرتے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

میاں صاحب نے نومبر ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں آزاد ٹرنک فیکٹری قائم کی تھی، جس کا سٹور کچہری بازار میں ہے۔ ماشاء اللہ بہت اچھا کاروبار ہے۔ بلاک ۱۹/۲۳ میں دو گودام ہیں، جس میں آئرن سٹیل شیٹ کا بزنس جاری ہے جو ان کے بیٹے حافظ عبدالغفار اور نواسے میاں عبدالقدوس کے کنٹرول میں ہے۔ یہ دونوں محنتی اور مستعد نوجوان ہیں۔ یوں تو مسلک اہل حدیث سے وابستگی، کتاب و سنت سے تعلق خاطر اور صالحیت و تدوین کے اوصاف میاں صاحب کو خاندانی طور سے ورثے میں ملے ہیں اور علمائے دین سے محبت ان کی فطرت میں داخل ہے، لیکن جماعت کی تنظیم (مرکزی جمعیت اہل حدیث) سے ان کا باقاعدہ علاقہ رکنیت ۱۹۵۴ء کے آغاز میں ہوا۔ اس سال کے ماہِ اپریل کی ابتدائی تاریخوں میں مرکزی جمعیت کی دوسری سالانہ کانفرنس ملتان میں زیر صدارت مولانا محمد علی قصوری (ایم اے کینٹب) ہوئی تھی اور صدرِ استقبالیہ مولانا محمد اسحاق چیمہ تھے۔ یہ فقیر اس زمانے میں اخبار "الاعتصام" کا ایڈیٹر اور مرکزی جمعیت کا ناظم دفتر تھا۔ اس اجلاس کے موقعے پر جمعیت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس بھی صدر جمعیت حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ مولانا غزنوی بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ وہ جمعیت کی کابینہ، مجلس عاملہ اور مجلس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شوریٰ کے اجلاس میں کسی غیر رکن کو شریک نہیں ہونے دیتے تھے اور جس کمرے میں ان مجالس میں سے کسی مجلس کا اجلاس جاری ہوتا، اس کمرے میں کسی غیر کو آنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔

میاں عبدالستار ملتان کانفرنس کے موقعے پر مجلس شوریٰ کے اجلاس میں پہلی مرتبہ رکن شوریٰ کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے اور پہلی دفعہ مولانا غزنوی کی باتیں سننے کا موقع ملا تھا۔ اس وقت وہ پچیس چھبیس سال کے جوانِ رعنا تھے۔ کشیدہ قامت، کسرتی سا جسم، گندم گوں، مناسب خدوخال، سیاہ پوری داڑھی، نرم کلام، کلّے پر پگڑی اور شلوار قمیص پہنے ہوئے۔ یہ تھے اس زمانے کے میاں عبدالستار۔ اس کے بعد حالات نے ایسی خوش گوار کروٹ لی کہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے ان کے تعلقات بہت بڑھ گئے۔ ان کے ایک اور ساتھی ملا عبدالعزیز تھے۔ بالعموم یہ دونوں سرگودھا سے تشریف لایا کرتے تھے اور مولانا غزنوی سے ملا کرتے تھے۔ دیر تک مولانا کے کمرے میں ان کی نشست رہتی تھی۔ میاں صاحب کی شکل وشباہت، قدوقامت اور طرز کلام تو وہی ہے جو ۱۹۵۴ء میں تھا، لیکن داڑھی کے بالوں کی سیاہی پر سفیدی نے قبضہ کرلیا ہے، جوانی بڑھاپے میں بدل گئی ہے اور ٹخنوں اور گھٹنوں پر درد نے تسلط جمالیا ہے۔

۱۹۵۶ء میں میاں صاحب کو مرکزی جمعیت کی مجلس عاملہ کا رکن بنایا گیا تھا، مولانا غزنوی کے یہ قابل اعتماد رفقا میں سے تھے۔ اسی طرح مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی اپنے زمانۂ نظامت اور زمانۂ امارت میں میاں صاحب پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ مولانا غزنوی یا مولانا محمد اسماعیل صاحب جب بھی کسی جماعتی معاملے میں سرگودھا جاتے تو ان کا قیام میاں صاحب کے مکان پر ہوتا تھا۔ مولانا غزنوی نمازِ فجر سے کافی دیر پہلے اٹھنے کے عادی تھے۔ وہ تہجد کے وقت طویل دعا کرتے تھے۔ میاں صاحب کے گھر کے افراد اس سے بے حد مسرت محسوس کرتے اور مولانا کے ساتھ دعا میں شامل ہوتے۔ مولانا تہجد میں اونچی آواز میں قرآنِ مجید پڑھتے تو میاں صاحب اور گھر کے دیگر ارکان بھی ان کی اقتدا میں تہجد کی نماز پڑھنا شروع کردیتے۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں کہ مولانا ان کے گھر قیام کر کے خوش ہوتے تھے۔ انھیں وہاں تمام سہولتیں میسر تھیں۔ اسی طرح میاں صاحب اور ان کے افرادِ خانہ مولانا کی آمد کو اپنے لیے باعث برکت قرار دیتے تھے۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب بھی قبل از فجر جاگتے اور باقاعدہ نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔ ان کا بھی سرگودھا میں قیام میاں عبدالستار کے مکان پر ہوتا تھا اور وہاں انھیں ہر قسم کا آرام حاصل تھا۔ یہ میاں صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ ان دونوں بزرگوں میں سے جو صاحب بھی سرگودھے جاتے، ان کے ہاں قیام فرماتے۔

میاں صاحب کے والد ماجد کے ساتھ مولانا غزنوی کے برادرانہ نوعیت کے مراسم تھے۔ وہ چوں کہ دو سال امرتسر مدرسہ غزنویہ میں پڑھتے رہے تھے، اس لیے دونوں بزرگوں کو اس کا لحاظ تھا اور یہ لحاظ ایک دوسرے کے اکرام کا ذریعہ تھا۔ مولانا انھیں بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔

بہر حال ۱۹۵۴ء کی ملتان کانفرنس سے لے کر اب تک کی (غالباً) مرکزی جمعیت کی تمام سالانہ کانفرنسوں میں میاں صاحب شریک ہوتے آئے ہیں اور مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ مارچ ۱۹۵۸ء میں مرکزی جمعیت کی پانچویں سالانہ کانفرنس مولانا غزنوی کے زیر صدارت سرگودھا میں ہوئی۔ یہ کانفرنس میاں صاحب کی کوشش سے منعقد ہوئی تھی اور اس کی کامیابی کے لیے میاں صاحب نے بے حد بھاگ دوڑ کی اور یہ کانفرنس کامیاب رہی۔ اس کانفرنس کے سلسلے میں میاں صاحب کئی دفعہ ضروری مشورے کے لیے مولانا کی خدمت میں لاہور تشریف لائے اور مولانا انھیں ہدایات دیتے رہے۔ سرگودھا کانفرنس میں بہت سے علمائے کرام شریک ہوئے تھے اور انھوں نے تقریریں کی تھیں۔ حاضری، انتظامات اور تقریروں کے اعتبار سے کانفرنس کامیاب رہی تھی۔ مولانا غزنوی نے تحریری خطبہ صدارت ارشاد فرمایا تھا۔

یہاں چلتے چلتے یہ بھی بتاتے جائیں کہ ۱۹۴۵ء میں میاں عبدالستار کے بڑے بھائی میاں عبدالجبار خاکسار تحریک میں شامل ہوگئے تھے۔ سب کو معلوم ہے کہ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی جذباتی آدمی تھے اور علمائے دین کے سخت مخالف تھے۔ چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں انھوں نے ''مولوی کا غلط مذہب'' کے عنوان سے نمبر ایک سے لے کر نمبر بیس تک رسالے شائع کیے تھے، جنھیں خاکسار لوگوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ اس کا اثر میاں عبدالجبار پر بھی تھا۔ میاں صاحب کے والد اور خاندان کے تمام ارکان کے لیے یہ بے حد پریشانی کی بات تھی کہ ان کے گھر کا ایک فرد اس تحریک میں شامل ہے، جس کے بانی علمائے دین کی شدید مخالفت کر رہے ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد اگرچہ میاں عبدالجبار عملی طور سے اس تحریک میں حصہ نہیں لیتے تھے، لیکن ان کے خیالات اسی قسم کے تھے اور گھر میں آپس کی گفتگو میں بسا اوقات بدمزگی سی پیدا ہو جاتی تھی۔ میاں صاحب نے اس کا ذکر مولانا غزنوی سے کیا۔ چند روز کے بعد سرگودھا میں جمعیت اہل حدیث کی سالانہ کانفرنس منعقد ہونے والی تھی۔ مولانا نے فرمایا جب میں کانفرنس کے موقعے پر سرگودھا آؤں تو عبدالجبار کو میرے ساتھ کر دینا۔ میاں عبدالستار کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے ناظم تھے۔ مولانا سرگودھا پہنچ گئے تو میاں صاحب نے فرمایا آپ تو مجلس استقبالیہ کے ناظم کی حیثیت سے انتظامی امور میں مصروف ہیں، اس لیے میاں عبدالجبار کو میرے ساتھ کر دیجیے۔ چناں چہ میاں عبدالجبار کانفرنس کے دوران چار دن مولانا کے ساتھ رہے اور ذہن بالکل صاف ہو گیا۔ علما کے بارے میں جو خیالات وہ رکھتے تھے، ختم ہو گئے۔ مولانا نے ان کے سامنے نہ علامہ مشرقی کے خلاف کچھ کہا، نہ ان کی جماعت خاکسار پر تنقید کی، نہ اس موضوع پر کوئی بحث کی، نہ کانفرنس کے ہجوم کار میں اس کا کوئی موقع مل سکتا تھا۔ بس مولانا کی دو چار روز کی صحبت اور ملنے والوں سے ان کی گفتگو سے وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ذہن و فکر کی دنیا بدل گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا غزنوی کی شخصیت عام علما سے بہت مختلف تھی اور ان کی گفتگو اور انداز گفتگو سے ہر شخص متاثر ہوتا تھا۔ ان کی صالحیت، ان کی شکل و صورت اور ان کی نیکی دیکھنے اور ملنے والے کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات میاں عبدالستار کے بارے میں ہو رہی تھی۔ علمائے کرام سے ان کے ہمیشہ مخلصانہ بلکہ عقیدت مندانہ مراسم رہے۔ مولانا سید محمد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے علاوہ مولانا عبداللہ ویروالوی، حافظ اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حافظ عبدالستار دہلوی، ان کے صاحب زادے حافظ عبدالغفار سلفی، مولانا محمد اسحاق چیمہ، قاری عبدالخالق رحمانی اور دوسرے بہت سے اصحابِ علم سے ان کا معاملہ نہایت احترام کا رہا۔

اکتوبر ۱۹۶۱ء میں میاں عبدالستار کو جامعہ سلفیہ کی تعمیر کمیٹی کا رکن بنایا گیا تھا۔ یہ کمیٹی پانچ ارکان پر مشتمل تھی۔ وہ تھے: ① میاں فضل حق، ② مولانا عبیداللہ احرار، ③ میاں عبدالمجید، ④ میاں محمد عالم اور ⑤ میاں عبدالستار۔

میاں صاحب کے والد محترم بھی علمائے کرام سے محبت وعقیدت کا رشتہ رکھتے تھے، یہی اثر بیٹے پر پڑا۔ حضرت شاہ محمد شریف صاحب گھڑیالوی سے ان کے والد کے خاص طور سے گہرے مراسم تھے، میاں صاحب بھی والد کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

سرگودھا میں میاں صاحب نے اہل حدیث کی مساجد کے سلسلے میں بڑی خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً وہاں کی جامع مسجد کے لیے ان کی تگ ودو باعث رشک ہے۔ اس وقت اہل حدیث کی دو مسجدوں کا انتظام ان کے ہاتھ میں ہے جو حسن وخوبی سے چل رہا ہے۔ ایک جامع مسجد ربانی اہل حدیث کا انتظام جو واٹر سپلائی روڈ پر خوب صورت مسجد ہے اور دوسری جامع مسجد توحید بلاک ۱۹/۲۳ والی۔

ان مساجد کے علاوہ طالبات کے دو مدرسے میاں صاحب کے اہتمام میں جاری ہیں، جن میں درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے اور حفظ قرآن کا بھی انتظام ہے۔ ان مدرسوں کی نگرانی میاں صاحب کی دو صاحب زادیاں کرتی ہیں جو ماشاء اللہ دینی تعلیم سے پوری طرح بہرہ مند ہیں۔ یہ مدرسے میاں صاحب کے قائم کردہ ہیں۔

اب میاں عبدالستار صاحب کی اولاد سے متعلق چند باتیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میاں صاحب کی شادی ۱۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کو ہوئی تھی۔ ان کی چھ بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا۔ بیٹے کا نام عبدالغفار ہے جو حافظ قرآن ہیں اور ایم اے (عربی) پاس ہیں۔ ماشاء اللہ حج بیت اللہ بھی کر چکے ہیں۔ مروّجہ درسی کتابیں بھی مختلف اساتذہ سے پڑھی ہیں۔ بہ وقت ضرورت خطبہ جمعہ بھی دیتے ہیں، درسِ قرآن بھی دیتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھاتے ہیں۔

میاں صاحب کے ایک نواسے کا نام میاں عبدالقدوس ہے۔ یہ برخوردار میاں صاحب کے بے حد خدمت گزار ہیں۔ سفر میں زیادہ تر یہی میاں صاحب کے ساتھ رہتے ہیں۔ حافظ عبدالغفار اور میاں عبدالقدوس دونوں صاحب اولاد ہیں۔ کاروبار کا سلسلہ انہی دونوں کے سپرد ہے۔ میاں صاحب فارغ ہیں، البتہ کاروباری حساب کتاب کا معاملہ میاں صاحب نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ میاں صاحب حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا محمد حنیف ندوی کی کتابیں پڑھنے میں زیادہ مصروف رہتے ہیں (اگرچہ انھوں نے از راہِ کرم ان بزرگانِ عالی قدر کے ساتھ اس گوشہ گیر فقیر کی کتابوں کا بھی ذکر فرمایا ہے لیکن میں اپنی کم علمی کی وجہ سے اپنا نام ان عظیم ہستیوں کے ساتھ لانا مناسب نہیں سمجھتا) میاں صاحب کے دونوں بچے ملنسار، بااخلاق اور مہمان نواز ہیں۔ میاں صاحب کے تابع فرمان ہیں۔ میاں صاحب ان کی کارگزاری سے مطمئن اور لوگوں کے ساتھ ان کے تعلقات سے بہت خوش ہیں۔

میاں صاحب کی تین بیٹیاں قرآن کی حافظ ہیں اور دینی علوم سے بہرہ ور ہیں اور ماشاء اللہ بچوں والی ہیں اور اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ میاں صاحب کے قائم کردہ مدرسۃ البنات میں پڑھاتی بھی ہیں یعنی عالمات بھی ہیں اور معلّمات بھی۔

میاں عبدالستار صاحب خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو صالحیت کی نعمت سے بھی نوازا ہے اور تعلیم کی دولت بھی عطا فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں دینوی اعتبار سے سب بچے آسودہ حال ہیں۔

میاں صاحب کا شمار سرگودھا کے دینی حلقوں کی معزز شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ محکمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوقاف کے زیر اہتمام ''اتحاد بین المسلمین کمیٹی پنجاب'' کے نام سے قائم ہے، میاں صاحب اس کمیٹی کے رکن ہیں۔ اس کمیٹی کے لیے میاں صاحب نے مختلف موضوعات پر متعدد مقالے لکھے ہیں جن میں سے اکثر مقالے شائع ہو چکے ہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے متعلق انھوں نے ایک مقالہ لکھا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔

اسی طرح بعض اور مقالے معرضِ اشاعت میں آچکے ہیں۔

میاں صاحب کو مطالعہ کا بہت شوق ہے اور ان کا بہت اچھا کتب خانہ ہے۔ میں ان کے کتب خانے کی زیارت کر چکا ہوں۔ وہ کس طرح......؟

سنیے......!

۶ جولائی ۲۰۰۰ء کو صبح چھ بجے میرے پاس سرگودھا سے دو نوجوان تشریف لائے، ان میں سے ایک کا نام میاں محمد نوید تھا اور دوسرے کا ریاض خاں۔ انھوں نے بتایا کہ سرگودھا کے حضراتِ احناف یہ فرما رہے ہیں کہ اہل حدیث برصغیر کا ایک نیا فرقہ ہے، اس کی عمر ڈیڑھ دو سو سال سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لیے میں وہاں جا کر تقریر کروں اور اس بات کی وضاحت کروں کہ اہل حدیث کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔ میں تقریر سے بھی گھبراتا ہوں اور سفر سے بھی بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن میں نے ان کے اصرار پر وہاں جانے کا وعدہ کر لیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ میرے جانے اور تقریر کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اہل حدیث کی مخالفت کرنے والے اپنا کام جاری رکھیں گے۔

انھوں نے مجھے ۲۶ جولائی کو نماز عشا کے بعد مسجد نمرہ میں تقریر کرنے کی دعوت دی تھی۔ اس سے دو چار روز کے بعد میاں عبدالستار صاحب کا ٹیلی فون آیا کہ میں سرگودھا ضروری حاضری دوں اور کھانا ان کے ہاں کھاؤں۔ میاں صاحب کا یہ فرمان میرے لیے نہایت مسرت کا باعث تھا۔ چناں چہ میں ۲۶ جولائی کو فیصل آباد پہنچا اور فیصل آباد سے ہم چار دوست جناب علی ارشد (مرحوم)، پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ اور محمد امین، علی ارشد صاحب کی گاڑی سے شام کو سرگودھا پہنچے اور وعدہ کے مطابق میاں صاحب کی آزاد ٹرنک فیکٹری کچہری بازار میں ان سے ملے۔ شام کے بعد میاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب کے گھر کھانا کھایا۔ کھانے میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے پوتے جناب عرفان اللہ ثنائی، مولانا اللہ بخش کمیر پوری کے پوتے مولانا سلیم اللہ اور دوسرے متعدد حضرات موجود تھے۔ اس موقعے پر میاں صاحب کا کتب خانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ بہت اچھا کتب خانہ ہے، جس میں عربی، فارسی، اردو کی مختلف موضوعات کی کتابیں اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔

میں نے ''برصغیر میں اہل حدیث کی آمد'' کے موضوع پر دو گھنٹے کی تقریر کی۔ اس کے بعد اس موضوع پر اسی نام سے مستقل کتاب لکھ دی جو ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پہلی دفعہ ۲۰۰۴ء میں مکتبہ قدوسیہ لاہور سے شائع ہوئی۔ پھر کئی دفعہ چھپی، ہندوستان میں بھی چھپ چکی ہے۔ بحمد اللہ اس کتاب نے بڑی مقبولیت حاصل کی اور بہت پڑھی گئی۔ میری تمام کتابیں ہندوستان میں چھپ گئی ہیں۔

میاں صاحب ایک مرتبہ اپنی اہلیہ محترمہ اور میاں عبدالقدوس کے ساتھ غریب خانے پر بھی تشریف لائے تھے۔ کچھ عرصے سے وہ بلڈ پریشر، شوگر، جوڑوں کے درد وغیرہ عوارض میں مبتلا ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں صحت وعافیت سے نوازے رکھے، آمین یا رب العالمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیسواں باب

پاکستان کے چند تدریسی ادارے

کتاب کے دوسرے باب میں دہلی کے ان چند اہل حدیث مدارس کا تذکرہ کیا گیا ہے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزی حکومت کے ظلم وستم کی بنا پر ختم ہوئے۔ پھر اسی شہر کے ان مدرسوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو اس سے ۹۰ سال بعد اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوؤں اور سکھوں کی ستم گرانہ یلغار کی بھینٹ چڑھے۔ کتاب کے تیسرے باب میں مشرقی پنجاب کے بارہ اضلاع کے ان تیس اہل حدیث مدارس کا ذکر کیا گیا ہے جن کا اگست ۱۹۴۷ء کے ملک گیر فسادات میں خاتمہ ہوا۔ مشرقی پنجاب میں آٹھ ریاستیں تھیں۔ ان کے بعض مقامات میں بھی اہل حدیث کے مدارس قائم تھے جو ختم ہوگئے اور جہاں صدیوں سے دن رات قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند ہورہی تھیں، وہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگئیں۔ نہ کوئی مسجد رہی، نہ کوئی مدرسہ، نہ کوئی نمازی رہا، نہ اللہ کے دین کی تعلیم دینے والا کوئی عالم اور نہ دینی علم پڑھنے والا کوئی طالب علم۔ واہگہ سے لے کر دلی کی دیواروں تک سناٹا چھا گیا۔ ریاست مالیر کوٹلہ کے کچھ علاقے اور ضلع انبالہ کے چند مقامات کے سوا اسلام کا نام لینے والا چھوٹا بڑا کوئی شخص باقی نہ رہا۔

متحدہ پنجاب کے انتیس اضلاع میں سے سترہ ضلعے پاکستان کو ملے، جن میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ لیکن ان سترہ ضلعوں میں اہل حدیث کے چھوٹے بڑے کل گیارہ مدرسے تھے، جن کا ذکر کتاب کے تیسرے باب کے آخر میں ''مغربی پنجاب کے دینی مدارس'' کے ذیلی عنوان کے تحت کیا گیا ہے۔ میں نے ان مدارس کے نام بار بار گنے اور کاغذ پر لکھے لیکن یہ تعداد ''گیارھویں شریف'' سے آگے نہ بڑھی۔ میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صبر شکر کر کے اپنے مسلک کے خلاف مجبوراً اسی ''گیارھویں شریف'' کو حرفِ آخر قرار دے لیا اور دل کڑا کر کے اپنے قلم سے اس پر ''مہر تحریر'' ثبت کردی۔ تعجب ہے مسلم اقلیت کے بارہ اضلاع میں فقط اہل حدیث کے تیس مدرسے اور مسلم اکثریت کے سترہ ضلعوں میں صرف گیارہ......! اگر کوئی صاحب بارھواں مدرسہ ثابت کردیں تو میں اپنی اس قلمی گیارھویں شریف سے توبہ کرلوں گا۔ کیوں کہ یہ میرا گھریلو مسئلہ ہے۔ نہ مجھے اس کے تحریر کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ ہے، نہ ترک کرنے میں کوئی جھجک......!

اب آیئے چند ان مشہور مدارس کا ذکر کرتے ہیں جو مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب میں منتقل ہوئے یا مغربی پنجاب اور پاکستان کے مختلف بلاد و قصبات میں جاری کیے گئے۔ اس فہرست میں پاکستان اور ہندوستان کے تمام مدارس کا ذکر نہیں کیا جائے گا، دونوں ملکوں کے چند معروف مدارس کے نام ان کے مختصر تعارف کے ساتھ آئیں گے۔ جامعہ سلفیہ کے قیام کے متعلق پوری تفصیل معرضِ تحریر میں آچکی ہے۔ اب دیگر جامعات و مدارس کا تذکرہ ملاحظہ ہو۔

(۱)......مدرسہ محمدیہ لکھوکے

متحدہ پنجاب میں اہل حدیث کا سب سے پہلا مدرسہ ضلع فیروز پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''لکھوکے'' میں حافظ بارک اللہ لکھوی اور ان کے فرزند گرامی حافظ محمد لکھوی نے جاری کیا جو ''مدرسہ محمدیہ'' کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے چھ سات سال قبل ۱۸۵۰ء کے پس و پیش کی بات ہے۔ اس مدرسے کا ذکر کتاب کے تیسرے باب میں ہوچکا ہے۔ لیکن یہاں اس کا ذکر پنجاب میں اس کی اوّلیت کی بنا پر کیا جارہا ہے اور اس لیے بھی کہ اس میں برصغیر کے وہ متعدد حضرات حصولِ علم کے لیے تشریف لائے، جنھوں نے آگے چل کر برصغیر کی تحقیق و تدریس کے میدان میں بے حد شہرت پائی۔ ان میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا عبدالوہاب دہلوی (امیر جماعت غرباء اہل حدیث) مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا عبدالواحد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالاوّل غزنوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، حافظ محمد اسحاق حسینوی اور دیگر لاتعداد معروف علمائے کرام کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

ایک روایت کے مطابق حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن سے ملاقات کے لیے لکھو کے گئے تھے۔ یہ وہی مدرسہ ہے جو تقسیم ملک (اگست ۱۹۴۷ء) کے بعد اوکاڑہ میں جامعہ محمدیہ کے نام سے قائم ہے اور اس کے ناظم و مہتمم مولانا معین الدین لکھوی ہیں۔ تقسیم ملک سے قبل بھی اللہ تعالیٰ نے جامعہ محمدیہ کو نہایت کامیابی عطا فرمائی۔ تقسیم ملک کے بعد بھی کامیابی سے جاری ہے۔

(۲)...... مدرسہ غزنویہ (امرتسر)

امرتسر کے مدرسہ غزنویہ نے بھی درس و تدریس کے سلسلے میں بڑی شہرت پائی۔ اس کا نام دارالعلوم تقویۃ الاسلام تھا، لیکن مشہور مدرسہ غزنویہ کے نام سے ہوا۔ یہ مدرسہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے کئی سال بعد جاری ہوا، جب کہ حضرت سید عبداللہ غزنوی اور ان کے صاحب زادگانِ گرامی کو تبلیغ توحید کے جرم میں افغانستان کے بادشاہ نے غزنی سے نکال دیا تھا اور وہ مستقل طور سے امرتسر تشریف لے آئے تھے۔ اس مدرسے کے مدرسین میں حضرت مولانا سید محمد غزنوی، حضرت سید عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی، مولانا عبدالاوّل غزنوی کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جن حضرات نے وہاں تحصیل علم کی ان میں مولانا نیک محمد، حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا محمد یوسف دینانگری کلکتوی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا فیض اللہ خاں بھوجیانی جیسے اعاظم رجال شامل ہیں۔ مدرسہ غزنویہ کے فارغ التحصیل حضرات میں سے جو حضرات اس مدرسے کے منصب تدریس پر متمکن رہے، ان میں مولانا نیک محمد، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا محمد یوسف کلکتوی، مولانا عبداللہ بھوجیانی، مولانا عبدالرحیم بھوجیانی شامل ہیں۔ تقسیم ملک کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے نام سے اس کا اجرا شیش محل روڈ لاہور میں ہوا۔ اس کے مہتمم حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی تھے۔ امرتسر میں بھی اس کا اہتمام انہی کے سپرد تھا۔ مولانا کی وفات (۱۶۔ دسمبر ۱۹۶۳ء) کے بعد اس کے مہتمم مولانا ممدوح کے صاحب زادے سید ابوبکر غزنوی کو مقرر کیا گیا۔ پاکستان میں جن حضرات نے اس دارالعلوم میں مختلف اوقات میں خدمت تدریس سرانجام دی، وہ تھے: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا شریف اللہ خان، مولانا حافظ محمد اسحاق حسینوی، مولانا عبدالرحمٰن لکھوی، حافظ عبدالرشید گوہڑوی، مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی اور دیگر متعدد حضرات۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی پاکستان میں اس دارالعلوم کے پہلے شیخ الحدیث تھے۔

کئی سال سے اس کے مہتمم سید ابوبکر غزنوی کے فرزند سید جنید غزنوی ہیں۔ طلبا کو ماہانہ وظائف دیے جاتے ہیں اور نصابِ تعلیم قدیم کے ساتھ ساتھ جدید بھی ہے جو بی۔ اے تک چلتا ہے۔

(۳)......حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کا مدرسہ

حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے ارشد تلامذہ کی فہرست میں حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کا نام نامی نمایاں حروف میں مرقوم ہے۔ وہ نابینا تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو فضل وکمال کی دولت سے خوب نوازا تھا۔ علم حدیث اور اس سے متعلقہ علوم پر ان کے عبور کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے محدث پنجاب کے عظیم لقب سے شہرت پائی۔ طویل مدت تک ان کی مسند درس حدیث وزیر آباد کی ایک مسجد میں آراستہ رہی۔ ان کے شاگردوں اور سند یافتوں کا حلقہ بہت وسیع ہے جو برصغیر کے معروف اصحابِ علم پر محیط ہے، جن میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد علی لکھوی، استادِ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا عبدالمجید سوہدروی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کی وفات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۹۱۶ء) کے بعد ان کی مسند درس پر ان کے شاگرد مولانا عمر الدین متمکن ہوئے، وہ ٹانگوں سے معذور تھے لیکن ان کے اوپر کا حصہ یعنی دھڑ بالکل صحیح تھا۔ وہ بہت بڑے مدرس تھے۔ ان سے بھی بے شمار علما وطلبا نے استفادہ کیا۔ ان کی وفات کے بعد یہ مدرسہ عملاً ختم ہو گیا اور اس کی حیثیت مدارس دینیہ کی تاریخ کا ایک حصہ قرار پا گئی۔

(۴)......مولانا غلام رسول کا مدرسہ

ضلع گوجراں والا کا ایک مشہور قصبہ قلعہ میہاں سنگھ ہے۔ وہاں ایک معروف عالم دین مولانا غلام رسول قیام فرما تھے۔ ان کے آبا واجداد دراصل ضلع گجرات کے موضع سکندر پور کے رہنے والے تھے۔ وہاں کی سکونت ترک کر کے یہ لوگ ضلع گوجراں والا کے ایک گاؤں کوٹ بھوانی داس میں آ بسے تھے۔ وہیں ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ء) میں مولوی غلام رسول پیدا ہوئے۔ بعد ازاں حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ یہ خاندان کوٹ بھوانی داس سے قلعہ میہاں سنگھ آ گیا اور وہیں مستقل طور سے سکونت اختیار کر لی۔ مولانا غلام رسول نے اس دور کے متعدد اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔ کتب حدیث دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین سے پڑھیں۔ حضرت سید عبداللہ غزنوی ان کے ہم درس وہم سبق تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں یہ حضرات دہلی میں مقیم اور حضرت میاں صاحب کے حلقۂ شاگردی میں شامل تھے۔

مولانا غلام رسول نہایت نیک، مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان کی قبولیت دعا اور ظہورِ کرامات کے بے شمار واقعات مشہور اور ان کے تذکارِ حیات میں مرقوم ہیں جو بے حد حیرت انگیز ہیں۔ میں نے اپنی ایک کتاب فقہائے ہند کی دسویں جلد میں ان پر ایک طویل مضمون لکھا ہے جو ساٹھ صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔ ان کے متعلق میں نے ایک مستقل کتاب بھی لکھنا شروع کی ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی مکمل ہو جائے گی۔

مولانا غلام رسول نے اپنے مسکن قلعہ میہاں سنگھ میں ایک دینی مدرسہ جاری کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا، جس میں بہت سے شائقین علم نے اخذ فیض کیا۔ ان کے شاگردوں کی فہرست بہت وسیع ہے، جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا علاء الدین گوجراں والا، مولوی محمد عظیم اللہ موضع برین (ضلع میر پور، آزاد کشمیر)، مولوی محمد عثمان سکنہ فتح گڑھ چوڑیاں (ضلع گورداس پور، مشرقی پنجاب)، مولوی محمد علی واعظ سکنہ بوپٹر (ضلع گوجراں والا)، مولوی محمود شاہ واعظ سکنہ ڈھینڈہ (ہزارہ)، مولوی احمد علی موضع کوٹ بھوانی داس (ضلع گوجراں والا)، حافظ ولی اللہ لاہور، مولوی برہان الدین جہلم، مولوی غلام حسین موضع ساہو والا (ضلع سیالکوٹ)، مولوی عمر دین موضع گوجرہ (ضلع لائل پور) اور دیگر بہت سے حضرات۔ مولانا غلام رسول نے ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۵ء) میں قلعہ میہاں سنگھ میں وفات پائی۔

(۵)...... دار العلوم تعلیم الاسلام اوڈاں والا

ضلع گوجراں والا کے شہر وزیر آباد کے ایک بزرگ صوفی عبداللہ تھے۔ آغازِ جوانی میں ان کا تعلق سرحد پار کی جماعت مجاہدین سے ہوگیا تھا۔ یہ وہ جماعت تھی جس نے برصغیر کی آزادی اور خطۂ ارض میں اسلامی حکومت کے قیام کے لیے انگریزی حکومت سے باقاعدہ جہاد کی طرح ڈالی۔ ۱۸۲۶ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک ایک سو اکیس برس اس جماعت کا انگریزی حکومت سے جہاد جاری رہا۔ صوفی عبداللہ مرحوم اس جماعت کے نہایت اہم رکن تھے۔

وہ ۱۹۲۲ء کے پس و پیش مرکز مجاہدین سے چک نمبر ۴۹۳ گ ب اوڈاں والا (تحصیل سمندری ضلع لائل پور) آ گئے تھے، جو ان کے ایک مجاہد دوست حاجی عطاء اللہ کا گاؤں تھا۔ یہاں انھوں نے ابتدا میں بچوں کو مسجد میں قاعدے سپارے پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے ایک مشہور دینی مدرسے کی شکل اختیار کر لی، جس میں حضرت حافظ محمد گوندلوی، مولانا حافظ محمد اسحاق حسینوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی اور دیگر متعدد حضرات مدرسین نے خدمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدریس سرانجام دی۔ اب دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے نام سے وہاں یہ سلسلہ جاری ہے اوراس کے ناظم ہیں حافظ محمد امین بن مولانا محمد یعقوب ملہوی۔

(۶)...... جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن

صوفی عبداللہ مرحوم ومغفور بہت مدت تک اوڈاں والا میں قیام فرما رہے۔ پھر وہاں کے دارالعلوم کا انتظام مولانا محمد یعقوب ملہوی کے سپرد ہوا۔ صوفی صاحب نے ماموں کانجن میں کئی ایکڑ زمین خریدی اور وہاں جامعہ تعلیم الاسلام کے نام سے دارالعلوم قائم کیا۔ اس دارالعلوم کے رقبے میں اساتذہ کے مکانات بھی ہیں، بہت بڑا دارالاقامہ بھی ہے، مہمان خانہ بھی ہے اور مختلف موضوعات کی تقریباً پچاس ہزار کتابوں پر مشتمل لائبریری بھی ہے۔ کئی سو طلبا وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور متعدد مدرسین کرام انھیں تعلیم دینے پر مامور ہیں۔ وہ واقعی ایک یونیورسٹی ہے جس میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ نہایت باقاعدگی سے جاری ہے۔ اس جامعہ کی اپنی کئی ایکڑ زرعی زمین ہے۔ صوفی صاحب نے ۱۴۔ ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ (۲۸۔ اپریل ۱۹۷۵ء) کو وفات پائی۔ میں نے ان کے حالات ایک مستقل کتاب میں بیان کیے ہیں جو ساڑھے چار سو صفحات پر محیط ہے۔ اس کتاب میں شروع سے آخر تک ان کے واقعات زندگی ضبط تحریر میں آگئے ہیں۔ جامعہ تعلیم الاسلام کے صدر مولانا عبدالقادر ندوی ہیں۔ صوفی صاحب نے اپنی وفات سے بہت سال قبل جامعہ کے تمام انتظامی معاملات ان کے حوالے کردیے تھے۔

اوڈاں والا اور ماموں کانجن کے مدارس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ جن طلبا نے یہاں تعلیم حاصل کی، فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھیں وہیں مدرس مقرر کردیا گیا، مثلاً مولانا محمد صادق خلیل، مولانا محمد یعقوب ملہوی، مولانا عبدالصمد رؤف، مولانا پیر محمد یعقوب، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا عبدالرشید ہزاروی، اوڈاں والا کے فارغ التحصیل تھے جو یہیں خدمت تدریس انجام دینے پر مامور ہوئے۔ مولانا محمد یعقوب ملہوی اور مولانا عبدالصمد رؤف تو زندگی کے آخر دم تک یہیں رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۷)...... مدرسہ محمدیہ گوجراں والا

حضرت مولانا اسماعیل سلفی ۱۸۹۷ء میں بمقام ڈھونیکے (تحصیل وزیر آباد، ضلع گوجراں والا) پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشاہیر علما سے استفادہ کیا۔ ۱۹۲۱ء میں مدرس وخطیب کی حیثیت سے گوجراں والا تشریف لائے اور چوک نیائیں کی جامع مسجد میں مدرسہ محمدیہ کے نام سے مدرسہ جاری کیا۔ خطابت وتدریس میں ان کی شہرت بہت جلد دور دور تک پہنچ گئی۔ بے شمار علما وطلبا نے ان سے حصولِ فیض کیا۔ مولانا محمد حنیف ندوی کا شمار ان کے اوّلیں شاگردوں میں ہوتا ہے اور وہ ان کے لائق ترین شاگرد تھے، جنھوں نے تصنیف وتالیف اور تفسیر قرآن میں عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔ ان کے علاوہ مولانا عبداللہ، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا محمد افضل (بورے والا) مولانا خالد گھرجاکھی، حافظ عبدالمنان نور پوری، خواجہ محمد قاسم اور دیگر بہت سے حضرات ان کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہیں۔ ان سطور کے گناہ گار راقم کو بھی ان کے حضور زانوے شاگردی تہہ کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ حضرت مولانا سلفی کا قائم کردہ یہ مدرسہ محمدیہ کسی زمانے کا مشہور مدرسہ تھا۔ مولانا ممدوح نے ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو وفات پائی۔

(۸)...... جامعہ محمدیہ گوجراں والا

مولانا سلفی کے شاگرد شیخ الحدیث مولانا عبداللہ مرحوم وعظ وتدریس میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ بڑے فعال اور امورِ خیر کی انجام دہی میں سرگرم عالم دین تھے۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی کی وفات کے بعد انھیں جامع مسجد اہل حدیث کے منصب خطابت پر متمکن کیا گیا۔ ان کے دینی کارناموں میں ایک بہت بڑا کارنامہ گوجراں والا میں جی ٹی روڈ پر جامعہ محمدیہ کا قیام ہے۔ اس جامعہ میں خود مولانا عبداللہ صاحب مرحوم تو خدمت درس انجام دیتے ہی تھے، ان کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی، مولانا محمد رفیق سلفی، حافظ عبدالمنان نور پوری، مولانا عبدالمالک بھنڈر، حافظ محمد عبداللہ شرق پوری اور بعض دیگر اساتذہ کرام بھی طلبائے علم کو تعلیم دیتے رہے اور دے رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جامعہ محمدیہ میں جو حضرات حصولِ علم کرتے رہے ان میں حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی، حافظ محمد زبیر علی زئی، حافظ محمد شریف فیصل آباد، حافظ جمیل احمد، مولانا محمد بشیر طیب کویت، حافظ ثناء اللہ زاہدی، حافظ محمد امین (دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا) اور دیگر بہت سے علمائے کرام شامل ہیں، جن کو شمار میں لانا ممکن نہیں۔

جامعہ محمدیہ (گوجراں والا) کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب نے ۲۸/ اپریل ۲۰۰۱ء (۲۳۔صفر۱۴۲۲ھ) کو گوجراں والا میں وفات پائی۔ ان کا جنازہ پروفیسر ساجد میر صاحب نے پڑھایا۔ ان سطور کا راقم عاجز بھی ان کے جنازے میں شامل تھا۔

(۹)...... جامعہ اسلامیہ۔ گوجراں والا

جو جامعات ومدارس قیامِ پاکستان کے بعد قائم ہوئے، ان میں یہ جامعہ اسلامیہ بھی شامل ہے جس کا قیام گوجراں والا کی آبادی حاکم رائے میں وہاں کے ایک مخیّر بزرگ حاجی محمد ابراہیم انصاری کی کوشش سے عمل میں آیا۔ اس جامعہ کے اوّلین استاذ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ تھے۔ مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی بھی تادمِ زیست یہاں پڑھاتے رہے۔ اساتذہ کی فہرست میں مولانا محمد اعظم کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ جامعہ اسلامیہ کا معیار تدریس ہمیشہ بہت اچھا رہا۔ جو حضرات جامعہ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے، ان میں مرحومین علامہ احسان الٰہی ظہیر اور مولانا محمود احمد میرپوری شامل ہیں اور موجودین کی فہرست میں قاری محمد ادریس عاصم، حافظ احمد شاکر اور میاں محمد جمیل کے اسمائے گرامی لائق تذکرہ ہیں۔ یہ وہ اصحابِ علم ہیں جنھوں نے تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور تقریر وخطابت میں بڑی شہرت پائی اور ہر شعبے میں قابل ذکر خدمات سرانجام دیں۔

اب فیصل آباد شہر اور ضلع کی طرف آیے۔ گزشتہ صفحات میں جامعہ سلفیہ کا تفصیل سے ذکر کیا جاچکا ہے۔ علاوہ ازیں ضلع فیصل آباد کے دو مدرسوں دارالعلوم تقویۃ الاسلام اوڈاں والا اور جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کا بھی اختصار کے ساتھ تعارف کرادیا گیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اب چند دیگر مدارس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱۰)...... مدرسہ خادم القرآن والحدیث جھوک دادو

یہ ضلع فیصل آباد کا قیام پاکستان سے بہت پہلے کا مدرسہ ہے جو اس ضلع کے مشہور بزرگ میاں محمد باقر طور نے اپنے گاؤں چک نمبر ۴۴۷ جھوک دادو میں جاری کیا۔ میاں صاحب کا ذکر کتاب کے گیارھویں باب (جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد رکھنے والے حضرات) میں آچکا ہے۔ وہ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے شاگرد تھے۔ نہایت صالح اور متقی بزرگ۔ ۱۱ جون ۱۹۷۷ء (۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ) کو فوت ہوئے۔ ان کے قائم کردہ مدرسے کے مدرسین کی جماعت میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا محمد صدیق لائل پوری اور مولانا محمد بنیامین شامل ہیں۔ اور طلبا میں مولانا عبدالخالق قدوسی شہید، مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی اور دیگر بہت سے حضرات کے نام آتے ہیں۔

(۱۱)...... دارالقرآن والحدیث فیصل آباد

یہ دارالعلوم حضرت مولانا عبداللہ ویرووالوی نے ابتدا میں قیام پاکستان کے بعد لائل پور (فیصل آباد) کی جامع مسجد اہل حدیث میں قائم کیا تھا۔ اس طرح غالباً یہ پہلا دینی مدرسہ تھا جو اس مسجد میں جاری کیا گیا۔ مولانا ممدوح اپنے وطن ویرووال (ضلع امرتسر) میں بھی یہ خدمت سرانجام دیتے تھے۔ آزادئ وطن کے بعد وہ لائل پور آئے تو یہاں بھی یہ سلسلہ شروع کیا۔ مولانا اپنے عہد کے جلیل القدر عالم اور ممتاز مدرس تھے۔ گزراوقات کے لیے اپنا کاروبار کرتے تھے۔ مدرسے سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ یہ سلسلہ فی سبیل اللہ چلتا تھا۔ پابند احکام کتاب وسنت اور عام معاملات میں بے حد محتاط تھے۔ الحب للہ والبغض للہ کا چلتا پھرتا نمونہ۔ کئی سال ان کا یہ مدرسہ فیصل آباد کی جامع مسجد اہل حدیث (امین پور بازار) میں جاری رہا۔ پھر جناح کالونی میں جگہ خرید کر مدرسہ وہاں منتقل کردیا گیا تھا۔ اس مدرسے سے تعلیم حاصل کرنے والے حضرات میں پروفیسر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلام احمد حریری، مولانا عبدالرحیم اشرف، حافظ عبدالعزیز علوی، مولانا سعید احمد چنیوٹی اور دیگر بے شمار حضرات شامل ہیں۔ اس مدرسے کے مدرسین میں سے اس کے بانی مولانا عبداللہ ویروالوی، مولانا عبدالغفار حسن، حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا عبداللہ امجد، مولانا عبدالعزیز علوی اور دوسرے متعدد اصحاب علم کا پتا چلتا ہے۔ یہ مدرسہ کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ مولانا عبداللہ ویروالوی نے ۲۔ فروری ۱۹۹۱ء کو وفات پائی۔

(۱۲)...... جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد

یہ ادارہ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف نے قیام پاکستان کے کئی سال بعد فیصل آباد میں جاری کیا تھا۔ اس کا اندازِ تدریس بہت اچھا تھا۔ یہ ادارہ اب بھی قائم ہے اور اس کے نظامِ تدریس کا بڑا شہرہ ہے۔ علوم قرآن وحدیث کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس میں جدید عربی کی تعلیم اور اس میں گفتگو اور ترجمے کی خاص طور سے تربیت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کے مدرسین میں مولانا عبدالغفار حسن، مولانا محمد اسحاق چیمہ، حافظ عبدالعزیز علوی جیسے تجربہ کار حضرات شامل تھے۔ جو طلبا جامعہ تعلیمات اسلامیہ سے فارغ ہوئے، ان میں مولانا محمد بشیر سیالکوٹی اور مولانا محمود احمد غضنفر کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا محمد بشیر سیالکوٹی عربی کے نامور سکالر ہیں۔ وہ کئی سال سعودی عرب میں پاکستانی سفارت خانے میں رہے۔ انھوں نے عربی زبان کے موضوع سے متعلق کئی کتابیں بھی لکھیں۔ عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں ایک ڈکشنری بھی مرتب کی۔ عربی زبان کے مختلف پہلوؤں پر وہ گہری نظر رکھتے ہیں۔

مولانا محمود احمد غضنفر نے کئی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا جو بعض عرب ملکوں کے جدید عربی مصنفوں نے صحابہ کرام، تابعین عظام اور صحابیات وتابعات کے حالات میں تصنیف کیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کی قائم کردہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے نتائج بڑے حوصلہ افزا نکلے اور متعدد لائق اہل علم نے اس سے فراغت پائی۔ یہ جامعہ اب بھی قائم ہے اور اس کے منتظم حکیم صاحب مرحوم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب زادۂ گرامی قدر ڈاکٹر زاہد اشرف ہیں۔

مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف نے ۲۸۔ جون ۱۹۹۶ء کو فیصل آباد میں وفات پائی۔ یہ فقیر ان کے جنازے میں شامل تھا۔

(۱۳)......مرکز تربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد

اس مرکز کا قیام جناب محترم المقام حافظ محمد شریف صاحب کی مساعی مخلصانہ کا نتیجہ ہے۔ یہ بڑا اہم مرکز ہے جس میں فارغ التحصیل حضرات کو بعض خاص موضوعات میں تعلیم دینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس مرکز کی بہت اچھی عمارت اور بہت اچھی لائبریری ہے۔ اس میں متعدد اہل علم طلبا کو لیکچر دیتے ہیں۔ پہلے یہاں ذریعہ تعلیم عربی تھا۔ اب سنا ہے اردو زبان کو اپنا لیا گیا ہے۔ اس مرکز تربیت میں کون کون حضرات لیکچر دیتے اور کس انداز سے طلبا کو پڑھاتے ہیں، اس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔ مولانا ارشاد الحق اثری نے ایک مرتبہ بتایا تھا کہ وہ بھی اس میں خدمات انجام دیتے ہیں۔ جو کچھ مجھے بعض دوستوں سے پتا چلا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ بہت مفید ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس مرکز سے کن کن حضرات نے فراغت پائی اور فراغت کے بعد وہ کہاں کیا خدمت علم سرانجام دے رہے ہیں۔ تاہم یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ بہت مفید اور علمی سلسلہ ہے۔ اس سے تدریس وتصنیف اور تحقیق وتدقیق کے قافلے آگے بڑھیں گے۔ اس مرکز کی عمر زیادہ سے زیادہ بارہ تیرہ سال ہوگی اور ان شاء اللہ امید ہے کہ یہ بہت ترقی کرے گا۔ اس کے بانی حافظ محمد شریف صاحب کے متعلق جہاں تک میں جانتا ہوں، نہایت مخلص مبلغ دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اخلاص میں برکت پیدا فرماتا ہے۔

(۱۴)......ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

یہ ادارہ ۱۹۶۸ء میں مولانا محمد اسحاق چیمہ کی تحریک وتجویز سے قائم ہوا۔ چیمہ صاحب نے مولانا عبداللہ صاحب مرحوم لائل پوری (جھال خانو) سے بات کی۔ پھر ان دونوں کے مشورے سے ایک میٹنگ بلائی گئی۔ اس میٹنگ میں مذکورہ بالا دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات سمیت مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی اور ان سطور کا راقم شامل تھے۔ مولانا محمد اسحاق چیمہ نے میٹنگ بلانے کی وجہ یہ بتائی کہ ایک ایسا ادارہ قائم کرنا چاہیے جس میں محدود پیمانے پر چند فارغ التحصیل طلبا کو داخل کیا جائے اور ان کی تدریس اور تصنیف وغیرہ کے سلسلے میں تربیت کی جائے۔ اس کے لیے دو مستقل استاذ رکھے جائیں اور کچھ حضرات کو پندرہ دن یا مہینے کے بعد لیکچر دینے کے لیے دعوت دی جائے۔ اس ادارے کے اغراض ومقاصد مرتب کرنے کے لیے مجھے حکم دیا گیا اور میں نے اغراض ومقاصد مرتب کر کے اسی میٹنگ میں پیش کر دیے جنھیں منظور کرلیا گیا۔

مولانا محمد حنیف ندوی نے اس کا نام ادارہ علوم اثریہ تجویز کیا اور فرمایا کہ اس کے فارغ التحصیل اپنے آپ کو اثری کہلائیں گے۔ یہ نام تو منظور کرلیا، لیکن اثری کسی نے نہیں کہلایا۔ ارشاد الحق کو بھی ہنسی مذاق میں قاضی محمد اسلم سیف مرحوم نے ''اثری'' کہا پھر یہ نسبت پکی ہوگئی۔

ادارے کے مستقل مدرس (یا معلم) مولانا محمد عبدہ الفلاح اور مولانا عبداللہ لائل پوری کو مقرر کیا گیا تھا۔ ابتدا میں جو طالب علم اس میں داخل ہوئے، ان میں ایک طالب علم ارشاد الحق تھے اور دوسرے طلبا مجھے یاد پڑتا ہے، مولانا برق توحیدی اور مولانا محمد مدنی جہلمی تھے۔ بہرحال چھ سات طالب علم رکھے گئے تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب اور مولانا محمد اسحاق چیمہ کی وفات کے بعد ادارہ علوم اثریہ کا نظم ونسق مولانا ارشاد الحق اثری نے سنبھالا، جو اس میں طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے۔ اب اس میں مولانا ارشاد الحق، مولانا عبدالحی انصاری اور حافظ طارق محمود کام کرتے ہیں۔ یہ تدریسی ادارہ نہیں رہا، بلکہ تحقیق وتصنیف کا ادارہ ہے، جس کی طرف سے چھوٹی بڑی متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں اور اشاعت کا سلسلہ اللہ کے فضل سے جاری ہے۔ یہ کتابیں مولانا ارشاد الحق اثری کی تصنیف کردہ ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس ادارے کے بانیوں کی مغفرت فرمائے اور اس میں کام کرنے والے دوستوں اور عزیزوں کو کتاب وسنت کی نشر واشاعت کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۵)......مرکز الدعوۃ السّلفیہ ستیانہ بنگلہ

ستیانہ بنگلہ ایک مشہور شہر نما قصبہ ہے جو فیصل آباد اوکاڑہ روڈ پر واقع ہے۔ یہاں آج سے تقریباً بیس سال پہلے محدود سے پیمانے پر مولانا عتیق اللہ صاحب نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس نے بعد میں ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا اور مولانا عتیق اللہ کی کوشش سے مرکز الدعوۃ السّلفیہ کے نام سے ایک بہت بڑے تدریسی مرکز کی حیثیت اختیار کرلی۔ اس میں اچھی خاصی تعداد میں تشنگانِ علوم دینیہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اساتذہ کی ایک بڑی جماعت ان کو تعلیم دینے پر مقرر ہے۔ حفظ قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ شیخ الحدیث کے منصب عالی پر مولانا عبداللہ امجد فائز ہیں جو کم وبیش پچاس سال سے شعبۂ تدریس سے وابستہ ہیں اور انھیں استاذ الاساتذہ کا درجہ حاصل ہے۔ علومِ قرآن پر وہ عمیق نگاہ رکھتے ہیں۔ مختلف مقامات پر درس قرآن دیتے ہیں اور ستیانہ کے مرکز الدعوۃ السّلفیہ میں ہر سال رمضان کے مہینے میں دورۂ تفسیر کراتے ہیں، جس میں طلباے علم کے علاوہ اور لوگ بھی شامل ہوتے اور قرآن کے اسرار وغوامض کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس تدریسی مرکز سے اب تک سیکڑوں علما وطلبا اخذ فیض کر چکے ہیں، جو مختلف مدارس وجامعات میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

اس مرکز میں ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا کی نگرانی میں ہسپتال بھی قائم کیا گیا ہے، جس میں ستیانہ بنگلہ اور اس کے قرب وجوار سے علاج معالجہ کے لیے لوگ آتے ہیں۔

مولانا عتیق اللہ صاحب کا اس علاقے میں بہت اثر ہے۔ دعا ہے یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے اور یہ لوگ اللہ کے دین کی خدمت میں مشغول رہیں۔

(۱۶)......دارالحدیث اوکاڑہ

یہ تدریسی ادارہ قیام پاکستان سے کئی سال بعد مولانا عبدالعزیز اور ان کے رفقاے کرام نے اوکاڑہ میں جاری کیا تھا۔ مولانا عبدالعزیز تو وفات پاگئے، اب یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادارہ مولانا عبداللہ یوسف کی نگرانی میں جاری ہے۔ اس کے منصب شیخ الحدیث پر مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی متمکن ہیں جو دارالعلوم تعلیم الاسلام اوڈاں والا کے فارغ التحصیل ہیں اور تکمیل تعلیم کے بعد اوڈاں والا اور جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے ہیں۔ صوفی عبداللہ مرحوم ومغفور کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ صوفی صاحب کی وفات کے بعد وہ ساہی وال تشریف لے گئے تھے۔ وہاں اہل حدیث کی ایک مسجد کے خطیب ہیں اور روزانہ اوکاڑہ آتے اور طلبا کو صحیح بخاری کا درس دیتے ہیں۔ اس ادارے میں طلبا کو میٹرک اور ایف اے کے امتحانات دینے کی سہولت بھی حاصل ہے۔ (۱)

(۱۷)...... دارالحدیث جامعہ کمالیہ راجووال

یہ دارالحدیث بھی قیام پاکستان کے بعد قائم ہوا۔ اس کے بانی مولانا محمد یوسف ہیں، جنھوں نے لکھوکے، مدرسہ غزنویہ (امرتسر) اور بعض دیگر مدارس کے علما سے تحصیل علم کی۔ راجووال ضلع اوکاڑہ کا ایک مشہور قصبہ ہے جو لب سڑک واقع ہے۔ دارالحدیث جامعہ کمالیہ اس علاقے کا معروف تدریسی ادارہ ہے۔ اس میں متعدد اساتذہ طلباء کو تعلیم دینے پر متعین ہیں۔ شیخ الحدیث اس کے بانی مولانا محمد یوسف ہیں۔ اس ادارے میں قدیم علوم کے ساتھ جدید علوم کی تحصیل کا انتظام بھی ہے۔ دارالحدیث کے معاملات کی اب زیادہ تر ذمہ داری مولانا ممدوح کے نوجوان فرزند ڈاکٹر عبید اللہ محسن کے سپرد ہے۔ عزیز القدر عبید اللہ محسن بہت اچھے طریقے سے یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ دارالحدیث کی بہت بڑی لائبریری ہے۔ (۲)

---

(۱) میں نے صوفی عبداللہ مرحوم کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جو مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے اور مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی سے متعلق مضمون اپنی ایک کتاب گلستانِ حدیث میں لکھا ہے۔ یہ کتاب مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

(۲) مولانا محمد یوسف کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب ''قافلہ حدیث'' از صفحہ ۵۲۶ تا ۵۶۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۸)......مرکز ابن الخطاب الٰہ آباد

یہ ادارہ چند سال پیشتر مولانا محمد اکبر سلیم نے قائم کیا ہے جو چونیاں الٰہ آباد (ٹھینگ موڑ) روڈ پر کھلی جگہ اور کھلی فضا میں واقع ہے۔ یہ علاقہ ضلع قصور میں ہے۔ اس کا نصاب کچھ اس طرح کا ہے کہ شروع سے آخر تک قدیم وجدید علوم برابر چلتے ہیں۔ طلبا کی وردی اور قیام وطعام وغیرہ کا انتظام مرکز ہی کرتا ہے۔ مولانا محمد اکبر سلیم بڑی محنت سے یہ تدریسی ادارہ چلا رہے ہیں۔

(۱۹)......کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیہ بنگہ بلوچاں

یہ ادارہ بھی ضلع قصور میں ہے اور بنگہ بلوچاں (نزد پھول نگر) میں قائم ہے۔ یہ ادارہ بہت سال پہلے حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی نے قائم کیا تھا جو آہستہ آہستہ آگے بڑھتا اور ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا۔ حافظ صاحب نے اسلام کی تبلیغ کے لیے ایک جماعت تیار کی جس کے ارکان مختلف علاقوں میں جاتے، وہاں لوگوں کو آسان لفظوں میں اسلام کی تعلیم بھی دیتے اور مستحق لوگوں کی مالی امداد بھی کرتے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ صرف تبلیغ کافی نہیں، بھوکے اور ضرورت مند کو روٹی دینا اور جہاں تک ممکن ہو اس کی مالی اعانت کرنا بھی اسلام کی رو سے ضروری ہے۔ چناں چہ انہوں نے تبلیغ کے ساتھ یہ سلسلہ بھی جاری رکھا جو نہایت مؤثر ثابت ہوا۔ بنگہ بلوچاں اصلاح وتربیت کا اللہ کے فضل سے بہت بڑا مرکز ہے جو حافظ صاحب کی مسلسل جدوجہد سے قائم ہوا۔ یہاں حفظ قرآن کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ تجوید وقراءت کی تعلیم بھی دی جاتی اور وفاق المدارس السّلفیہ کے نصاب کے مطابق طلبا کو پڑھایا بھی جاتا ہے۔ حافظ صاحب نے یکم دو نومبر ۲۰۰۸ء کی درمیانی شب کو وفات پائی۔ (۱)

---

(۱) حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی کے ضروری حالات اور ان کی تبلیغی مساعی کے منصوبے کا تذکرہ میں نے اپنی ایک کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' میں کیا ہے۔ دیکھیے صفحہ ۶۱۱ تا ۶۱۶۔ شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ تدریسی ادارہ جو ''کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیہ'' کے نام سے موسوم ہے، قرآن کی تعلیم اور درس نظامی کی تدریس کا مثالی ادارہ ہے۔ اس کے منتظم ہیں قاری محمد ابراہیم میر محمدی، قاری صہیب احمد میر محمدی اور قاری سلمان احمد میر محمدی......!

یہ ایک منفرد نوعیت کا ادارہ ہے جو قیامِ پاکستان کے بہت سال بعد قائم کیا گیا۔ یہاں سیکڑوں طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں اور متعدد اساتذہ انھیں تعلیم دینے پر مقرر ہیں۔

(۲۰)......مدرسہ دارالاسلام ڈھولن ہٹھاڑ

ضلع قصور کے موضوع ہٹھاڑ میں بھی ایک مدرسہ جاری ہے جس کا نام مدرسہ دارالاسلام ہے۔ اس کے ناظم حافظ مشتاق احمد ہیں۔ اس مدرسے میں قدیم وجدید دونوں طریقہ ہائے تعلیم کا انتظام ہے۔ بعض مدارس میں قدیم وجدید کے امتزاج کا ایک تجربہ کیا جارہا ہے۔ اس کے نتائج سامنے آئیں گے تو اصل صورتِ حال واضح ہوگی۔

اب لاہور کے مدارس کی طرف آیئے۔ اس باب میں جن مدارس کا ذکر کیا گیا ہے، اس فہرست کے نمبر۲ میں لاہور کے دارالعلوم تقویۃ الاسلام کا مختصر الفاظ میں تذکرہ کردیا گیا، اب ذیل میں شہر کے دیگر مدارس کے متعلق گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

(۲۱)......جامعہ قدس اہل حدیث لاہور

تقسیم ملک سے پہلے روپڑی علمائے کرام کے قائم کردہ تین دینی مدرسے جاری تھے۔ ایک امرتسر میں جس میں حافظ محمد حسین روپڑی فریضہ تدریس سرانجام دیتے تھے، وہ تدریس کا کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ گزرِ اوقات کے لیے اپنا کاروبار کرتے تھے۔ دوسرا مدرسہ روپڑ میں حضرت حافظ عبداللہ صاحب نے تکمیل تعلیم کے فوراً بعد ۱۹۱۴ء میں جاری کیا تھا۔ تیسرا مدرسہ ان کے بھائی حافظ عبدالرحمٰن صاحب نے کیرپور میں جاری فرمایا تھا۔ میں ان تینوں لائق احترام بھائیوں کے حالات بیان کرچکا ہوں۔ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے ''بزمِ ارجمنداں'' میں اور حافظ محمد حسین اور حافظ عبدالرحمٰن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"قافلہ حدیث" میں......! میں پہلا شخص ہوں جس نے (حافظ اسماعیل روپڑی کے سوا) تفصیل سے تمام روپڑی علمائے کرام کے حالات قلم بند کیے۔ حافظ اسماعیل روپڑی کے کوائف حیات بھی ان شاء اللہ کسی کتاب میں لکھے جائیں گے۔ وہ میرے نہایت مہربان تھے۔

تقسیم ملک سے کچھ عرصہ بعد حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور ان کے مقرر وخطیب بھتیجوں (حافظ اسماعیل اور حافظ عبدالقادر روپڑی) کی کوششوں سے جامع مسجد اہل حدیث قدس چوک دال گراں (لاہور) میں دینی مدرسہ قائم کیا گیا۔ بعد میں یہ مدرسہ "جامعہ قدس اہل حدیث" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس مدرسے (یا جامعہ) میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی سے بہت سے مشہور اصحابِ علم نے اکتسابِ فیض کیا، جن میں مولانا مفتی ثناء اللہ خاں مدنی، حافظ عبدالرحمٰن مدنی، مولانا محمد یوسف شیخ الحدیث دارالحدیث راجووال، مولانا عبدالسلام کیلانی وغیرہ بے شمار حضرات شامل ہیں۔ گزشتہ کئی سال سے جامعہ قدس اہل حدیث کی زمام اہتمام حافظ عبدالغفار روپڑی اور حافظ عبدالوہاب روپڑی کے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ دونوں بھائی بڑی سرگرمی سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اہتمام کے علاوہ تدریس کی ذمہ داری بھی احسن طریقے سے نبھا رہے ہیں۔ کئی سال یہاں شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق حسینوی کا سلسلہ تدریس جاری رہا۔ مفتی عبید اللہ عفیف، حافظ عبدالشکور مدنی اور متعدد دیگر اساتذہ مصروف درس وتدریس ہیں۔ جامعہ کے تحت ہفت روزہ "تنظیم اہل حدیث" بھی باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ روپڑی اکیڈمی کی طرف سے اشاعت کتب کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حافظ عبدالغفار اور حافظ عبدالوہاب دونوں بھائی خاص دائرے میں رہتے ہوئے ملکی سیاسیات میں بھی حصہ لیتے ہیں۔

(۲۲)...... جامعہ لاہور الاسلامیہ۔ لاہور

اس جامعہ کا اجرا حضرت حافظ محمد حسین روپڑی کے صاحب زادہ گرامی جناب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے کیا۔ طویل مدت سے یہ تدریسی ادارہ لاہور کے علاقہ ماڈل ٹاؤن میں قائم ہے اور اس ادارے میں بہت سے حضرات نے خدمت تدریس انجام دی ہیں۔ مدرسین کی قابل احترام جماعت میں حافظ ثناء اللہ خاں مدنی کا اسم گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ وہ یہاں شیخ الحدیث کے منصب عالی پر فائز ہیں۔ لاتعداد طلبا نے اس ادارے سے تعلیم حاصل کی اور پھر انھیں مدینہ یونیورسٹی میں داخلے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو اس جامعہ کے حصے میں آیا۔ اس کے بانی اور مہتمم حافظ عبدالرحمٰن مدنی فعال اور متحرک اہل علم ہیں اور ان کے مراسم کا دائرہ بڑا پھیلا ہوا ہے۔

اس ادارے کی طرف سے دو خالص علمی اور تحقیقی ماہنامے جاری ہیں۔ ایک ''محدث'' اور دوسرا ''رشد''۔ دونوں ماہناموں کے متعدد خاص نمبر شائع ہوئے۔ ہر نمبر سیکڑوں صفحات پر محیط ہے۔ ''رشد'' کا ''قراءات قرآن نمبر'' بالخصوص اپنے موضوع سے متعلق ایک شاہ کار کی حیثیت رکھتا ہے جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

''محدث'' اور ''رشد'' کے ادارتی معاملات اور ان کے خاص نمبروں کی تیاری میں حافظ عبدالرحمٰن مدنی کے لائق صاحب زادوں حافظ حسن مدنی اور حافظ انس مدنی کی تگ و تاز کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان سطور میں اصل مقصود جامعہ لاہور الاسلامیہ کا تذکرہ ہے اور یہ ایک عظیم تدریسی ادارہ ہے جو حافظ عبدالرحمٰن مدنی چلا رہے ہیں۔

(۲۳)...... جامعہ الدراسات الاسلامیہ۔ لاہور

یہ تدریسی ادارہ تقریباً چھ سال پہلے مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی نے لاہور کے علاقہ کینال بنک عزیز پلی ہربنس پورہ میں تین کنال جگہ میں جاری کیا۔ مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی ضلع اوکاڑہ کی تحصیل رینالہ خرد کے قریب موضع اسلام پورہ کے ایک ہندو گھرانے میں ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے۔ والدین نے ان کا نام کرشن لال رکھا۔ مڈل پاس کرنے کے بعد ۱۹۔ جون ۱۹۴۵ء کو انھوں نے اسلام قبول کیا۔ پھر ان کی زندگی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کارواں بہت سی منزلوں سے گزرا۔ میاں محمد باقر مرحوم کے مدرسہ خادم القرآن والحدیث میں تحصیل علم دینی کا آغاز کیا۔ پھر مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد داؤد بھوجیانی، حافظ محمد اسحاق حسینوی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور بعض دیگر حضرات کے حلقہ ہائے شاگردی میں شامل ہوئے۔ وہ خود تقریباً پچپن برس سے طلبا کو پڑھا رہے ہیں۔ اس اثنا میں لاتعداد شائقین علم نے ان سے حصولِ علم کیا۔ وعظ و خطابت کا بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص ملکہ عطا فرمایا ہے۔(۱)

جامعہ الدراسات الاسلامیہ کی طرف سے ''امّ الہدیٰ'' کے نام سے ایک ماہنامہ رسالہ بھی جاری ہے۔ جامعہ کے انتظامات کا سلسلہ مولانا عبدالرشید کے صاحب زادے حافظ عبدالرؤف کے سپرد ہے جو بڑی عمدگی سے جاری ہے۔

(۲۴)......مرکز انصار السنہ لاہور

یہ مرکز حافظ مفتی ثناء اللہ مدنی صاحب نے جامع خالد بن ولید زبیر کالونی عقب جنرل ہسپتال لاہور میں قائم کیا ہے۔ حافظ صاحب کا اسم گرامی اس کتاب کے متعدد مقامات پر ان کی مختلف علمی حیثیتوں کے ضمن میں آیا ہے۔ جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے بھی، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے بھی اور شارح حدیث کی حیثیت سے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سے اوصاف سے نوازا ہے۔ وہ مفتی بھی ہیں، معلم بھی ہیں اور مصنف بھی ہیں۔ فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے جو کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے اور لوگ اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اس سے قبل ان کے فتاوے اخبار ''الاعتصام'' میں ہر ہفتے شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان کی ایک نہایت اہم کتاب جامع ترمذی کی شرح چار جلدوں میں جائزۃ الاحوذی کے

---

(۱) مولانا عبدالرشید کے کوائف حیات میں نے اپنی کتاب ''دبستانِ حدیث'' میں تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹۰ تا ۵۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نام سے چھپ چکی ہے۔ صحیح بخاری کی شرح وہ عربی میں لکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی ہمت عطا فرمائی ہے اور وہ اس دور میں پاکستان کی جماعت اہل حدیث کے جلیل القدر عالم ہیں۔ مرکز انصار السنہ میں ان کا مقصد منتہی طلبا کی اہم علمی امور میں تربیت ورہنمائی کا فریضہ ادا کرنا ہے۔ ان کے پاکستانی اساتذہ میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کا اسم گرامی خاص طور سے لائق تذکرہ ہے اور وہ حضرت حافظ صاحب کے علم وتحقیق سے بہت متاثر ہیں اور اپنی علمی کاوشوں میں ان کا خصوصیت سے ذکر فرماتے ہیں۔

(۲۵)......ابوہریرہ شریعہ کالج۔ لاہور

یہ بھی ایک تدریسی ادارہ ہے جو ہمارے عزیز دوست میاں محمد جمیل ایم اے نے علامہ اقبال ٹاؤن (لاہور) میں قائم کیا ہے۔ اس کا ایک خاص نظام تعلیم ہے جس میں قدیم اور جدید دونوں طریقہ ہائے تدریس مساوی خطوط پر چل رہے ہیں۔ قدیم کے ساتھ بی اے تک جدید کی رفاقت رہتی ہے۔ جدید مسائل پر اس کے اساتذہ کی نظر خاصی گہری ہے۔ میں نے ان میں سے بعض حضرات کے مضامین کا مطالعہ کیا ہے، وہ معاشی اور اقتصادی مسائل پر تحقیق سے اظہار رائے کرتے ہیں۔ میاں جمیل صاحب کئی سال سے توحید کا جھنڈا لہرا رہے ہیں اور ملک میں جگہ جگہ اس کی تبلیغ کی جا رہی ہے کہ علمائے اہل حدیث کا اصل کام یہی ہے۔

میاں صاحب ممدوح متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھوں نے قرآن وحدیث کے موضوعات پر ضخیم کتابیں تصنیف کیں، جن کا تذکرہ میں نے اختصار کے ساتھ اپنی کتاب ''برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن'' میں کیا ہے۔ ان کی خاص طور سے خدمت حدیث کے بارے میں ان شاء اللہ اس موضوع کی کسی کتاب میں لکھا جائے گا۔

(۲۶)......مرکز طیبہ اہل حدیث۔ مریدکے

مریدکے ضلع شیخوپورہ کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ اس میں ایک دینی مدرسہ بہت سالوں سے قائم ہے۔ اس کے شیخ الحدیث (یا صدر مدرس) حافظ عبدالسلام بھٹوی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو حضرت حافظ محمد بھٹوی کے صاحب زادۂ گرامی قدر ہیں۔ ممتاز عالم، متقی، نامور خطیب اور قرآنِ مجید کے مترجم۔ شعر وشاعری سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ تجربہ کار مدرس اور شستہ کلام مقرر۔ بہت بڑی تعداد میں طلبا ان سے تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ قارئین کرام ان کا اور ان کے والد مکرم حافظ محمد بھٹوی کا تذکرہ میری زیر طباعت کتاب ''گلستانِ حدیث'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۷)...... مدرسہ رحمانیہ سیالکوٹ

یہ مدرسہ جماعت اہل حدیث کے مشہور عالم ومصنف مولانا محمد علی جانباز نے (سیالکوٹ) میں قائم کیا ہے۔ مدرسے کا محل قیام ہے ناصر روڈ، سیالکوٹ۔ مولانا متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کا بہت بڑا کارنامہ ''انجاز الحاجہ'' کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ کی شرح ہے جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ مسلک اہل حدیث کی تبلیغ میں وہ ہمیشہ سرگرم رہے۔ انھوں نے ۱۳۔ دسمبر ۲۰۰۸ء کو وفات پائی۔ [1]

(۴۸)...... جامعہ سلفیہ، اسلام آباد

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے اجرا سے کئی سال بعد اسلام آباد میں جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا تعلق بھی جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) سے ہے۔ پاکستان کے دارالحکومت میں جماعت اہل حدیث کا یہ بہت بڑا تدریسی ادارہ ہے۔ اس میں متعدد اساتذہ طلبا کو تعلیم دینے پر مامور ہیں۔ اس کی مجلس انتظامیہ میں ہمارے دوست ڈاکٹر طاہر محمود بھی شامل ہیں جو جامعہ کے ہر معاملے میں سرگرم کردار ادا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں اور اسلام آباد کی عالمی اسلامی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس عاصم ہیں۔

---

(۱) ان کے حالات میں نے اپنی کتاب ''دبستانِ حدیث'' میں تحریر کیے ہیں۔ شائع کردہ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار۔ لاہور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(۲۹)...... دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والا

یہ دارالحدیث قیامِ پاکستان کے بہت سال پہلے سے قائم ہے۔ لیکن اسے اصل شہرت مولانا سلطان محمود صاحب کی وجہ سے ہوئی۔ وہ پہلی مرتبہ بہ سلسلہ تبلیغ ۱۹۲۸ء میں جلال پور پیر والا تشریف لائے۔ پھر اس سے چھ سال بعد ۱۹۳۴ء میں یہاں ان کی تشریف آوری ہوئی۔ اس کے بعد وہ یہیں کے ہو رہے۔ اس دارالحدیث نے بڑی شہرت پائی اور بہت لوگوں نے اس میں تحصیل علم کی۔ مولانا سلطان محمود نے ۴۔ نومبر ۱۹۹۵ء کو وفات پائی۔ وہ دارالحدیث محمدیہ کے شیخ الحدیث تھے۔ انھوں نے اپنے پیچھے شاگردوں کی بہت بڑی جماعت چھوڑی، جن میں سے بہت سوں کو استاذ الاساتذہ کی حیثیت حاصل ہوئی۔

مولانا کی وفات کے بعد اس منصب عالی پر ان کے شاگرد رشید مولانا محمد رفیق اثری متمکن ہوئے۔ مولانا اثری تدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف سے بھی مضبوط رابطہ رکھتے ہیں۔ وہ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں یکساں دادِ تحقیق دیتے ہیں۔ انھوں نے اردو میں ایک ضخیم کتاب اپنے استاذ گرامی شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود کے حالات میں تصنیف فرمائی۔

دارالحدیث کے اساتذہ کی فہرست میں مولانا محمد رفیق اثری کے علاوہ مولانا اللہ یار خاں اور ان کے صاحب زادے مولانا محمد عمران خاں سلفی بھی شامل ہیں۔

(۳۰)...... دارالحدیث لودھراں

جنوبی پنجاب کا ایک مشہور شہر لودھراں ہے۔ اس میں کئی سال سے اہل حدیث کا دینی مدرسہ قائم ہے، جس میں اچھی خاصی تعداد میں طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس مدرسے کی مسند شیخ الحدیث پر ہمارے دیرینہ دوست مولانا عبدالرحمٰن چیمہ فائز ہیں۔ چیمہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے۔ وہ ممتاز مدرس اور نامور خطیب ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیئے اب ملتان شہر کے مدارس کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۳۱) قدیم مدرسہ اہل حدیث ملتان

اس مدرسے کے بانی مولانا سلطان محمود ملتانی تھے۔ انھوں نے محلہ قالین باخاں اندرون حسین آگاہی میں اس کا آغاز کیا۔ مولانا سلطان محمود دراصل ڈیرہ اسماعیل خاں کے ایک قدیم علمی خانوادے کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی مولانا فریدالدین سے حاصل کی۔ پھر ڈیرہ اسماعیل خاں کے ایک عالم دین مولانا قادر بخش سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں دہلی گئے اور وہاں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایک شاگرد مولانا خلیل الرحمٰن سے اکتسابِ علم کیا اور وہیں حضرت شاہ صاحب کے ایک اور شاگرد شیخ یحییٰ زاہد الفاسی کے حلقۂ شاگردی میں شامل ہوئے۔

مولانا سلطان محمود ۱۸۵۰ء کے پس وپیش ڈیرہ اسماعیل خاں کی سکونت ترک کر کے ملتان تشریف لائے۔ ان کا اصل نام محمود تھا۔ ملتان میں انھوں نے سلطان محمود کے نام سے شہرت پائی۔ مولانا ممدوح نے سب سے پہلے ملتان کی درس والی مسجد میں (جو دہلی گیٹ اور دولت گیٹ کے درمیان ہے) میں وعظ ونصیحت اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جب وہ شرک وبدعات کی تردید اور اللہ کی توحید سے متعلق مسائل بیان کرنے لگے تو وہاں کے لوگ ان کے مخالف ہوگئے۔ مخالفت زیادہ بڑھی تو وہ وہاں سے نکلے اور محلہ قالین باخاں حسین آگاہی کی ایک مسجد کے متولی کی دعوت پر وہاں آگئے۔ یہ مسجد ایک مدت سے ویرانی کی حالت میں تھی۔ مولانا سلطان محمود نے اس مسجد کو مرکز بنا کر لوگوں کو توحید کی دعوت دی تو سلفی ذہن کے لوگ جو شہر کے مختلف مقامات میں رہ رہے تھے، وہاں آنا شروع ہوگئے اور ایک جمعیت کی صورت پیدا ہوگئی۔ اس مسجد میں انھوں نے جمعہ وجماعت کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا آغاز بھی کردیا۔

ملتان کے قریشی خاندان کے ایک صاحب ثروت خاندان میں ان کی شادی ہوگئی اور وہ خاندان ان کا بہت بڑا معاون ہوگیا۔ مولانا کے دو بیٹے ہوئے اور ایک بیٹی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے بیٹے کا نام عبدالعزیز تھا۔ انھوں نے پہلے اپنے والد محترم سے تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین سے حصولِ فیض کیا اور سند حدیث لی۔ واپس ملتان آئے تو عین عالم جوانی میں وفات پا گئے۔

مولانا سلطان محمود ملتانی کے دوسرے بیٹے کا اسم گرامی مولانا عبدالحق تھا۔ انھوں نے بھی ابتدا میں علوم متداولہ کی تعلیم والد محترم سے حاصل کی۔ پھر عازم دہلی ہوئے اور حضرت میاں سید نذیر حسین سے کتب حدیث پڑھیں اور مستحق سند حدیث قرار پائے۔ حضرت میاں صاحب نے ان کی خوب علمی تربیت کی اور ان سے بعض سائلین کے جواب میں فتوے بھی لکھاتے رہے۔ واپس ملتان آکر اپنے والد کے ساتھ تبلیغ دین اور درس وتدریس میں مصروف ہو گئے اور مولانا عبدالحق ملتانی کے نام سے شہرت پائی۔

مولانا سلطان محمود ملتانی نے ۱۹۰۹ء میں وفات پائی تو ان کے بعد ان کے لائق فرزند مولانا عبدالحق ملتانی نے درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کا سلسلہ باقاعدہ جاری رکھا۔

مولانا عبدالحق ملتانی کے شاگردوں کی تعداد بہت وسیع تھی، جنھوں نے تحصیل علم کے بعد بے حد تدریسی، تبلیغی اور تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا عبدالحق ہاشمی، مولانا سلطان محمود جلال پوری، مناظر اسلام مولانا عبدالعزیز ملک، مولانا الٰہی بخش شجاع آبادی، مولانا فیض اللہ ملتانی۔ مولانا عبدالحق ملتانی کے دونوں فرزندانِ گرامی مولانا شمس الحق اور مولانا شرف الحق۔ ان کے علاوہ بے شمار حضراتِ علما وطلبا نے ان کے حلقۂ درس میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔

مولانا عبدالحق ملتانی نے ۱۹۴۵ء میں وفات پائی اور ان کا جنازہ ان کے بڑے صاحب زادے مولانا شمس الحق ملتانی نے پڑھایا۔ مولانا کی وفات کے بعد بھی ان کی اولاد نے سلسلۂ درس جاری رکھا، جس کا ذکر آگے آئے گا۔

(۳۲)...... دارالحدیث محمدیہ محلّہ قدیرآباد ملتان

یہ مدرسہ ملتان کے مشہور عالم وفاضل اور صالح ترین بزرگ مولانا عبدالتواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملتانی نے جاری فرمایا تھا۔ ان کے والد کا اسم گرامی، مولانا قمر الدین تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے اور تینوں عالم دین ہوئے۔ مولانا عبدالغفار، مولانا عبدالتواب اور مولانا عبدالبر۔ تینوں نے ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین سے اخذ فیض کیا اور ان سے اسنادِ حدیث لیں۔ ان تینوں میں سے زیادہ شہرت مولانا عبدالتواب ملتانی نے پائی۔ انھوں نے ملتان کے محلہ قدیر آباد میں مسند درس بچھائی اور تدریس میں مصروف ہوگئے۔ مکتبہ سلفیہ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ جاری فرمایا۔ اس مکتبے کی طرف سے بہت سی کتابیں شائع ہوئیں۔ وہ خود اعلیٰ پایہ کے مصنف اور مترجم تھے۔ انھوں نے ملتانی زبان میں قرآنِ مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ محلہ قدیر آباد میں مسجد بھی تعمیر کرائی اور مدرسہ بھی قائم کیا، جس کے وہ اوّلیں مہتمم اور مدرس تھے۔ دور دراز سے شائقین علم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تحصیل علم کی۔ وہ نہایت حلیم الطبع اور منکسر المزاج عالم دین تھے اور طلبا کو بڑی محبت سے پڑھاتے تھے۔ ان کے خوش بخت تلامذہ کی فہرست میں مولانا عبدالحق ہاشمی، مولانا سلطان محمود جلال پوری، مولانا عبدالعزیز ملک، مولانا فیض الرحمٰن ثوری، مولانا عزیز زبیدی، مولانا عبدالاحد چنگوانی، سید بدیع الدین شاہ راشدی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا ممدوح کے فرزندان عالی قدر مولانا عبدالواسع، مولانا عبدالودود اور مولانا عبدالصبور۔ مولانا عبدالرزاق بن مولانا عبدالحق ہاشمی اور دیگر بہت سے فضلاء نے ان سے استفادہ کیا۔ ان حضرات کی تگ وتازِ درس سے بے شمار اہل علم مستفید ہوئے۔ مولانا عبدالتواب ملتانی کے حالات میں میرے عزیز دوست حافظ ریاض احمد عاقب نے مستقل کتاب تصنیف کی ہے جو شائع ہوچکی ہے۔ کتاب بہت سی معلومات پر مشتمل ہے۔ ان سطور کے راقم نے بھی اپنی زیر طبع کتاب ''گلستانِ حدیث'' میں ان پر مضمون لکھا ہے۔

مولانا ممدوح نے ۲۹۔ مئی ۱۹۴۷ء کو وفات پائی۔ ان کے بعد مدرسے کا انتظام وانصرام مولانا کے فرزند مولانا عبدالودود نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ مختلف اوقات میں یہاں مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا عبدالرحیم رحمانی، مولانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد اسحاق چیمہ اور مولانا عبدالمتین جھنگوی خدمت تدریس سر انجام دیتے رہے۔

(۳۳)...... جامعہ دارالحدیث محمدیہ باغ عام خاص ملتان

یہ دارالعلوم ملتان کے باغ عام خاص اہل حدیث حضرات کی عید گاہ میں جاری ہے اور شہر کے وسط میں کھلی جگہ میں ہے۔ یہاں عالی شان مسجد ہے اور بیرونی طلبا کی رہائش کے لیے الگ کمرے بنائے گئے ہیں۔ اس دارالعلوم میں جو معلمین حضرات شائقین علم کو مستفید فرماتے رہے، ان میں حضرت مولانا عبدالحق ملتانی کے فرزند کبیر مولانا شمس الحق ملتانی اور مولانا عبدالعزیز ملک کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ مولانا عبدالعزیز بلا معاوضہ یہ خدمت انجام دیتے تھے۔ اپنے ذاتی تانگے پر آتے اور تدریس سے فارغ ہو کر اسی تانگے پر اپنی آڑھت کی دکان پر تشریف لے جاتے تھے۔ وہ ظہر کی نماز کے بعد بھی پڑھاتے تھے۔ وہ ملتان اور اس کے گرد و نواح کے مشہور عالم اور مناظر تھے۔ شیعی کتب پر ان کی نظر بہت گہری تھی اور شیعہ حضرات سے بالخصوص ان کے مناظروں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ وہ ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۔ جولائی ۱۹۶۹ء کو انھوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔

جامعہ محمدیہ کے دیگر اساتذہ میں مولانا عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا عبدالرحیم رحمانی، مولانا محمد رفیق رحمانی، مولانا شرف الحق ملتانی، حافظ عبدالکبیر علوی بڈھیمالوی اور دیگر متعدد حضرات شامل ہیں۔ یہ جامعہ محمدیہ اب بھی جاری ہے اور کامیابی سے اپنا سفر درس طے کر رہی ہے۔ آج کل اس کے مہتمم حاجی کریم بخش انصاری ہیں، اور مدرس ہیں مولانا محمد یوسف مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحی عابد، مولانا عبدالغفار، مولانا عبدالستار فاضل مدینہ یونیورسٹی اور بعض دیگر حضرات۔ باغ عام خاص کے دارالحدیث میں مولانا عبدالعزیز ملک سے جن علما و طلبا نے تحصیل علم کی، ان میں مولانا عبدالرحمٰن عتیق، حافظ بشیر احمد بھوجیانی، حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی، قاضی محمد اسلم سیف، قاری محمد حنیف مکی اور دوسرے متعدد حضرات شامل ہیں۔ ان میں سے بعض اصحاب علم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفات پا چکے ہیں اور بعض زندہ ہیں اور مختلف مقامات میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ وفات شدگان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور زندوں کو کتاب وسنت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کے مواقع عطا فرمائے۔

(۴۴)...... جامعہ دارالحدیث رحمانیہ ملتان

یہ دارالحدیث چونگی نمبر ۱۴ میں ہے جو حضرت مولانا شمس الحق ملتانی کی یادگار ہے۔ مولانا شمس الحق ملتانی نے اپنے والد ذی احترام مولانا عبدالحق ملتانی سے بھی خوب استفادہ کیا اور پھر حضرت حافظ محمد گوندلوی کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے اخذ فیض کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انھوں نے جامعہ دارالحدیث محمدیہ باغ عام خاص میں سلسلۂ تدریس شروع کیا۔ بعد ازاں اپنے والد محترم کے قائم کردہ مدرسہ و مسجد محلہ قالین باخاں اندرون حسین آگاہی میں تشریف لے گئے۔ پھر محلہ کچا سرائے حافظ جمال روڈ پر اپنے ذاتی مکان میں طلبا کو پڑھانے لگے۔ بعد ازاں ۱۹۷۱ء میں اپنے شاگرد مولانا عبدالبصیر کدنوی کی رفاقت میں چونگی نمبر ۱۴ میں تدریسی خدمت انجام دینا شروع کی۔ اس مدرسے کا اہتمام بھی انھی کے سپرد تھا۔ اس عالم کبیر نے باپ کی طرح پوری زندگی درس وتدریس میں صرف کردی اور تادمِ آخر منبر ومحراب سے رابطہ رکھا۔ نہایت صالح عالم کے صالح بیٹے تھے۔ لوگوں کو مختلف مسائل سے متعلق فتوے بھی لکھ کر دیتے تھے۔ وراثت کے موضوع میں خاص طور سے درک رکھتے تھے۔ پاکستانی طلبا کے علاوہ عرب ملکوں کے طلبا نے بھی ان کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیے، جن میں شیخ احمد بن حزم یمنی، شیخ ولید بن ادریس یمنی مصری، شیخ صلاح عائظ الشلاحی کویتی، شیخ بدر بن علی طامی عتمی شامل ہیں۔

جامعہ رحمانیہ میں جو اساتذہ طلبا کو پڑھاتے رہے، ان میں مولانا شمس الحق کے علاوہ مولانا مفتی اللہ بخش ملتانی، مولانا محمد شجاع آبادی، مولانا عبدالبصیر کویتی، مولانا عبدالعزیز عالم گیری، مولانا عنایت اللہ رحمانی، مولانا خالد ندیم شاہ اور مولانا حافظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصر اللہ کے اسمائے گرامی قابل تذکرہ ہیں۔

(۳۵)......مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان

یہاں تک تو ملتان کے ان مدارس کا تذکرہ تھا جو قیام پاکستان سے پہلے قائم کیے گئے یا اس سے کچھ عرصہ بعد معرضِ قیام میں آئے۔ اب ان مدارس کے متعلق گزارشات پیش کی جاتی ہیں جو چند سال قبل جاری کیے گئے۔ ان میں ایک مرکز ابن القاسم الاسلامی ہے۔ اس مرکز کے قیام اور اس کے تدریسی سلسلے کے مختلف پہلوؤں کا ذکر میں نے اس مضمون میں کیا ہے جو اپنی زیر طبع کتاب ''گلستانِ حدیث'' میں مرکز کے سربراہ مولانا محمد شریف چنگوانی پر لکھا ہے۔ تاہم زیر مطالعہ کتاب کے موضوع اور موقع کی مناسبت سے یہاں بھی اس کا تذکرہ ضروری ہے۔

مرکز ابن القاسم الاسلامی کے قیام کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۹۸۵ء یا ۱۹۸۶ء میں بعض علمائے کرام کی درخواست پر سعودی عرب کے چند اہل علم ملتان تشریف لائے اور انھیں ملتان کی سیر کرائی گئی۔ کوئی شخص ملتان جائے اور وہاں کے قدیم بزرگوں کی قبروں پر (یا ان کے مزارات) پر حاضری نہ دے اور وہاں جو کچھ ہو رہا ہے، اسے نہ دیکھے تو یوں سمجھیے کہ اس نے ملتان دیکھا ہی نہیں۔ کسی نے فارسی زبان میں ملتان کے چار تحفوں کا ذکر کیا ہے۔

چہار چیز تحفۂ ملتان گرد و گرما، گدا و گورستان

معلوم نہیں سعودی عرب کے ان معزز مہمانوں کو کس موسم میں ملتان کی سیر کرائی گئی تھی اور ان کا گرد و گرما سے واسطہ پڑا تھا یا نہیں۔ مزارات پر حاضری دینے اور انھیں دیکھنے کے لیے تو کسی موسم کا تعلق نہیں۔ چناں چہ سعودی مہمانوں نے وہاں جو کچھ ملاحظہ فرمایا اس سے متاثر ہو کر کہا: ھذا بلد الشرک (یہ شرک کا شہر ہے۔)

ان عرب اہل علم کو شاید پتا نہیں چلا ہوگا کہ ملتان کا ایک بہت بڑا تحفہ آم ہے۔ مجھے ملتان کے بعض دوست آموں کے موسم میں ہر سال یہ تحفہ بھیجتے ہیں اور میں نہایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شوق سے ان کا یہ تحفہ قبول کرتا ہوں بلکہ شدید انتظار میں رہتا ہوں کہ یہ تحفہ ملتان سے کب آئے گا اور بھیجنے میں اوّلیت کا اعزاز کس خوش قسمت کے حصے میں آئے گا۔ بلکہ ملتانی آموں کے لیے میں گرمیوں کا انتظار بھی کرتا رہتا ہوں۔ ملتانی حلوا بھی وہاں کا ایک تحفہ ہے جو ہر موسم میں میسر ہے، وہ بھی مجھے ملتان کے دوستوں کی طرف سے ملتا رہتا ہے۔

بہر حال سعودی عرب کے اہل علم کی تشریف آوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے ملتان میں خالص کتاب وسنت کی نشر واشاعت کے لیے بڑے پیمانے پر ایک تدریسی ادارہ قائم کرنے کی تجویز پیش کی اور پھر یہ تجویز فیصلے کے قالب میں ڈھلی اور ''مرکز ابن القاسم الاسلامی'' کے نام سے سعودی عرب کے مخیّر حضرات کے تعاون سے ادارہ قائم ہو گیا۔

اس کے پہلے سربراہ مولانا انیس الرحمٰن کو بنایا گیا تھا جو مولانا شرف الحق کے بیٹے، مولانا شمس الحق ملتانی کے بھتیجے اور حضرت مولانا عبدالحق ملتانی کے پوتے ہیں اور مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ اس مرکز میں تعلیم کا آغاز ایک کرائے کی بلڈنگ میں کیا گیا تھا۔ بعد ازاں حالات بدلتے گئے اور واقعات کا پہیہ آگے بڑھتا گیا۔

اس زمانے میں مولانا محمد شریف چنگوانی سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں اقامت گزیں تھے اور وہاں کی یونیورسٹی امام محمد بن سعود سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد کوئی تحقیقی کام کر رہے تھے۔ بعض سعودی شیوخ نے انھیں ملتان آکر مرکز ابن القاسم الاسلامی کا انتظام سنبھالنے اور وہاں خدمت تدریس سرانجام دینے پر اصرار کیا اور یہ وہاں کا کام چھوڑ کر ملتان آگئے۔ پھر وقت نے پلٹا کھایا اور بوسن روڈ پر ایک سو دس کنال زمین خرید کر وہاں مرکز کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۹۸۸ء میں محترم المقام امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ سبیل نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۹۸۹ء میں تعمیر مکمل ہوگئی تو اس کے افتتاح کے لیے حضرت امام کعبہ پھر تشریف لائے، ان کے ساتھ مجلس شوریٰ سعودی عرب کے چیئرمین شیخ صالح بن عبداللہ بن حمید کی بھی تشریف آوری ہوئی۔ اس موقعے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر انھوں نے مرکز کی جامع مسجد الشاہین کا حجر اساسی رکھا۔

ملتان شہر کے شمال میں شاہراہِ بوسن پر ایک سو دس کنال کے رقبے میں پھیلے ہوئے مرکز ابن القاسم میں طلبا اور طالبات کے لیے الگ الگ کیمپس بنائے گئے ہیں۔ یہ مرکز ایک خالص دینی ادارہ ہے، جس میں سائنسی اور جدید عصری علوم کی تعلیم کا التزام بھی کیا گیا ہے۔ اس مرکز کو جدید اور قدیم کا حسین امتزاج کہنا چاہیے۔

اس کی عمارت تین منزلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی منزل میں پرائمری سکول اور دوسری میں مڈل سکول کے لڑکوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ تیسری منزل میں ہوسٹل ہے، جس میں سکول اور درس نظامی کے طلبا رہتے ہیں۔

مرکز کے چار تعلیمی شعبے ہیں۔

ایک شعبہ حفظ قرآن کا ہے۔ اس شعبے میں تین سو سے زائد بچے قرآن مجید حفظ کررہے ہیں۔ اس شعبے کے انچارج ہیں قاری محمد بلال۔

دوسرا شعبہ ۱۹۹۵ء میں تجوید وقراءت کا قائم کیا گیا۔ اس کا نصاب دو سال کا ہے۔ اس میں بچوں کو تجوید کے ساتھ ساتھ ترجمہ قرآن بھی پڑھایا جاتا ہے اور صرف ونحو کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس شعبے کے انچارج قاری عطاء اللہ عزیز ہیں۔

تیسرا شعبہ سکول اور کالج کا ہے۔ سکول میں میٹرک تک تعلیم دی جاتی ہے۔ سرکاری نصاب کے ساتھ ساتھ سکول میں ترجمہ قرآن بھی پڑھایا جاتا ہے۔ حدیث کی کتاب بلوغ المرام بھی پڑھائی جاتی ہے اور اصلاحِ عقیدہ کے لیے بعض دوسری کتابوں کی تدریس کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔ اس شعبے کے پرنسپل رانا دلدار صاحب ہیں جو بڑی محنت اور ذمہ داری سے خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

اس تین منزلہ عمارت سے متصل جامعہ فاطمہ للبنات ہے۔ یہ بھی تین منزلہ بلڈنگ ہے۔ اس میں شعبہ حفظ قرآن بھی ہے اور سکول، کالج اور لڑکیوں کے لیے درس نظامی کا بھی الگ شعبہ ہے۔ لڑکیوں کو لانے اور گھر پہنچانے کے لیے ٹرانسپورٹ کی سہولت میسر ہے۔ اس صاف ستھرے باپردہ ماحول میں اس وقت پانچ سو کے قریب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

چوتھا شعبہ علوم اسلامیہ کا ہے، جس میں مختلف دینی مدارس میں رائج نصاب کو سامنے رکھ کر نئے نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ اس نصاب کی تکمیل کرنے اور اس کی سند فراغت حاصل کرنے والے پہلے طالب علم حافظ ریاض احمد عاقب ہیں جو اس وقت مرکز ابن القاسم میں بہ حیثیت استاد خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف اور مترجم ہیں۔ جماعت اہل حدیث کے اخبارات میں ان کے مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔ انھوں نے حضرت مولانا عبدالتواب ملتانی کے حالات میں مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ کسی موضوع پر ایم فل بھی کیا ہے۔

مرکز ابن القاسم الاسلامی میں پہلے جو اساتذہ فریضہ تدریس ادا کرتے تھے، وہ تھے:

① ...... مولانا عطاء اللہ الجدانی فاضل مدینہ یونیورسٹی

② ...... مولانا رفیق یوسف مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی

③ ...... مولانا محمد عبداللہ بھٹوی۔ ④ ...... مولانا مفتی اللہ بخش ملتانی

⑤ ...... مولانا عبدالبصیر کدنوی۔ ⑥ ...... مولانا رحمت اللہ شاکر

⑦ ...... مولانا عبداللہ سلیم۔ ⑧ ...... مولانا محمد فیاض

⑨ ...... مولانا عبدالشکور رنگ پوری۔ ⑩ ...... مولانا محمد قاسم

⑪ ...... مولانا عبدالسلام۔ ⑫ ...... مولانا عبدالرحیم قصوری

⑬ ...... مولانا محمد عمر۔ ⑭ ...... مولانا محمد بنیامین

⑮ ...... قاری اسد اللہ۔ ⑯ ...... مولانا ابوبکر اور ⑰ ...... مولانا رفیق طاہر۔

موجودہ اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

① ...... مرلانا مفتی محمد بن عبداللہ شجاع آبادی

② ...... مولانا حافظ نصر اللہ۔ ③ ...... مولانا محمد مشتاق

④ ...... مولانا محمد صدیق حامد۔ ⑤ ...... مولانا غلام اکبر

⑥ ...... مولانا عزیز الرحمٰن ترابی اور ⑦ ...... حافظ ریاض احمد عاقب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرکز ابن القاسم الاسلامی کے موجودہ سربراہ مولانا محمد شریف چنگوانی بھی ایک عرصے تک اس کی مسند درس پر متمکن رہے۔ ''چنگوانی'' بلوچوں کی ایک گوت کا نام ہے، جیسے مزاری، جتوئی، کھوسہ، لغاری وغیرہ۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں بتایا گیا، مولانا محمد شریف چنگوانی کے بارے میں جو معلومات مجھے حاصل ہوئیں، وہ اپنی ایک زیر طبع کتابِ ''گلستانِ حدیث'' میں لکھ چکا ہوں۔

مولانا ممدوح ۲۰۔ اپریل ۱۹۵۵ء کو ڈیرہ غازی خاں کے علاقے ''چوٹی زیریں'' میں پیدا ہوئے۔ پاکستان کے مشہور علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کئی سال خود طلباء کو پڑھاتے رہے۔ پھر حالات ایسے پیدا ہوئے کہ ۱۹۸۲ء میں عمرے کے لیے گئے اور عمرے کے بعد ریاض کی جامعہ امام محمد بن سعود میں داخل ہوگئے اور چار سال وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ایک یا ڈیڑھ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ پھر سعودی عرب کے بعض شیوخ کے کہنے پر ۱۹۸۸ء میں ملتان تشریف لے آئے اور مرکز ابن القاسم الاسلامی کی مسند درس پر فائز ہوئے۔ بعد ازاں اس کے ناظم و مہتمم کی حیثیت سے خدمت انجام دینے لگے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں اپنے دین کی خدمت کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو گلستانِ حدیث)

(۳۶)...... جامعہ اسلامیہ ملتان

یہ تدریسی ادارہ ایک عالم دین مولانا عبدالرحمٰن شاہین نے ۲۰۰۲ء میں ملتان کی پونگراں والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ میں قائم کیا تھا۔ ۲۰۰۶ء میں اسے گلستان ٹاؤن خانیوال روڈ پر منتقل کر دیا گیا۔ جامعہ اسلامیہ کی خوب صورت مسجد ہے جو حافظ عبدالستار حماد کی کوشش سے کویت کے تعاون سے تعمیر کی گئی۔ اسی مسجد میں ۲۰۰۷ء میں جامعہ اسلامیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس نواح میں یہ درس نظامیہ کا اچھا خاصا مرکز ہے۔ مروّجہ نصاب کے تمام علوم اس میں پڑھائے جاتے ہیں۔ حفظ قرآن کا شعبہ بھی قائم ہے، جس میں بیرونی طلبا بھی داخل ہیں اور قرآن حفظ کر رہے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(۳۷)......مرکز نداء الحرمین ملتان

یہ مرکز خانیوال روڈ پر فرخ ٹاؤن میں قائم ہے۔ اس کے سربراہ مولانا عبدالرحیم گوہر ہیں۔ مولانا موصوف مجلّہ ''نداء الحرمین'' کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ یہ مجلّہ مولانا محمد شریف چنگوانی نے جاری کیا تھا۔ کچھ عرصہ جاری رہا۔ پھر بند کر دیا گیا۔ مرکز ''نداء الحرمین'' مولانا حافظ عبدالستار حماد کی کوشش سے کویت کے تعاون سے بنا۔ اس کی مسجد بڑی خوب صورت ہے۔ مسجد کے ساتھ مدرسہ ہے۔ اس مرکز کے مہتمم مولانا بنیا مین صاحب ہیں۔ دیگر تدریسی اداروں کی طرح یہ ادارہ بھی بڑی دینی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اس کی ابتدا دراصل مسجد عائشہ نزد جناح پارک سونٹی روڈ (ملتان) سے ہوئی تھی۔ پھر اسے فرخ ٹاؤن میں منتقل کر دیا گیا۔

(۳۸)......اسلامک سینٹر ملتان

یہ مرکز ملتان کے سورج میانی روڈ (خان ٹاؤن) میں واقع ہے۔ اس کے بانی جناب عمران صدیقی صاحب ہیں۔ ''ایقاظ'' کے نام سے انھوں نے ایک مجلّہ بھی جاری کیا ہے۔ اس سینٹر کا نصاب جدید علوم کے ساتھ ساتھ سعودی عرب کی یونیورسٹیوں کے مطابق ہے۔ شان دار مسجد کے ساتھ سینٹر کی تین منزلہ عمارت ہے۔ یہ سینٹر خدمت دین کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

ملتان کے ان مراکز درس کے متعلق مجھے معلومات حافظ ریاض احمد عاقب نے بہم پہنچائیں۔ ان کے اس پرخلوص تعاون پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔

(۳۹)...... جامعہ سعیدیہ خانیوال

ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے موضع صدر والا سے تعلق رکھنے والے ایک عالم دین مولانا علی محمد تھے۔ انھوں نے مولانا شرف الدین دہلوی سے سند فراغت لی تھی اور ۱۹۳۹ء میں اپنے گاؤں میں مدرسہ فیض الاسلام کے نام سے دینی مدرسہ جاری کیا تھا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقسیم ملک کے بعد مولانا علی محمد سعیدی نے یہی مدرسہ ضلع خانیوال کے ایک گاؤں چک نمبرے میں مدرسہ سعیدیہ کے نام سے جاری فرمایا۔ اس کے بعد حالات نے ایسی کروٹ لی کہ یہ مدرسہ خانیوال منتقل ہوگیا۔ اب اس علاقے کا یہ ایک بڑا اور مشہور دارالعلوم ہے جو جامعہ سعیدیہ کے نام سے موسوم ہے۔ مدرسین کے سلسلے میں بھی اسے شہرت حاصل ہے، طلبا کی تعداد کے اعتبار سے بھی اس کا بڑا نام ہے اور درس وتدریس اور انتظامی حیثیت سے بھی یہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مولانا علی محمد سعیدی نہایت صالح بزرگ تھے اور خدمت دین میں بے حد سرگرمی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ انھوں نے ۶۔ جولائی ۱۹۸۷ء (۹۔ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ) کو وفات پائی۔ (۱)

ان کے بعد جامعہ سعیدیہ کے انتظامی معاملات ان کے بھتیجے ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر نے سنبھالے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ تقریر وتحریر اور تدریس میں انھیں خاص ملکہ حاصل ہے۔ (۲)

یہاں یہ یاد رہے کہ مولانا علی محمد نے دہلی میں مولانا شرف الدین کے قائم کردہ مدرسہ سعیدیہ میں تعلیم حاصل کی تھی، اس لیے انھوں نے اپنی نسبت اس مدرسے کی طرف کرلی تھی اور انھیں مولانا علی محمد سعیدی کہا جاتا تھا۔ ان کے استاد کا دہلی والا مدرسہ سعیدیہ اگست ۱۹۴۷ء میں ختم ہوگیا تھا، مولانا علی محمد سعیدی نے اس کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے مدرسے کا وہی نام رکھ دیا۔

(۴۰)...... جامعہ محمدیہ اہل حدیث خان پور

جنوبی پنجاب میں ضلع رحیم یار خاں کے شہر خان پور میں کسی زمانے میں اہل حدیث کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہ تھی۔ قاری عبدالوکیل صدیقی کو اللہ نے توفیق بخشی اور انھوں نے گاؤں گاؤں جاکر اس مسلک کی تبلیغ کی اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی۔

---

(۱) ان کے حالات میں نے اپنی کتاب دبستانِ حدیث میں بیان کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۹ تا ۳۶۶۔

(۲) ڈاکٹر عبدالرشید اظہر کے کوائف حیات میں نے اپنی کتاب گلستانِ حدیث میں تحریر کیے ہیں جو مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور شائع کررہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کی تگ ودو اور بھاگ دوڑ کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہر خان پور اور اس کے گردونواح میں اہل حدیث کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہوا کہ اس کا کسی زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ خان پور میں ان کی کوشش سے جامعہ محمدیہ اہل حدیث کے نام سے بہت بڑا تدریسی سلسلہ جاری ہوگیا، جس میں خاصی تعداد میں طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں اور متعدد اساتذہ انھیں تعلیم دینے پر متعین ہیں۔ یہ سلسلہ روز بروز بڑھ رہا ہے اور ان شاء اللہ بڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب ممدوح کو جزائے خیر سے نوازے، آمین۔

(۴۱)...... جامعہ اسلامیہ صادق آباد

صادق آباد بھی ضلع رحیم یار خاں کا مشہور شہر ہے۔ صوبہ سندھ اس شہر سے سولہ سترہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں بھی جامعہ اسلامیہ کے نام سے اہل حدیث کا مدرسہ جاری ہے جو مولانا ثناء اللہ زاہدی کی شب وروز کی کوششوں کا عظیم ثمرہ ہے۔ اس مدرسے میں مولانا ثناء اللہ زاہدی سمیت متعدد فاضل اساتذہ طلبا کو تعلیم دینے کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس علاقے میں اہل حدیث کا یہ ایک بڑا تدریسی مرکز ہے۔

(۴۲)...... ڈیرہ غازی خاں

ڈیرہ غازی خاں میں مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ناظم اعلیٰ جناب ڈاکٹر حافظ عبدالکریم نے جو تدریسی مراکز قائم کیے اور اس علاقے میں جو مسجدیں تعمیر کرائیں اور رفاہی کام کیے، ان کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ان کے حالات کے ضمن میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے۔ انھوں نے بہت کام کیا اور کررہے ہیں اور ان شاء اللہ ان کی دینی خدمات کا سلسلہ آگے بڑھے گا۔ اس کا انھیں اللہ ہی اجر دینے والا ہے۔

(۴۳)...... مدرسہ دارالارشاد

یہ صوبہ سندھ میں پیرانِ جھنڈا (راشدی حضرات) کا بہت قدیم مدرسہ ہے، جس میں متحدہ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے بہت سے مشہور اساتذہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاوہ افغانستان کے بعض علما کی خدمات بھی حاصل کی گئی تھیں۔ اس مدرسے کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ پیر محب اللہ شاہ راشدی اور ان کے برادرِ صغیر سید پیر بدیع الدین شاہ راشدی بھی اس مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ (غالباً) یہی وہ مدرسہ ہے جس کا نام اب مدرسہ دارالہدیٰ والارشاد ہے اور اس کی مسند تدریس پر حضرت پیر محب اللہ شاہ راشدی کے صاحب زادے سید محمد قاسم شاہ راشدی متمکن ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد اساتذہ اس مدرسے میں خدمت تدریس سرانجام دیتے ہیں۔ صوبہ سندھ کا یہ ایک قدیم تاریخی مدرسہ ہے، جس سے فارغ ہونے والوں کی فہرست بہت وسیع ہے۔ اس فہرست میں حنفی بھی شامل ہیں اور اہل حدیث بھی۔ اساتذہ میں بھی دونوں مسالک کے اہل علم موجود تھے۔ اس کی تفصیل میں نے اپنی کتاب ''کاروانِ سلف'' میں بیان کی ہے۔ اس میں خاندانِ راشدی کا بھی کافی حد تک تذکرہ آ گیا ہے۔[1]

(۴۴)...... مدرسہ شمس العلوم المحمدیہ۔ بدین (سندھ)

اس مدرسے کا پورا نام مدرسہ شمس العلوم المحمدیہ اہل حدیث ہے اور اس کا پتا ہے کینٹ روڈ غریب آباد بدین۔ اس مدرسے کا شمار صوبہ سندھ کے مشہور مدارس میں ہوتا ہے۔ اس کے مدرسین میں مولانا ابوسفیان محمد خاں محمدی کا اسم گرامی خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ یہ اس فقیر کے مخلص ترین دوست ہیں اور ان کا اچھا خاصا کتب خانہ ہے اور وہ علم و علما سے رابطہ رکھنے میں بڑے تیز ہیں۔ ان کا زیادہ وقت مطالعہ کتب میں صرف ہوتا ہے۔

(۴۵)...... مدرسہ بدیع العلوم مٹھی، سندھ

یہ مدرسہ سید بدیع الدین شاہ راشدی کے نام سے موضع مٹھی (صوبہ سندھ) میں جاری کیا گیا ہے۔ اس میں تھر اور مٹھی کے قرب و جوار کے طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس علاقے میں مدرسے کی بے حد ضرورت تھی۔

---

(۱)...... ان دونوں عالی قدر علمائے کرام کے حالات میں نے اپنی کتاب کاروانِ سلف میں تحریر کیے ہیں۔ یہ کتاب مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور وامین پور بازار فیصل آباد نے شائع کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صوبہ سندھ کے مختلف مقامات میں چھوٹے بڑے بہت سے مدارس قائم ہیں۔ افسوس ہے مجھے اس سلسلے میں پوری معلومات حاصل نہیں۔

(۴۶)...... جامعہ ستاریہ کراچی

مولانا عبدالوہاب دہلوی نے علومِ مروّجہ سے فراغت کے بعد دہلی میں "مدرسہ دارالکتاب والسنہ" کے نام سے درس وتدریس کا ایک ادارہ قائم کیا، جس میں بہت سے مشہور علماء نے تعلیم حاصل کی۔ (۱) تقسیم ملک کے بعد مولانا کے صاحب زادے مولانا حافظ عبدالستار صاحب کراچی آ گئے تھے۔ انھوں نے ان نامساعد حالات میں کراچی آ کر تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا اور تصنیف وتالیف کا بھی۔ یہ دونوں سلسلے اب تک کامیابی سے جاری ہیں۔ مدرسہ دارالکتاب والسنہ تو ان کے بھائی مولانا عبدالواحد نے تقسیم ملک کے بعد دہلی ہی میں جاری رکھا اور انھوں نے وہیں اگست ۱۹۹۸ء کو وفات پائی۔ لیکن کراچی میں حافظ عبدالستار صاحب کے نام سے "جامعہ ستاریہ" کا قیام عمل میں آیا۔ اس جامعہ میں پاکستان کے مختلف علاقوں کے بے شمار لوگوں نے تعلیم پائی اور پا رہے ہیں۔ (۲)

(۴۷)...... جامعہ ابوبکر الاسلامیہ کراچی

پاکستان کی یہ مشہور اور اس اعتبار سے ممتاز جامعہ ہے کہ اس کے اساتذہ پاکستانی بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جو جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، جامعہ امام محمد بن سعود ریاض، جامعہ ازہر مصر، جامعہ خرطوم سوڈان، جامعہ بغداد عراق اور بعض دیگر جامعات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں ذریعہ تعلیم عربی ہے۔ اس میں سیکڑوں طلبا

---

(۱) مولانا عبدالوہاب دہلوی نے جولائی ۱۹۳۲ء میں دہلی میں وفات پائی۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے راقم کی کتاب کاروانِ سلف، صفحہ ۱۳ تا صفحہ ۳۲۔

(۲) حافظ عبدالستار صاحب ۲۹۔ اگست ۱۹۶۶ء کو فوت ہوئے۔ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب کاروانِ سلف، صفحہ ۱۴۷ تا ۱۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلیم حاصل کرتے ہیں اور بہت سے اساتذہ انھیں تعلیم دیتے ہیں۔ جامعہ ابوبکر الاسلامیہ جناب چودھری ظفر اللہ صاحب کی کوشش سے قائم ہوئی تھی۔ انھوں نے جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) سے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد سعودی عرب میں تعلیم حاصل کی۔ جامعہ ابوبکر الاسلامیہ کی تاسیس کے لیے انھوں نے بے حد محنت کی۔ وہ بہت اچھے منتظم تھے اور تعلیم کی دولت کو گھر گھر پہنچانا اور عام کرنا ان کا اصل مقصد تھا۔ ۳ جون ۱۹۹۷ء کو لاہور سے بذریعہ سڑک کراچی جا رہے تھے کہ رحیم یار خاں کے قریب ان کی کار درخت سے ٹکرا گئی اور وہ وفات پا گئے۔ ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے بھی تھے، جن میں سے ایک کی عمر ۱۷ سال اور ایک کی ۹ سال تھی۔ ایک نوجوان بھانجا تھا اور ایک ان کی خالہ تھی۔ اس طرح یہ پانچ افراد اسی وقت وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

چودھری ظفر اللہ کی اچانک وفات کے بعد جامعہ ابوبکر الاسلامیہ کا انتظام ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا اور مولانا عیش محمد صاحب نے سنبھالا۔ اس سے پہلے بھی یہ دونوں حضرات اس جامعہ کے انتظامی معاملات سے پوری دلچسپی رکھتے تھے۔ مولانا عیش محمد انتظامی سلسلے میں ہر مہینے پندرہ دن کراچی اور پندرہ دن اپنے گھر ماموں کانجن رہتے ہیں۔

(۴۸)...... دارالعلوم بلتستان۔ غواڑی

بلتستان پہاڑی علاقہ ہے جہاں آنا جانا بہت مشکل ہے۔ سردیوں میں یہ علاقہ شدید سردی کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ یہاں غواڑی میں کئی سالوں سے اس نواح کی جماعت اہل حدیث کا بہت بڑا دارالعلوم قائم ہے، جس میں تفسیر، حدیث، فقہ، ادبیات، صرف ونحو وغیرہ تمام علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ افتا کا شعبہ بھی قائم ہے، جس میں روزمرہ پیش آنے والے مسائل پوچھنے کے لیے لوگ آتے ہیں اور وہاں کے مفتی صاحب انھیں تحریری فتویٰ دیتے ہیں جس پر عمل کیا جاتا ہے۔ علاقے کے چھوٹے موٹے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کا بھی انتظام ہے۔ وہاں کے اہل علم جو فیصلہ کر دیں، اسے متعلقہ فریق بخوشی قبول کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلبا کو تعلیم دینے والے اکثر اساتذہ مدینہ یونیورسٹی یا مملکت سعودیہ کی کسی اور یونیورسٹی کے سند یافتہ ہیں۔ تعلیمی سلسلے میں دارالعلوم غواڑی اس علاقے میں بہت اچھی شہرت رکھتا ہے۔ دارالعلوم کا چار ماہی رسالہ ''التراث'' کے نام سے جاری ہے۔ مضامین کے اعتبار سے ''التراث'' کا معیار بڑا بلند ہے اور اس کے شائع شدہ مقالات حوالے کا کام دیتے ہیں۔ اہل علم کے لیے یہ بہت بڑا تحفہ ہے جو ہر چار مہینے کے بعد دارالعلوم کی طرف سے ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۴۹)...... جامعہ علامہ احسان الٰہی ظہیر لاہور

علامہ احسان الٰہی ظہیر نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو مرتبہ شہادت پایا۔ شہادت سے کئی سال قبل انھوں نے لارنس روڈ پر ایک قطعہ زمین خریدا تھا، جو ''مرکز اہل حدیث'' کے نام سے موسوم ہوا۔ یہاں مسجد بھی تعمیر کی گئی اور جمعہ و جماعت کا بھی باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس طرح بہت جلد اس مرکز نے شہرت حاصل کر لی۔ پہلے یہاں مولانا حافظ عبدالغفار اعوان خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے، جو جماعت اہل حدیث کے جلیل القدر عالم اور معروف مدرس ہیں۔ اب کئی سال سے یہ فریضہ علامہ احسان الٰہی ظہیر کے بڑے صاحب زادے حافظ ابتسام الٰہی ظہیر سرانجام دے رہے ہیں۔ مرکز اہل حدیث میں ''جامعہ علامہ احسان الٰہی ظہیر'' کے نام سے دارالعلوم بھی قائم ہے، جس میں دینی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ جامعہ میں قرآنِ مجید کے حفظ و تجوید کا شعبہ بھی قائم کیا گیا ہے۔ جامعہ میں بیرونی اور مقامی طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں اور تدریس کے لیے قابل اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ قدیم اور جدید دونوں طرز کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۵۰)...... جامعہ اسلامیہ سلفیہ گوجراں والا

اس جامعہ کا اجرا ماڈل ٹاؤن گوجراں والا کی مسجد مکرم اہل حدیث میں کیا گیا ہے۔ یہاں میں مسجد مکرم کے سلسلے میں تھوڑی سی تفصیل بیان کرنا چاہتا ہوں۔ استاذِ مکرم حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم و مغفور ۱۹۲۱ء میں گوجراں والا تشریف لائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس وقت وہ بیس اکیس سال کے نوجوان تھے۔ ان دنوں گوجراں والا میں اہل حدیث کی ایک ہی مسجد تھی جسے چوک نیائیں والی مسجد کہا جاتا تھا۔ اس مسجد کے خطیب و امام مولانا علاء الدین تھے۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اسی مسجد میں درس و خطابت کا آغاز فرمایا۔ ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو مولانا سلفی کا انتقال ہوا۔ انھوں نے ۴۷ سال اس شہر میں خدمات سرانجام دیں اور اس اثنا میں ان کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں یہاں اہل حدیث کی ۵۲ مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ اب سنا ہے یہ تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی ہے۔ اس مسجد کے لیے پلاٹ کے حصول اور تعمیر میں بنیادی کردار میاں اسماعیل ضیا مرحوم (سابق ایم پی اے) اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے صاحب زادے مولانا حکیم محمود سلفی مرحوم نے ادا کیا۔ اس وقت پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور پنجاب کے وزیراعلیٰ ملک معراج خالد تھے جو اہل حدیث کے علمی اور سیاسی کارناموں سے متاثر تھے۔ ہمارے دوست اسماعیل ضیا کا تعلق بھی پیپلز پارٹی سے تھا اور وہ مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم کے شاگرد اور گوجراں والا کی انجمن اہل حدیث کے رکن تھے۔ وہ وزیراعلیٰ پنجاب سے ملے اور ان سے مسجد کے لیے پلاٹ کے بارے میں گفتگو کی۔ یہ فقیر بھی ان کے ساتھ تھا۔ پلاٹ مل گیا۔ ان کی خواہش تھی کہ سعودی عرب کے محترم سفیر سے مسجد کا سنگ بنیاد رکھایا جائے۔ اس زمانے میں پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر ریاض الخطیب مرحوم تھے۔

میاں اسماعیل ضیا مرحوم اور جماعت کے معزز ارکان نے ان سے رابطہ کیا اور مسجد کے سنگ بنیاد کے لیے بات کی۔ اس کے لیے وہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۷۵ء کو گوجراں والا تشریف لائے۔ یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ مولانا معین الدین لکھوی نے (جو اس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر تھے۔) خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کے بعد مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب ہوئی۔ اسماعیل ضیا نے سٹیج سیکرٹری کا فریضہ انجام دیا۔ مولانا محمد سلیمان انصاری مرحوم نے تلاوت قرآنِ مجید کی۔ چودھری محمد بشیر ایڈووکیٹ نے سفیر محترم کی خدمت میں بہ زبان اردو خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ اس کا عربی ترجمہ مولانا عطاء اللہ ثاقب مرحوم نے کیا جو سفیر موصوف سے ذاتی تعلقات رکھتے تھے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریب سعید میں لاہور، گوجراں والا، فیصل آباد، حافظ آباد اور دیگر مقامات کے بہت سے علمائے کرام اور معزز ارکانِ جماعت شریک تھے۔ محترم المقام ریاض الخطیب نے اپنی تقریر میں بانیانِ مسجد مکرم اور ارکانِ جماعت کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ انھیں اپنے سلفی بھائیوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔

مسجد مکرم کے اوّلیں خطیب حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے فرزند گرامی قدر مولانا حکیم محمود سلفی تھے جو مستند عالم دین تھے۔ ان کی خطابت نے گوجراں والا کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا اور مسجد کی رونق بڑھ گئی۔ انھوں نے ۱۰۔ اگست ۱۹۹۴ء کو وفات پائی۔ پھر حکیم صاحب مرحوم کے لائق بیٹے اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے فاضل پوتے حافظ اسعد محمود سلفی نے مسجد مکرم میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا۔ حافظ صاحب ممدوح بہت اچھے خطیب ہیں اور منبر پر جد امجد کے لہجے میں اظہارِ مدعا کرتے ہیں۔ شہر کے علاوہ اس کے قرب وجوار کے لوگ بھی ان کے خطبے میں حاضری دیتے اور ان کے ارشادات سے مستفید ہوتے ہیں۔ باپ، دادے اور پڑدادے کی طرح صالح نوجوان ہیں۔ میرے خیال میں علم وعمل اور سیرت وکردار میں وہ اپنے پورے خاندان کے امین کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مسجد مکرم میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا حکیم محمود سلفی کی علمی وعملی یادگار کے طور پر ''الجامعة الاسلامية السّلفية'' کے نام سے تدریسی ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارے میں علوم اسلامیہ یعنی درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید وحفظ قرآن کے شعبے بھی قائم کیے گئے ہیں، جن میں بڑی محنت سے طلبا کو تعلیم دی جاتی ہے۔ جو حضرات اس وقت تدریسی خدمات میں مصروف ہیں، وہ ہیں مولانا محمد عظیم حاصل پوری، مولانا عبدالوحید ساجد، مولانا محمد مالک بھنڈر، مولانا رحمت اللہ شاکر، مولانا مجیب الرحمٰن سیاف، مولانا ذوالفقار ذکی، مولانا شمس الدین، مولانا محمد عثمان سلفی اور محمد یاسین۔ جامعہ کے مختلف شعبوں میں اس وقت سو سے زیادہ طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

جامعہ کے سرپرست چودھری محمد بشیر ایڈووکیٹ ہیں اور نگران ہیں حافظ اسعد محمود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سلفی۔ جامعہ کی طرف سے ''المکرّم'' کے نام سے سہ ماہی مجلہ بھی جاری کیا گیا ہے جو خالص علمی اور تحقیقی مجلہ ہے۔ اس میں جامعہ کے طلبا کے مضامین بھی چھپتے ہیں۔ اور یہ طلبا میں ذوق مطالعہ اور شوقِ تحریر پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جامعہ اسلامیہ سلفیہ، مجلّہ المکرّم اور مسجد المکرّم کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس کے مدرسین اور اصحابِ انتظام کی عمل خیر کے ہر مرحلے پر نصرت فرمائے، آمین۔

(۵۱)...... جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص

سندھ کا علاقہ برصغیر کی اسلامی تاریخ میں بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ پہلی صدی ہجری ہی میں اس کے اکثر حصوں میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ اس دور کے حالات کے مطابق تعمیر مساجد اور اجرائے مدارس کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا تھا۔ ابتدائے اسلام سے لے کر اب تک اس نواح کے لوگ ہمیشہ خدمت دین میں مشغول رہے۔ اس صوبے میں بے شمار دینی مدارس قائم ہوئے اور قائم ہیں۔ ان مدارس میں سے چند مدارس کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جاچکا ہے۔ صوبہ سندھ کے ایک مشہور شہر کا نام میر پور خاص ہے۔ اس شہر میں ایک قابل ذکر دار العلوم ''جامعہ بحر العلوم السّلفیہ'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس دار العلوم کے مہتمم مولانا افتخار احمد تاج الدین ازہری ہیں۔ اللہ نے ان کو علم کی نعمت سے بھی نوازا ہے اور حسن اخلاق کی دولت بھی عطا فرمائی ہے۔ ملنسار، خوش مزاج اور متواضع عالم دین ہیں۔ ان کے اہتمام میں یہ جامعہ بڑی تدریسی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ بہت سے علما وطلبا نے یہاں تعلیم حاصل کی اور کر رہے ہیں۔ متعدد اساتذہ نے یہاں تدریس کا فریضہ انجام دیا اور انجام دے رہے ہیں۔ مولانا افتخار احمد ازہری بھی باقاعدہ مسند درس پر متمکن ہیں۔ ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں کی تعداد بہت وسیع ہے۔ ''بحر العلوم'' کے نام سے مولانا افتخار احمد ازہری نے ایک مجلّہ بھی جاری کیا ہے۔ اس مجلّے کے بعض ضخیم نمبر شائع ہوئے ہیں جو بہت سی علمی وتاریخی معلومات پر محیط ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا ازہری کا اور جامعہ بحر العلوم کا حافظ وناصر ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تینتیسواں باب

ہندوستان کے چند مدارس

اب ذیل میں چند ہندوستانی تدریسی اداروں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ یہ تو پہلے بتایا جاچکا ہے کہ قیام پاکستان کا اعلان ہوتے ہی مشرقی پنجاب کے تمام تدریسی ادارے سکھوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر گئے تھے اور تبلیغ دین کا جو سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا تھا، ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا تھا۔ نہ کوئی مسجد رہی، نہ مدرسہ۔ ان مدرسوں میں تمیں مدرسے صرف اہل حدیث کے تھے۔ مشرقی پنجاب کے علاوہ دہلی کے مدرسے بھی فسادات کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔ جو بچے ان کی ہیئت بدل گئی، تاہم اللہ کا شکر ہے کہ وہ مشرقی پنجاب کی سی صورتِ حال سے محفوظ رہے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ اس ملک گیر خوں ریزی اور افراتفری کے باوجود ہندوستان کے بے شمار مقامات میں مدارس موجود ہیں۔ ان میں وہ مدارس بھی ہیں جو آزادی سے بہت پہلے سے قائم ہیں اور وہ بھی ہیں جو آزادی کے بعد جاری کیے گئے۔ ان کی تفصیل ہندوستان کے ایک ممتاز عالم مولانا عزیز الرحمٰن سلفی (استاذ جامعہ سلفیہ بنارس) نے اپنی کتاب ''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' میں بیان کی ہے۔ ڈھائی سو صفحات کی اس کتاب سے پتا چلتا ہے کہ (مشرقی پنجاب کو چھوڑ کر) ہندوستان کے تمام صوبوں کے مختلف بلاد وقصبات اور دیہات میں بہت سے مدرسے جاری ہیں، کہیں چھوٹے پیمانے پر اور کہیں بڑے پیمانے پر......! اس کا اندازہ ذیل کی سطور سے کیجیے۔

(۱)......علاقہ میوات کے مدارس

میوات ہندوستان کا مشہور علاقہ ہے، جس میں اہل حدیث بہت بڑی تعداد میں آباد تھے اور آباد ہیں۔ اس علاقے کے مختلف مقامات میں اہل حدیث کے آٹھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مدرسے قائم ہیں اور وہ مقامات ہیں: ① شکراوہ ② جلال پور ③ ساکرس ④ جھانده ⑤ گوہانہ ⑥ نمکا ⑦ گلالتہ اور ⑧ آندھواڑی۔

ممکن ہے، میوات کے ان مقامات کے علاوہ بھی کہیں چھوٹے بڑے مدارس قائم ہوں۔ اگر نہ بھی ہوں تو ہندوستان کے مسلمان جن حالات سے گزر رہے ہیں، ان حالات کے پیش نظر یہ مدارس بھی بہت ہیں۔ اس علاقے کے بعض مقامات سے اہل حدیث کے ماہانہ رسائل بھی جاری ہیں اور علمائے اہل حدیث تصنیف وتالیف کی خدمت بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ علاقے میں وعظ وتبلیغ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ہر گاؤں کی مسجد میں مقامی طور سے بچوں کی تعلیم کا بھی انتظام ہے جو بڑا موثر ہے۔

(۲)......ضلع بستی

صوبہ یوپی جسے اب اتر پردیش کہا جاتا ہے، بہت سے اضلاع پر مشتمل ہے، جس میں ایک ضلع بستی ہے۔ اس کا نیا نام سدھارتھ نگر ہے۔ اس ضلعے میں اہل حدیث کے اکیس بڑے مدارس ہیں۔ جو ضلع کے مختلف مقامات میں جاری ہیں۔ ان میں قدیم مدارس بھی ہیں اور جدید بھی یعنی وہ مدارس جو آزادیٔ ملک کے بعد جاری کیے گئے۔ یہ مدارس ہیں: ① مدرسہ دارالہدیٰ یوسف پور ② مدرسہ مظہر العلوم اوسان کوٹیاں ③ مدرسہ مفتاح العلوم ٹکریا ④ مدرسہ قاسم العلوم ریواں ⑤ مدرسہ دارالعلوم ششہنیاں ⑥ جامعہ انوار العلوم پرساما ⑦ مدرسہ دارالتوحید مینا عید گاہ ⑧ مدرسہ اتحاد ملت، مدرسہ حفظ القرآن ⑨ مدرسہ دینیہ سلفیہ ڈھریا گنج ⑩ مدرسہ شمس العلوم سمرا ⑪ مدرسہ مفتاح العلوم بھٹ پورہ ⑫ مدرسہ عربیہ دارالسلام موتی پور ⑬ جامعہ اسلامیہ کونڈرا گرانٹ ⑭ درس گاہ اسلامیہ اکریا ⑮ مدرسہ دارالعلوم محمدیہ امروڈ بھا ⑯ مدرسہ مدینۃ العلوم لوہرن بازار ⑰ مدرسہ بحر العلوم انتری بازار ⑱ مدرسہ سراج العلوم ⑲ مدرسہ اسلامیہ جمی ⑳ مدرسہ اسلامیہ بانسی ㉑ مدرسہ انوار العلوم ...... مختلف مقامات کے ان اکیس بڑے مدارس کے علاوہ اس ضلع میں ڈیڑھ سو سے زائد وہ مکاتب ہیں جن میں طلبا کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک اردو، عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ تمام مدارس و مکاتب ضلع بستی (سدھارتھ نگر) کی جماعت کے جاری کردہ ہیں اور وہی ان کی منتظم ہے۔

(۳)......ضلع گونڈہ

اس ضلع میں ۱۹۸۴ء تک صرف جماعت اہل حدیث کے سات مدرسے تھے۔ ان میں سے کچھ مدرسے تقسیم ملک سے پہلے کے تھے اور کچھ وہ تھے جو بعد میں جاری کیے گئے۔ ان آٹھ مدرسوں کے نام یہ ہیں: ① جامعہ سراج العلوم بونڈھیار ② مدرسہ محمدیہ نصرۃ العلوم تنکر نگر ③ مدرسہ ریاض العلوم بھیکم پور ④ مدرسہ محمدیہ دارالقرآن والحدیث تلسی پور ⑤ مدرسہ قاسم العلوم گلرہا ⑥ مدرسہ دارالہدیٰ گڑریا ⑦ مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم اللہ نگر...... ضلع کے ان بڑے اور مشہور مدرسوں کے علاوہ ۱۹۸۵ء تک پچاس سے زیادہ وہ مکاتب تھے، جن میں آٹھ جماعتوں تک طلبا فارسی، عربی، اردو وغیرہ زبانوں کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ دو تین کے علاوہ یہ تمام مدارس ۱۹۴۷ء یعنی آزادیٔ ملک کے بعد جاری کیے گئے۔

(۴)......ضلع بریلی

اس ضلعے میں بھی اہل حدیث کے مدارس و مکاتب قائم ہیں جن کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک مرتبہ وہاں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی تشریف لے گئے تھے، جس سے اس علاقے کے اہل حدیث کو بڑی تقویت حاصل ہوئی تھی۔ ضلع بریلی کے ایک مقام مکھن پور میں اہل حدیث کا ایک مدرسہ سلفی دارالعلوم کے نام سے قائم ہے، جس میں خاصی تعداد میں طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور بھی بعض مقامات پر مدرسے جاری ہیں۔ ضلع کے مختلف قصبات و دیہات میں بیس سے زیادہ مکاتب قائم ہیں، جن کا قیام آزادی کے بعد عمل میں آیا۔ ان مکاتب میں عربی، فارسی، اردو وغیرہ زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ۱۹۸۵ء تک بعض مدارس میں پانچویں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جماعت تک اور بعض میں آٹھویں جماعت تک تعلیم کا انتظام تھا۔ اب تو معاملہ اللہ کی مہربانی سے بہت بڑھ گیا ہوگا۔ ان مکاتب میں سیکڑوں کی تعداد میں طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

(۵)......ضلع گورکھ پور

تقریباً ایک سوتیس برس پہلے ایک بزرگ میاں سید امیر علی صاحب تحصیل ڈومریا گنج ضلع بستی سے نقل مکانی کر کے ضلع گورکھ پور کے موضع بھینی خورد آئے اور انھوں نے اپنے گھر ہی کے برآمدے میں لڑکوں کو پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ بند ہوگیا۔ ۱۹۳۰ء میں وہاں کی جماعت اہل حدیث نے ایک عالم دین مولانا عبدالحق رسکاوی کی خدمات بہ طور مدرس حاصل کیں۔ اس کے بعد ایک اور عالم دین مولانا محمد حنیف نے اس کو باقاعدہ عربی مدرسے کی شکل دی اور اس کا نام ''مدرسہ تعلیم القرآن والسنہ'' رکھا۔ مولانا عزیز الرحمٰن سلفی کی تحریر کے مطابق ۱۹۸۵ء میں اس مدرسے میں پچیس بیرونی طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مقامی طلبا بھی یہاں حصولِ علم میں مشغول تھے، جن کی تعداد ڈیڑھ سو تھی۔ چار اساتذہ ان کو تعلیم دیتے تھے۔ وہاں کی جماعت مزید دو مدرسوں کی خدمات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ امید ہے اب تک اس میں طلبا اور اساتذہ کی تعداد کافی بڑھ گئی ہوگی۔

مدرسہ تعلیم القرآن والسنہ کے علاوہ ۱۹۸۵ء میں ضلع گورکھ پور میں چار مدارس اور تھے۔ ایک مدرسہ ریاض العلوم ترکلوا، دوسرا مدرسہ ضیاء العلوم خیرا جو ۱۹۷۷ء میں قائم ہوا، تیسرا مدرسہ محمدیہ بسن پورہ، چوتھا مکتب احیاء العلوم بندھا۔ اس کا سال قیام ۱۹۶۷ء ہے۔ ان مدارس میں عربی، فارسی، اردو وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور یہ تعلیم موجودہ دور میں ہندوستان کے مسلمان بچوں کے لیے نہایت ضروری ہے۔

(۶)......ضلع دیوریا

دیوریا میں ۱۹۰۰ء میں مولانا محمد انصاری مچھلی شہری نے مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس میں بیرونی طلبا کو درسِ نظامیہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ۱۹۳۶ء میں ان کا انتقال ہوا تو مولانا عبدالصمد مبارک پوری، مولانا محی الدین بستوی اور دیگر اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ مدرسہ محمدیہ کے علاوہ ضلع دیوریا کے ایک مقام کھرجوا میں مدرسہ اسلامیہ قائم ہے۔ ایک اور مقام کا نام ''ونرہی'' ہے، وہاں مدرسہ عربیہ احمدیہ قائم ہے جس میں مولانا عبدالصمد مبارک پوری اور مولانا محمد شفیع مئوی ایسے علمائے کرام مصروف درس وتدریس رہے۔ اس ضلعے کے ایک گاؤں کا نام ''بڈڈیہہ'' ہے۔ یہاں مدرسہ اسلامیہ قائم ہے۔ دیوریا اور ضلع دیوریا کے چار مدارس کا پتا چلا ہے جو ۱۹۸۵ء تک قائم تھے۔ ممکن ہے اور مدارس بھی ہوں۔

(۷)......ضلع اعظم گڑھ

شہر اعظم گڑھ اور ضلع اعظم گڑھ کے قصبات ودیہات علم وعمل کے اعتبار سے نہایت پر ثروت ہیں۔ اہل حدیث اس ضلعے میں کثیر تعداد میں آباد ہیں اور انھوں نے جو کارہائے خیر سرانجام دیے، انھیں شمار میں لانا مشکل ہے۔ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی انھوں نے بہت کام کیا اور درس وتدریس کے سلسلے میں بھی ان کی تگ وتاز کا کوئی حساب نہیں۔ اب ذیل میں درس وتدریس کے بارے میں ان کی خدمات کا ایک مختصر سا جائزہ۔

① ...... الجامعۃ الاسلامیہ فیض عام مئوناتھ بھنجن: اس کی بنیاد آج سے ایک سو آٹھ برس پہلے جن بزرگوں نے رکھی، وہ تھے میاں ولی اللہ، حاجی ولی محمد، تاج الدین اور ان کے چند ساتھی، اور اس کا افتتاح کیا استاذ الاساتذہ حضرت علامہ حافظ عبداللہ غازی پوری نے۔ اس کے پہلے مدرس تھے شیخ الحدیث مولانا محمد احمد صاحب۔ اور اس جامعہ کے فیض یافتگان میں مولانا محمد احمد ناظم جامعہ فیض عام، مولانا محمد عبداللہ شائق، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا مختار احمد سلفی، مولانا شکر اللہ بستوی، مولانا ابوالقاسم بنارسی، ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری، ڈاکٹر حافظ عبدالعلی، مولانا صفی الرحمٰن اور دیگر بے شمار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرات شامل ہیں۔

۱۹۸۵ء میں یہاں چھ سو کے قریب طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے اور بائیس مدرس انھیں پڑھاتے تھے۔ مختلف علوم کی سات ہزار کتابیں جامعہ کی لائبریری میں تھیں اور طلبا کی انجمن کی علیحدہ لائبریری ہے، اس میں ایک ہزار کتابیں تھیں۔ ۱۹۸۵ء تک یہاں کے فارغ التحصیل حضرات کی تعداد ۴۴۷ تک پہنچ گئی تھی۔ اس جامعہ کو ہمیشہ بلند پایہ مدرسین کی خدمات حاصل رہیں۔ مثلاً مرحومین میں سے مولانا عبدالمعید بنارسی، مولانا عبداللہ شائق، مولانا شمس الحق سلفی، مولانا عبدالرحمٰن نحوی اور ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری۔ موجودین بھی ممتاز مدرسین ہی ہوں گے۔

② ...... اسی جامعہ فیض عام کی ایک شاخ گرلز ہائی سکول ہے جو ۱۹۷۶ء میں قائم کیا گیا۔

③ ...... مسلم انٹر کالج مئوناتھ بھنجن: اس کالج کی تاسیس ۱۹۳۳ء میں ہوئی۔ اس کے مؤسس حافظ فضل الرحمٰن تھے اور منیجر تھے مولانا محمد احمد۔ ۱۹۸۵ء میں اس کے طلبا کی تعداد آٹھ سو تھی اور استاد چھبیس تھے۔

④ ...... مدرسہ عالیہ عربیہ مئوناتھ بھنجن: اس مدرسے کا قیام ۱۸۶۸ء میں ہوا۔ اس کے قائم کرنے والے تھے مولانا فیض اللہ جو سید احمد شہید بریلوی کے خلیفہ مولانا سخاوت علی جون پوری کے شاگرد تھے۔ اس مدرسے سے جن حضرات نے اخذ فیض کیا، ان میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، مولانا ابوالمکارم محمد علی، مولانا ابوالمعالی محمد علی مئوی، مولانا محمد احمد مئوی، مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری، ڈاکٹر مرتضیٰ حسن ازہری، ڈاکٹر عبدالعلی ازہری اور دیگر لاتعداد حضرات شامل ہیں۔ ۱۹۶۸ء میں اس مدرسے کے قیام پر سو سال گزر چکے تھے۔ چناں چہ اس کا سو سالہ جشن منایا گیا، جس میں ہندوستانی علما کے علاوہ سعودی عرب کے علمانے بھی شرکت کی۔ اس مدرسے میں طلبا کی تعداد چھ سو کے قریب ہے اور استاذ ہیں [illegible]۔ اب تک تقریباً گیارہ سو حضرات اس سے فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتب خانے میں مختلف علوم کی چار ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں اور طلبا کی انجمن کی لائبریری دو ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔ مدرسہ عالیہ مئوناتھ بھنجن میں اب تک جن حضرات نے خدمت تدریس انجام دی ان کی وسیع فہرست میں مولانا عبدالسلام مبارک پوری، مولانا عبدالصمد مبارک پوری، مولانا فضل الرحمٰن اعظمی عمری، مولانا عبدالعزیز اعظمی عمری اور دیگر بے شمار حضرات کے اسمائے گرامی مرقوم ہیں۔

⑤...... مدرسۃ البنات مئوناتھ بھنجن: اسے عالیہ گرلز سکول بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد ۱۹۱۸ء میں رکھی گئی۔ ۱۹۴۷ء میں اس کی توسیع کا منصوبہ بنایا گیا اور زمین خریدی گئی۔ اس میں چار سو سے زیادہ لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں اور بیس معلمات انھیں پڑھاتی ہیں۔ اس کے مؤسسین میں مولانا ابوالکلام، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابوالمعالی مئوی اور مولانا محمد نعمان کے نام شامل ہیں۔ اسے غالباً ڈگری کالج کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

⑥...... ہاجرہ گرلز سکول نور پورہ، مئوناتھ بھنجن: اس کی تاسیس ۱۹۷۶ء میں جماعت اہل حدیث کے ایک بزرگ حاجی عبدالعظیم نے کی۔

⑦...... جامعہ اثریہ مئوناتھ بھنجن: اس کی تاسیس آزادئ ملک سے سات سال بعد ۱۹۵۴ء میں مولانا عبداللہ شائق مرحوم ومغفور کے ہاتھوں ہوئی۔ اس کے فارغین کی تعداد ڈھائی سو کے قریب ہے۔ طالبانِ علم کی تعداد ساڑھے تین سو اور معلّمین کی بیس ہے۔ اس کا الحاق الٰہ آباد بورڈ سے کر دیا گیا ہے، جہاں طلبا کو عربی اور فارسی کے امتحانات دلائے جاتے ہیں۔

⑧...... مدرسہ رحیمیہ چھیتن پورہ مئوناتھ بھنجن: اس کا قیام ۱۹۷۱ء میں عمل میں آیا۔ مؤسس ہیں حاجی محمد خلیل حسام الدین

⑨...... مدرسہ دارالتعلیم کھیدو پورہ مئوناتھ بھنجن: یہ مدرسہ ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۳ء) میں آزادئ وطن سے چھ سال بعد قائم ہوا۔ اس میں اچھی خاصی تعداد میں طلبا تعلیم حاصل کرتے اور کئی اساتذہ انھیں پڑھاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑩ ...... مدرسہ محمدیہ کھیدو پورہ: یہ مدرسہ بھی ضلع اعظم گڑھ کے مئوناتھ بھنجن کے علاقے میں ہے۔ دوسو سے زیادہ طالب علموں کو چار استاذ تعلیم دینے پر مقرر ہیں۔

⑪ ...... مدرسہ عربیہ دارالتعلیم صوفی پورہ مبارک پور: یہ مدرسہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری اور حضرت مولانا عبدالسلام مبارک پوری نے ۱۹۱۲ء میں جاری کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ قصبہ مبارک پور اور اس کے قرب وجوار میں کسی فقہی مکتب فکر کا کوئی دینی تدریسی ادارہ نہ تھا، اس لیے اس ادارے میں ہر مکتب فکر کے طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ مدرسہ اب بھی قائم ہے اور اس میں ہر مسلک کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس کا نصاب تعلیم جامعہ سلفیہ بنارس کے نصاب کے مطابق ہے۔

⑫ ...... مدرسہ انوار العلوم املو: موضع املو ضلع اعظم گڑھ کا یہ مدرسہ ۱۹۴۰ء میں مولانا نذیر احمد املوی رحمانی اور ان کے رفقائے عالی ہمت نے قائم کیا تھا۔ اس میں ڈھائی سو کے قریب طلبا علم حاصل کرتے ہیں جنھیں بارہ مدرسین تعلیم دینے پر مامور ہیں۔

⑬ ...... مدرسہ نسواں املو: یہ لڑکیوں کا مدرسہ ہے جس کی ابتدا ۱۹۶۲ء میں ایک بزرگ شیخ عبدالعلیم صاحب عراقی نے کی۔ یہ مکتب مولانا نذیر احمد املوی رحمانی کے قائم کردہ مدرسہ انوار العلوم (املو) کی شاخ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے۔

⑭ ...... مکتب حاجی نور محمد، املو: یہ مدرسہ ۱۸۵۰ء میں ایک بزرگ حاجی نور محمد نے جاری کیا تھا جو انہی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس مدرسے کو بھی اب مدرسہ انوار العلوم املو کی شاخ کی حیثیت حاصل ہے۔

⑮ ...... مدرسہ مولوی فیض اللہ مئوی: کسی زمانے میں اس مدرسے کے مدرس مولوی فیض اللہ مئوی اور مولوی شکر اللہ تھے۔ اس مدرسے میں متعدد مشہور اصحاب علم نے فیض پایا۔ مولوی فیض اللہ اپنے گھر ہی میں طلبا کو پڑھاتے تھے۔ کسی سے کوئی پیسا نہیں لیتے تھے، سب کام حسبۃً للہ ہوتا تھا۔ حافظ عبدالرحیم مبارک پوری، مولوی خدابخش اعظم گڑھی، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولانا شبلی نعمانی، مولانا ابوالحسنات عبدالغفور دانا پوری ایسے متعدد علمائے کرام مولوی فیض اللہ سے تحصیل علم کرتے رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑯...... مدرسہ مولوی سلامت اللہ جیراج پوری: مولانا سلامت اللہ جیراج پوری کے اس مدرسے میں ان سے شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ (سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا حبیب اللہ چاندیاری، مولانا اسد اللہ وغیرہ متعدد علما نے استفادہ کیا۔ مولانا سلامت اللہ جیراج پوری کو حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی سے تحصیل علم کی سعادت حاصل ہوئی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھوں نے بنارس، جون پور، غازی پور، گونڈہ اور ضلع اعظم گڑھ کے مختلف مدارس میں خدمت تدریس سرانجام دی۔ نواب صدیق حسن خاں کے عہد میں وہ ریاست بھوپال کے مدارس کے افسر اعلیٰ رہے۔

⑰ مدرسہ شمس العلماء محمد آباد: اس کے مؤسس اور بانی شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ (سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء) تھے اور وہی اس میں فریضہ درس سرانجام دیتے تھے۔ یہ مدرسہ محمد آباد (ضلع اعظم گڑھ) میں قائم تھا۔ اپنے دور کا مشہور مدرسہ تھا۔

ضلع اعظم گڑھ کے مختلف مقامات میں اہل حدیث کے یہ سترہ مدرسے جاری ہوئے، جن میں سے دو تین کے سوا سب قائم ہیں اور خدمت دین انجام دے رہے ہیں۔ یہ ۱۹۸۵ء تک کی معلومات ہیں۔ یقیناً اس کے بعد بھی مدرسے قائم ہوئے ہوں گے۔

(۸)...... ضلع پرتاب گڑھ:

اس ضلع کے موضع پریوا نرائن پور میں ۱۸۹۵ء کے پس وپیش مدرسہ مدینۃ العلوم محمدیہ قائم ہوا تھا۔ اہل حدیث کا یہ اس زمانے میں مشہور مرکز تھا، جہاں مختلف اوقات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابوالقاسم بنارسی اور دیگر اکابر علمائے اہل حدیث تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مدرسہ مدینۃ العلوم محمدیہ میں سب سے پہلے مدرس مولانا نور محمد الٰہ آبادی کو مقرر کیا گیا تھا جو شیخ حسین عرب یمنی کے شاگرد تھے۔ اس کے بعد ایک مدت تک مولانا محمد اسماعیل مرحوم اور حافظ خلیل اللہ مرحوم یہاں پڑھاتے رہے۔ ایک اور بزرگ مولوی ابونسیم صاحب کا بھی یہاں سلسلۂ درس جاری رہا۔ یہ مدرسہ اب بھی جاری ہے۔ پانچ مدرس ہیں جو دو سو سے زائد طلبا کو تعلیم دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پریوانرائن پور ہی میں ۱۹۵۹ء میں مدرسہ احمدیہ جاری ہوا۔ اس مدرسے کے چار مدرس ہیں اور طلبا کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔

یہیں ایک اور مدرسہ ۱۹۷۹ء میں مدرسہ احسانیہ کے نام سے جاری ہوا۔ ۱۹۸۵ء میں اس مدرسے میں دو استاد بچوں کو پڑھاتے تھے۔ اسی طرح ایک مدرسہ ضلع پرتاب گڑھ کے موضع دیون مئو میں قائم کیا گیا۔ ایک مدرسہ موضع قالا میں شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی نے مدرسہ احمدیہ کے نام سے جاری فرمایا تھا۔ موضع دیوجانی پور میں بھی ایک مدرسہ قائم ہے، جس کا نام مدرسہ مدینۃ العلوم ہے۔ ضلع پرتاب گڑھ میں چھ مدرسے قائم ہیں جن میں درس وتدریس کا باقاعدہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ ۱۹۸۵ء کی بات ہے، ممکن ہے اس کے بعد اس تعداد میں اضافہ ہو گیا ہو۔

(۹)...... جامعہ سلفیہ بنارس

۱۹۴۷ء کے فسادات میں مسلمانوں کے بالعموم اور اہل حدیث کے بالخصوص علمی نقصانات کے نتیجے میں جب حالات بہت بدل گئے اور ہندوستان میں ان کی علمی وتبلیغی سرگرمیوں کا زور کم ہوتا نظر آنے لگا تو وہاں کی جماعت اہل حدیث نے تدریسی نظام کو تقویت دے کر اس خلا کو پر کرنے کی کوشش کی اور ملک کے طول وعرض میں بے شمار اہل حدیث مدارس قائم ہو گئے مگر ان مدارس کے باوجود ایک ایسی مرکزی درس گاہ کی ضرورت تھی جو تمام مدارس اہل حدیث کو ایک لڑی میں پرونے کا ذریعہ بنے تاکہ منظم طور پر بچوں کی تعلیم وتربیت ہو سکے اور ملت اسلامیہ کی علمی وتبلیغی ضرورتوں کی تکمیل ہو۔ چناں چہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اس کے لیے تگ ودو کرنے لگی۔ آخر یہ تگ ودو بار آور ہوئی اور بنارس کے تاریخی شہر میں رجب ۱۳۸۳ھ (۱۹۶۳ء) میں جامعہ سلفیہ کے نام سے (مرکزی دارالعلوم) کا قیام عمل میں آیا۔

اس مرکزی ادارے کے لیے جو ٹھوس اور مثبت مقاصد متعین کیے گئے وہ درج ذیل ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⦿ ...... طریقۂ سلف کے مطابق شریعت اسلامی کے بنیادی ماخذ یعنی کتاب وسنت کی تعلیم۔

⦿ ...... عربی زبان وادب اور اسلامی علوم وفنون کی عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تعلیم۔

⦿ ...... ہندوستانی ماحول میں عربی زبان وادب کی نشر واشاعت۔

⦿ ...... داعیان حق کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا جو دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے سکے اور لوگوں میں خالص اسلامی تعلیمات کا رواج دے کر انھیں جادۂ حق پر قائم رکھے۔

⦿ ...... حالات کے مطابق مختلف زبانوں میں مفید دعوتی وعلمی اور فکری وادبی لٹریچر فراہم کرنے کے لیے تصنیف وتالیف کا ایک شعبہ قائم کرنا اور ایسے انشا پردازوں کا تیار کرنا جو اپنی تحریری صلاحیتوں کو دیگر قوموں میں اسلام کی نشر واشاعت کے لیے استعمال کریں اور معاندین اسلام کے بے جا اعتراضات کا دنداں شکن جواب دے سکیں۔

⦿ ...... عربی، اردو، انگریزی زبانوں میں ماہانہ جرائد کا اجرا جو اسلامی افکار ونظریات اور اسلامی تہذیب وثقافت کو جدید اسلوب میں سلیقے سے پیش کر سکیں۔

⦿ ...... مسلمانوں کے مابین رواج پذیر تمام بدعات وخرافات اور غلط رسوم ورواج، غلط عقائد ونظریات کی بیخ کنی جو غیر مسلموں کے ساتھ اختلاط اور مغربی یلغار کے نتیجے میں پیدا ہو گئے ہیں۔

⦿ ...... مسلمانانِ عالم کے مابین کتاب وسنت کی بنیاد پر مضبوط ومحکم اتحاد پیدا کرنا۔

یہ تھے ہندوستان میں جامعہ سلفیہ کے قیام کے اہم مقاصد۔ چناں چہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے جامعہ کے اربابِ علم ودانش نے ایسا نصاب تعلیم تشکیل دیا جو بہت حد تک عصری تقاضوں کو پورا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ ہندوستانی مدارس میں رائج نصاب تعلیم میں فقہ وعروض، منطق وفلسفہ ہی کو دراصل تقدیم واوّلیت حاصل تھی اس لیے مرکزی جامعہ کے نصاب تعلیم میں خاص طور سے تفسیر وحدیث کی ٹھوس تعلیم کا خیال رکھا گیا اور ساتھ ہی عربی زبان وادب اور تاریخ پر زور دیا گیا اور چوں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انگریزی زبان کو عالم گیر حیثیت حاصل ہے اس لیے اس زبان کی تعلیم کا تسلسل کے ساتھ بندوبست کیا گیا۔

ہندوستان کی جامعہ سلفیہ کا تعلیمی کورس دیگر مدارس عربیہ کے کورس سے یک گونہ مختلف ہے۔ یہاں پرائمری کے پانچ سال، عربی تعلیم کے لیے دس سال ہیں جن میں چار سال مولوی، چار سال عالم، دو سال فاضل کے لیے مخصوص ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں طلبا کی تعداد اس طرح تھی۔ پرائمری وحفظ (۶۰) مولوی عالم وفاضل (۴۰۴) مدرسۃ البنات میں (۳۷۵) پرائمری وحفظ قرآن میں اساتذہ کی تعداد (۱۹) مولوی عالمیت وفضیلت کے لیے (۲۶) مدرسۃ البنات میں (۱۵) استانیاں۔ تدریسی شعبے کے علاوہ دیگر ملازمین کی تعداد ۲۳۔

ہر ادارے میں علمی معیار کی ترقی میں کتب خانہ خاص کردار ادا کرتا ہے، اس لیے جامعہ سلفیہ نے اپنے مخلصین کے تعاون سے ایک کتب خانہ فراہم کرلیا ہے، جس میں بعض علماے اہل حدیث کے ذاتی کتب خانے بھی منتقل ہو کر آئے ہیں۔ اس کتب خانے میں مختلف علوم وفنون کی مختلف زبانوں میں تقریباً بائیس ہزار کتابیں موجود ہیں۔ اس سے طلبا واساتذہ ہر طرح کا علمی استفادہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں کے طلبا کی یونین کا ایک الگ کتب خانہ ہے جس میں دو ہزار سے زائد کتابیں ہیں اور ساتھ ہی دارالاخبار بھی ہے جس میں اطراف عالم سے ساٹھ سے زائد جرائد ورسائل آتے ہیں۔

مسلمانوں کے مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرنے کے لیے جامعہ میں دارالافتا قائم ہے جو مسلمانوں کے مسائل زندگی کا خالص اسلامی حل پیش کرنے کی خدمت انجام دیتا ہے۔ لوگ اپنے اپنے سوالات تحریری صورت میں بھیجتے ہیں اور پھر دارالافتا ان کا صحیح جواب دلائل وبراہین کے ساتھ دیتا ہے۔

جامعہ سلفیہ چوں کہ ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہے جس کا تعلق عامۃ المسلمین سے ہے بلکہ اس کے اغراض ومقاصد میں عام لوگوں کی فکری واعتقادی اور علمی واخلاقی اصلاح اور غیر مسلموں کو اسلامی دعوت سے روشناس کرانا بھی ہے، اس لیے جامعہ اپنی اس ذمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داری کو اس طرح ادا کرتا ہے کہ اساتذہ وطلبا تعطیلات کے زمانے میں مختلف علاقوں میں اجتماعات منعقد کر کے لوگوں کے سامنے عصری اسلوب میں اسلام کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں اور غلط رسوم ورواج، شرک وبدعت کی بیخ کنی پر زور دیتے ہیں۔

جامعہ نے اپنی دعوت کو پوری دنیا میں عام کرنے کے لیے شعبہ نشر واشاعت بھی قائم کیا ہے جس میں تصنیف وتالیف اور ترجمے کا کام ہوتا ہے۔

جامعہ نے اپنے اس شعبے کے لیے مستقل پریس قائم کرلیا ہے۔ طباعت کا سارا کام یہیں ہوتا ہے۔ اس شعبے کے تحت دو ماہنامے شائع ہوتے ہیں۔ مجلۃ الجامعۃ السلفیہ عربی میں اور محدث اردو میں۔

اس شعبے کی طرف سے اب تک بہت سی علمی کتابیں شائع ہوچکی ہیں جن میں سب سے زیادہ اہمیت مشکوٰۃ شریف کی عدیم النظیر مبسوط وجامع شرح مرعاۃ المفاتیح کو ہے جس نے علمی حلقوں میں بے حد مقبولیت حاصل کی۔ یہ اہم اور ٹھوس علمی کارنامہ اور علم حدیث کی بیش بہا خدمت جامعہ کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی نے انجام دی۔ اس کے علاوہ علم حدیث اور عربی ادب وتاریخ وغیرہ پر متعدد کتب شائع ہوچکی ہیں۔ تحقیق وتصنیف کا کام کرنے والے مستقل علما کی تعداد ۱۹۸۵ء میں چار تھی۔ ان چار کے علاوہ اساتذہ کرام بھی اس اہم کام میں حصہ لیتے ہیں۔ [1]

جامعہ سلفیہ بنارس کی عربی، اردو، انگریزی، ہندی زبانوں کی مطبوعات وتصانیف کی تعداد چار سو سے زائد ہے اور اس کے فارغ التحصیل خود کو اپنی مادرِ علمی کی طرف منسوب کر کے سلفی کہلاتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ فقیر اپنی جامعہ سلفیہ (فیصل آباد) کے بارے میں جو ۱۹۵۵ء میں قائم ہوئی، کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ دونوں ہم نام تدریسی اداروں کا موازنہ خود اس کے اربابِ انتظام ہی کرلیں۔

اسی شہر بنارس میں جامعہ رحمانیہ کے نام سے ایک تدریسی ادارہ قائم ہے، جو

(۱) جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ص: ۶۸ تا ۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸۹۵ء میں حافظ عبدالرحیم، حافظ محمد ایوب، حافظ عبدالرحمٰن، مولوی عبداللطیف والد ماجد مولانا عبدالمجید صاحب حریری، حاجی محمد اسماعیل، مولوی عبدالحکیم، اور مولانا محمد صاحب نے باہمی مشورے سے شہر کے علاقہ مدن پورہ میں جاری کیا تھا۔ مولانا محمد سعید بنارسی کے شاگرد مولانا محمد منیر صاحب مرزا پوری کو اس کے مدرس مقرر کیا گیا۔ اس وقت جامعہ رحمانیہ کا نام مصباح الہدیٰ رکھا گیا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس کا نام مدرسہ اسلامیہ عربیہ رکھا گیا۔ ۱۹۳۳ء میں جب حافظ عبدالرحمٰن صاحب حج سے واپس تشریف لائے تو انھوں نے مدرسے کی عمارت بہت شان دار اور دل کش بنوائی اور مدرسہ کا نام جامعہ رحمانیہ رکھا۔

جامعہ رحمانیہ کے بعض قدیم مدرسین کے نام یہ ہیں: مولانا عبدالغفار صاحب حسن عمر پوری، مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈانگری، مولانا عبیداللہ عنبر دربھنگوی، مولانا عبدالمعید صاحب بنارسی، مولانا نذیر احمد املوی، مولانا فضل الرحمٰن اعظمی، مولانا عبدالوحید رحمانی، مولانا ابراہیم بستوی، مولانا عابد حسین رحمانی، مولانا عبدالحمید رحمانی وغیرہ۔ یہاں کے فارغ ہونے والے علما کا ہندوستان کی علمی و جماعتی تاریخ میں ایک اہم مقام ہے۔

جامعہ سلفیہ کے قیام کے بعد جامعہ رحمانیہ میں صرف رابعہ عربی اور پرائمری اور حفظ قرآن کی پڑھائی ہوتی ہے۔ پھر طلبا جامعہ سلفیہ میں داخل ہوجاتے ہیں۔ جامعہ رحمانیہ الہ آباد بورڈ کے فارسی امتحانات اور عربی امتحانات کا بندوبست بھی اپنی نگرانی میں کرتا ہے۔

بنارس کا ایک اور مدرسہ بھی ہے، جس کا نام ہے: مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ۔ تقریباً ایک سوتیس سال پیشتر بنارس میں حضرت مولانا محمد سعید صاحب محدث تشریف لائے اور انھوں نے بنارس کو اپنا مستقل وطن بنالیا۔ ان کا اصل وطن پنجاب تھا اور ان کے آبا واجداد جو ہندو تھے پنجاب کے ضلع گجرات کے موضع کنجاہ کے رہنے والے تھے۔ مولانا محمد سعید کا نام جو والدین نے رکھا مول سنگھ تھا۔ یہ گوجراں والا میں پوسٹ ماسٹر تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہیں اسلام قبول کیا اور پھر مختلف مدارس میں دینی تعلیم حاصل کی اور دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین سے کتب حدیث پڑھیں۔ بعد ازاں بنارس چلے گئے اور وہاں توحید وسنت کی ضیا باریاں شروع کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تقریر وتحریر کی بڑی صلاحیت بخشی تھی اور درس وتدریس میں انھیں دست رس حاصل تھی۔ ان صلاحیتوں کو انھوں نے مسلک اہل حدیث کے فروغ کے لیے خوب استعمال کیا۔ سعید المطابع کے نام سے ذاتی پریس لگایا جس میں بہت سی تصانیف شائع ہوئیں۔ اپنے گھر پر مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ انھوں نے مسلک اہل حدیث کی اشاعت کے لیے تین طریقے اختیار کیے۔ ایک وعظ وتقریر کا، دوسرا تصنیف وتالیف اور کتابوں کی اشاعت کا، تیسرا درس وتدریس کا۔ ان تینوں طریقوں میں اللہ نے انھیں کامیابی عطا فرمائی۔ ۲۷۔ نومبر ۱۹۰۴ء (۱۸ رمضان ۱۳۲۲ھ) کو ان کا انتقال ہوا۔

مولانا محمد سعید کے انتقال کے بعد مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ کا انتظام ان کے بڑے صاحب زادے مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی نے سنبھالا اور بڑی شان سے درس وتدریس کا سلسلہ آگے بڑھایا۔ دیگر مدرسین کی بھی خدمات حاصل کیں۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا قمر بنارسی بھی ان کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے تھے۔ لیکن ۲۵۔ نومبر ۱۹۴۹ء (۳ صفر ۱۳۶۹ھ) کو مولانا ابوالقاسم بنارسی اچانک وفات پا گئے۔

ان کے بعد مولانا عبدالرحمٰن رائے بریلوی مدرسے کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور کام بہ دستور سابق چلتا رہا۔ لیکن ایک سال کے بعد وہ بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔

اب مدرسے کا تمام تر بوجھ مولانا قمر بنارسی کے کندھوں پر آ پڑا تھا۔ وہ اگرچہ پہلے بھی سولہ سال سے مولانا ابوالقاسم بنارسی کے ساتھ خدمت تدریس انجام دے رہے تھے، لیکن اب مدرسے کی ہر قسم کی ذمہ داری انھی کے سر پر آ گئی تھی۔ کچھ عرصہ تو مدرسہ اسی پہلے معیار پر چلتا رہا، مگر آہستہ آہستہ معیار گرنے لگا۔ اب وہ مدرسہ ایک چھوٹے سے مکتب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ ایک یا دو مدرس بچوں اور بچیوں کو ابتدائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلیم دیتے ہیں۔

بنارس میں اہل حدیث کے چھوٹے بڑے پندرہ مدرسے ہیں اور ہر مدرسے میں کسی نہ کسی انداز میں سلسلہ تدریس جاری ہے۔ لیکن سب سے بڑا اور مشہور ترین تدریسی ادارہ جامعہ سلفیہ ہے، جس کے تفصیلی کوائف گزشتہ سطور میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد جامعہ رحمانیہ مدن پورہ ہے۔ اس کے متعلق بھی ضروری باتیں قارئین کے علم میں آ گئی ہیں۔ بنارس ہندوؤں کا گڑھ ہے، لیکن اللہ کے فضل سے اہل حدیث وہاں بہت خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

(۱۰)...... جامعہ دارالسلام عمر آباد شمالی آرکاٹ

جامعہ دارالسلام عمر آباد کا قیام دسمبر ۱۹۲۴ء کو عمل میں آیا۔ اس کے مؤسس حاجی کاکا محمد عمر صاحب مرحوم ہیں۔ گاؤں کا نام بھی انھی کے نام پر رکھا گیا، کیوں کہ انھوں نے ہی یہ بستی بسائی تھی۔ جامعہ کے قیام کے چوتھے سال ۱۹۲۷ء میں حاجی کاکا محمد عمر صاحب بانیٔ جامعہ کا انتقال ہوگیا اور جامعہ کے انتظامات کا بار کاکا محمد اسماعیل صاحب کے کندھوں پر آ پڑا۔ چناں چہ انھوں نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۵۹ء تک یہ ذمہ داری سنبھالی۔ کاکا صاحب کے دوش بدوش ان کے بھائی کاکا محمد ابراہیم بھی جامعہ کی خدمت میں مشغول رہے۔(۱)

بانیٔ جامعہ کاکا محمد عمر کے خلوص کا اثر ہے کہ جس کی وجہ سے اس جامعہ میں ہندوستان کے علاوہ بیرونِ ہند مالدیپ، سیلون، ملائشیا، نیپال اور افریقہ تک کے طلبا تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے وہاں پہنچے۔

۱۹۶۷ء میں دارالسلام کا الحاق ''جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ'' سے ہوگیا اور اس وقت اچھی خاصی تعداد میں طلبا وہاں زیر تعلیم ہیں۔

---

(۱) مدراس کی بولی میں ''کاکا'' کا لفظ سیٹھ اور امیر آدمی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی سیٹھ محمد عمر، سیٹھ محمد اسماعیل، سیٹھ محمد ابراہیم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جامعہ دارالسلام میں جن اہم شخصیتوں نے تدریس کے فرائض انجام دیے ہیں، ان میں مولانا صدیق حسن صاحب بہاری وہاں کے اوّلین مدرس ہیں۔ ان کے بعد مولانا محمد شفیع صاحب مئوی اور مولانا عبدالوہاب صاحب آروی مرحوم کے نام آتے ہیں۔ ان لوگوں کا تدریسی زمانہ سال دو سال کا ہے۔ مولانا عثمان خاں صاحب شاہ جہان پوری نے بھی دو تین سال تک پڑھایا۔ مولانا نعمان صاحب مئوی ۱۹۲۸ء میں جامعہ دارالسلام عمرآباد تشریف لائے۔ اس وقت سے ۱۹۵۰ء تک وہ نہایت کامیاب اور احسن طریقے پر درس دیتے رہے۔ اثنائے درس میں ان پر فالج کا حملہ ہوا اور پڑھانے سے معذور ہوگئے۔ تقریباً ایک سال بیمار رہنے کے بعد ۱۹۵۱ء میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان کے بھائی مولانا ابوالقاسم قدسی صاحب نے بھی غالباً دو سال یہاں درس دیا۔ مولانا عبیدالرحمٰن عاقل رحمانی نے کئی سال تک درس دیا۔ مولانا حافظ عبدالواجد صاحب عمری رحمانی ۱۹۳۴ء سے بہت عرصے تک درس دیتے رہے۔ اس اثنا میں کئی سال انھوں نے نظامت کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھالا۔

مولانا عبدالسبحان اعظمی نے جامعہ دارالسلام سے ۱۹۳۳ء میں سند فراغ حاصل کی۔ انھوں نے بہت عرصہ وہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا عطاء اللہ سلفی عمری ابن مولانا فقیر اللہ پنجابی اس مدرسے سے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد کئی سال تک درس دیتے رہے۔ حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی نے دو سال یہاں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ مولانا اسماعیل صاحب پیارم پیٹی نے بھی چند سال پڑھایا۔ مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب عمری، مولانا ظہیر الدین صاحب اثری، مولانا خلیل الرحمٰن عمری یہاں مدرس رہے۔ مولانا محمد خلیل صاحب رحمانی نے بھی ایک سال تک یہاں درس دیا۔ مولانا فضل اللہ صاحب، مولانا شاکر نائطی، مولانا سید ارمن صاحب، مولانا سید عبدالکبیر صاحب نے بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔

پھر کاکا محمد عمر صاحب اور کاکا محمد سعید صاحب جامعہ کے سرپرست ہوئے اور انھوں نے اپنی زندگی اسی کے لیے وقف کردی۔ یہ دونوں حضرات کاکا محمد اسماعیل کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب زادے اور کاکا محمد عمر ربانی جامعہ کے پوتے ہیں۔

۱۹۷۸ء میں جامعہ دارالسلام کی پچاس سالہ تعلیمی زندگی کی تکمیل پر گولڈن جوبلی منائی گئی جس میں ہندوستان اور بیرون ہند کے مشاہیر علما وشیوخ نے شرکت کی۔ اس کے بعد اس جامعہ میں ایک نئی روح پیدا ہوئی اور وہ تیزی سے ترقی کی طرف گامزن ہوگئی۔ اس وقت جامعہ دارالسلام میں تقریباً پانچ سو طلبا زیر تعلیم ہیں۔ جامعہ میں شعبہ حفظ، ثانویہ، عالمیت، فضیلت کے شعبے قائم ہیں، اور طلبہ مختلف علوم وفنون کی تعلیم پارہے ہیں۔ یہاں کے مدرسین کی تعداد بیس ہے۔ (۱)

ہندوستان کے اس علاقے (صوبہ تامل ناڈو) میں اہل حدیث کے متعدد مدارس قائم ہیں۔ لیکن یہاں ان سب کا ذکر کرنا ممکن نہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا عزیز الرحمٰن سلفی کی تصنیف ''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات''۔

(۱۱)...... دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

دربھنگہ ہندوستان کے صوبہ بہار کا مشہور شہر ہے، جہاں ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء) میں حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے نام سے ایک تدریسی ادارے کی بنیاد رکھی۔ طویل عرصے تک وہاں کے ایک بزرگ ڈاکٹر محمد فرید اس کے مہتمم رہے۔ سیکڑوں علما وطلبا نے اس درس گاہ سے فیض حاصل کیا اور علوم دینیہ سے بہرہ ور ہوئے۔ ڈاکٹر محمد فرید کی وفات کے بعد ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی نے (جو اسی دارالعلوم کے فارغین میں سے ہیں) اس کی زمامِ اہتمام ہاتھ میں لی۔ ان کے دورِ اہتمام میں اس دارالعلوم نے بہت ترقی کی۔ اب وہاں طلبا کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے، تیس مدرسین انھیں تعلیم دینے پر مامور ہیں۔ دارالعلوم کا اچھا خاصا کتب خانہ بھی ہے اور ایک پندرہ روزہ مجلہ ''الہدیٰ'' کے نام سے اس دارالعلوم کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔

---

(۱) جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات، ص: ۲۱۱ تا ۲۱۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۲)...... جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈا نگر

جامعہ سراج العلوم ہندوستان سے متصل نیپال کے شہر جھنڈا نگر کا ایک معروف دینی تدریسی ادارہ ہے، جس کی بنیاد وہاں کے ایک بزرگ حاجی نعمت اللہ خاں صاحب نے ۱۹۱۴ء میں خود اپنی زمین میں رکھی۔ اس سے ان کا مقصد خدمت اسلام اور اشاعت کتاب وسنت تھا۔ حاجی نعمت اللہ اس علاقے کی مال دار شخصیت تھے اور دین سے اس قدر لگاؤ تھا کہ اپنے دو بیٹوں کو اس کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا۔ ایک بیٹے کا نام عبدالرؤف خاں تھا، جنھوں نے دہلی کے مدرسہ رحمانیہ سے تحصیل علم کی اور آگے چل کر حلقہ علما میں بے حد شہرت پائی اور وہ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا نگری کے نام سے متعارف ہوئے۔ اپنے والد کے قائم کردہ اس دارالعلوم کے انتظام کی باگ ڈور بھی ان کے ہاتھ میں آئی۔ وہ بہت بڑے مدرس، بہت بڑے خطیب اور بہت بڑے مصنف ہوئے۔ ان کی تصانیف ایک درجن سے زیادہ ہیں اور شاگردوں کی تعداد کو شمار میں لانا مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ برصغیر کے رسائل وجرائد میں انھوں نے متعدد علمی موضوعات پر بے شمار مضامین ومقالات لکھے۔ اس مرد جلیل نے ۲۱ شعبان ۱۴۲۰ھ (۳۰ نومبر ۱۹۹۹ء) کو وفات پائی۔

www.kitabosunnat.com

ان کے مفصل حالات ان شاء اللہ اپنی تصنیف ''چمنستان حدیث'' میں لکھوں گا۔

حاجی نعمت اللہ مرحوم کے دوسرے بیٹے یعنی مولانا عبدالرؤف خاں رحمانی کے بھائی مولانا عبدالرحمٰن ندوی ہیں جنھوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی۔

ہندوستان کے ہر صوبے کے تقریباً ہر ضلعے میں اہل حدیث کے مدارس قائم ہیں، کہیں کم، کہیں زیادہ۔ ہمارے لیے ان کی تفصیل میں جانا ممکن نہیں۔ ان سطور میں چند اضلاع کے بڑے مدارس کا ذکر کیا گیا ہے، وہ بھی بہ حد اختصار کے ساتھ۔ تفصیل کے لیے مولانا عزیز الرحمٰن سلفی کی کتاب ''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ لیکن اب وہ بھی پرانی ہوگئی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد مدارس کی تعداد مزید بڑھ گئی ہوگی۔

۹۹—۰۰ ماڈل ٹاؤن - لاہور
23560

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

برصغیر میں اہلِ حدیث کی سرگزشت

قرآن وحدیث کے دائرے میں حریت فکر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور بحمد اللہ مسلک اہل حدیث ایسی ہی حریت فکر کا حامل ہے۔

فکری محسنین کو یادر کھنے، ان کی خدمات کا تذکرہ کرنے سے فکر نکھرتی ہے، نسلیں سنورتی ہیں اور جماعتیں تشکیل پاتی ہیں۔

برصغیر کے علمائے اہل حدیث موقع ملتے ہی احباب کے باہمی تعارف اور ان کے ساتھ ربط وضبط قائم کر کے تنظیمی ڈھانچہ تشکیل دے کر تنظیم وتنسیق کا کام کرتے رہے ہے۔آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس......۱۹۰۶ء...... سے لے کر مرکزی جمعیت اہل حدیث کانفرنس ۱۹۴۸ء تک اسی انسانی مدنیت اور حریت فکر کے مظاہر اور اسلاف کی ان تھک کاوشیں ہیں جو بلاشبہ نئی پود کے لئے مشعل راہ ہوں گی۔

اس خشک موضوع کو مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے سحر نگار قلم نے اس دلآویزی کے ساتھ سپرد قلم کیا ہے کہ تابناک ماضی کی شعاعیں مستقبل کی راہیں متعین کرتی ہیں۔

المکتبۃ السلفیۃ

4 شیش محل روڈ، لاہور 54000
Ph.:042-37237184,37230271
Fax: 042-37227981 P.O.BOX 1452
E-mail:alsalafiyyah@yahoo.com